تذکرہ خواتین ۱۵

بافضال خالق ذوالجلال

الحمد للہ والمنۃ کتاب مستطاب انتخاب نسخۂ نایاب ولاجواب مشتمل بر مضامین منتخب و منتجب

۶۵۵۰۷ ۱۰۰۷ موجودات

معروف بہ ... اعنی

SAULAT PUBLIC
LIBRARY RAMPUR
Subject اسماء الرجال
Book No ۶۸
Stock No ۶۵۵۰۷

سلسلۃ الذہب

فی

فضائل حضرت زینب

مؤلفہ

عالیجناب معلّی القاب خان بہادر سید محمد مظفر علی خان صاحب رئیس جانسٹھ ضلع مظفرنگر

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مرتبہ اول — نولکشور پریس لکھنؤ میں طبع ہوئی — ۱۰۰۰ جلد

سنہ ۱۹۲۷ء

حق تصنیف محفوظ ہے — قیمت فی جلد ۸ عہ

RARE

۹۲۳
م ظ ف

۱۵
تذکرہ خواتین

ENTERED
General Stock Register
Dated

سلسلۃ الذہب

فی

فضائل حضرت زینبؑ

مولفہ

جناب خان بہادر سید مظفر علیخان صاحب رئیس جانسٹھ ضلع مظفر نگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الانبیاء والمرسلین وافضل السفراء والمقربین محمد خاتم الرسل والنبیین وعلیٰ اہل بیتہ الاماجد المتقدمین الذین رفع بہم اعلام الدین واذل اعناق الجاحدین ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائہم اجمعین من الاولین والاخرین۔

اما بعد۔ یہ بندہ گنہگار سید مظفر علیخان زیدی الواسطی البارھوی ابن سید خورشید علیخان صاحب مرحوم ومغفور ساکن جانسٹھ ضلع مظفر نگر مومنین کی خدمت مین عرض پرداز ہی کہ مدت سے میری تمنا تھی کہ جس طرح حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام کی سوانح عمریان ملک مین شایع ہوئین۔ اسی طرح جناب صدیقۂ صغریٰ زینب کبریٰ کے حالات مین کوئی کتاب لکھی جاے۔ جو مومنین کی ازدیاد بصیرت کا باعث ہو۔ چونکہ یہ کام میری لیاقت سے بالاتر تھا۔ اِس لئے قلم اُٹھانے کی جراءت نہوتی تھی۔ اکثر احباب نے جنھین میرا یہ خیال معلوم تھا اصرار کیا۔ اول اُن کے اصرار سے مجبور ہو کر دوسرے۔ ایک رویاے صادقہ دیکھکر میری ہمت ہوئی اور کتاب طراز المذہب وناسخ التواریخ وخصائص الزینبیہ وغیرہ سے مضامین انتخاب کر کے اس کتاب کو پیشکش ناظرین کرتا ہون زبانِ اردو مین شاید یہ پہلی کتاب ہو جو جناب زینب کے حالات مین لکھی گئی۔ اگرچہ اسے سوانح عمری تو نہین کہہ سکتے۔ مگر تاہم ایک حد تک یہ اس مقصد کو پورا کرتی ہی

سوائے نشر فضائل اور کوئی غرض اس کتاب کے شایع کرنے سے نہین ہو۔ اور بہت ممکن ہو کہ یہ میرے لئے توشۂ آخرت کا کام دے۔

اس کتاب کو **سلسلۃ الذہب فی فضائل حضرت زینب** کے نام سے موسوم کیا گیا۔ خدا کرے کہ میری یہ خدمت مقبول ہو اور مومنین اسے پسند فرمائین۔

بہر حال مجھے امید ہو کہ اسکے ملاحظہ سے مومنین کا ایمان تازہ ہوگا۔ اور انھین ظاہر ہو جائیگا کہ جناب زینب کی کیا شان ہو اور آپ نے دین اسلام کی کیسی اہم خدمات انجام دی ہیں۔ سوائے فضائل جناب زینب ضمناً جو اور مطالب و مضامین بیان ہوے ہین وہ بھی ایسے ہین کہ جنسے انشاء اللہ ناظرین کے دیدۂ دل منور ہو کر تازگی ایمان کا باعث ہونگے۔

یہ عرض کرنا بھی ضرور ہو کہ اس کتاب مین مضامین کا زیادہ حصہ خصائص الزینبیہ سے لیا گیا ہو۔ اگرچہ اور مضامین بھی اضافہ کئے گئے ہین۔ تاہم اگر اسے خصائص الزینبیہ کا ترجمہ کہین تو بیجا نہین۔

جناب زینب کے فضائل لکھنا کوئی آسان کام نہین ہو۔ ان اوراق کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ اس برگزیدۂ خدا کے کیا مراتب ہین اور آپ کو کیا کیا خصوصیتین حاصل تھین۔ قبل اسکے کہ آپ کے امتیازات و خصوصیات کا ذکر کیا جائے چند مقدمون کا لکھنا ضروری ہو تاکہ آیندہ مطالب کے سمجھنے مین آسانی ہو۔

آخر مین ناظرین کی خدمت مین یہ عرض ہو کہ اگر یہ کتاب پسند آئے تو اس بدترین خلائق کو دعاے خیر سے فراموش نفرمائین۔ اگر کوئی خطا یا غلطی نظر آئے تو اُسے معاف کرین۔

جانسٹھ ضلع مظفر نگر

۲۳ - دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء

مقدمۂ اول

صاحبان علم وفضل واقف ہین کہ خداوند یکتا وخلاق بے ہمتا نے سلسلۃ البشر کو اکثر موجودات عالم ومخلوقات پر فضیلت وبرتری کرامت فرمائی ہی چنانچہ یہ آیہ کریمہ شاہد ہی وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا۔ ترجمہ اور یقیناً ہمنے اولاد آدم کو عزت دی اور خشکی وتری مین اُن کو سواریان دین اور اچھی اچھی چیزون سے اُن کو روزی دی اور بہت سی مخلوق پر اُن کو ایسی فضیلت دی جیسا کہ فضیلت دینے کا حق ہی۔ یہ سیادت وشرافت انسان کو ان کمالات کی وجہ سے حاصل ہی جو خلاق عالم نے اپنی رحمت سے اُسے عنایت فرمائے ہین۔ اہل فضل وتحقیق نے اکثر کتب مین ان کمالات کا ذکر کیا ہی جو انسان مین پائے جاتے ہین۔ جنکا ماحصل یہ ہی کہ انسان کو شرافت بوجہ نفس ناطقہ کے حاصل ہی اور بتوسط عقل وہ صفات کمالیہ وملکات حسنہ جمالیہ پیدا کرنے کی قابلیت رکھتا ہی۔ پس افراد انسانی مین جو فرد مجموعہ کمالات حسنہ ہو اُسے اکثر دیگر مخلوقات وموجودات پر برتری وفضیلت حاصل ہوگی۔ اور جسے یہ کمالات حاصل نہین ہوے وہ حیوانات سے بھی پست تر ہوگا چنانچہ اس آیہ وافی ہدایہ مین اسیکی طرف اشارہ ہی۔ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ (ترجمہ وہ لوگ مثل چارپایون کے ہین بلکہ اُنسے بھی زیادہ گمراہ ہین)۔

جاننا چاہیے کہ کمالات دو قسم کے ہوتے ہین۔ خارجیہ وداخلیہ۔ یا موافق بعض اصطلاحات کے تکوینیہ وتشریعیہ۔ خارجیہ یا تکوینیہ ان امور حسنہ کو کہتے ہین جنکا حاصل کرنا کسی شخص کے اختیار سے باہر ہو جیسے۔ بزرگی نسب یا شرافت خاندانی وغیرہ جنھین کوئی شخص اپنے اختیار سے حاصل نہین کر سکتا۔ کمالات تکوینیہ کی بھی دو قسمین ہین۔ جن مین سے چند

کمالات ایسے ہین جنکا بدن سے کچھ تعلق نہین جیساکہ بیان کیا گیا- اور چند بدن سے متعلق ہین
جیسے خوبصورتی- رعنائے قامت و مناسبت اعضا وغیرہ- ان کمالات کا حاصل کرنا بھی
کسی کے اختیار مین نہین- تشریعیہ و داخلیہ ان کمالات کو کہتے ہین جو مجاہدہ اور زحمت سے
حاصل ہوسکین- جیسے- علم- حلم- ملکۂ شجاعت و سخاوت وغیرہ- اور باقی صفات کمالیہ جو
علم اخلاق مین معین ہین- کیونکہ ان کمالات کا حاصل کر لینا ہر شخص کو ممکن ہے-
بعض علمائے اخلاق کے اقوال سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے- چنانچہ وہ کہتے ہین-
المحاسن اما جسمانیۃ واما روحانیۃ فیما تعلق منہا بالھیئۃ الصوریۃ اعنے الخلقۃ البشریۃ
جسمانیۃ وما تعلق منہا بالنفس الناطقۃ روحانیۃ- اس فقرہ کا ماحصل یہ ہے کہ کمالات
یا تو جسم سے تعلق رکھتے ہین اور یا روح سے- جو کمالات جسم سے متعلق ہین مثلاً زیبائی صورت
و تناسب اعضا وغیرہ وہ کمالات جسمانیہ کہے جاتے ہین- اور علم و حلم و ملکۂ شجاعت و سخاوت
وغیرہ کا تعلق نفس ناطقہ سے ہے انکا شمار کمالات روحانیہ مین ہے- یہ بدیہی امر ہے کہ انسان مین
جسقدر کمالات روحانیہ ہونگے اُسیقدر اُسکا مقام شرافت رفیع ہوگا- اگر وہ دونون کمالات
جسمانیہ و روحانیہ کا مجموعہ ہوگا تو سبحان اللہ- وہ اس قابل ہوگا کہ خلعت کرامت سے مخلع کیا جائے
اور لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ- الخ (ترجمہ- تحقیق ہمنے بنی آدم کو بزرگی دی- الخ) کا مصداق
ہوکر خطاب فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (ترجمہ- تو کیسا برکت والا ہے اللہ جو سب
بنانے والون سے اچھا ہے) کا مستحق شمار کیا جائے- عام اس سے کہ وہ مرد ہو یا عورت ہو- اور کسی
ذات مین ان کمالات مذکورہ کی کمی ہوگی تو اہل نظر اُسے ناقص سمجھین گے- اگرچہ وہ کوئی ہو-
جب ہم تواریخ کی ورق گردانی کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم مین انسان کامل بہت کم گذرے ہین
چنانچہ اس آیۂ کریمہ مین بھی اس طرف اشارہ ہے- وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ

ترجمہ اور میرے بندون مین شکر گذار بہت ہی کم ہین)۔

اگرچہ عورتون کی تعداد زیادہ ہو مگر معدودے چند عورتین ایسی ہوئی ہین جو سرحد کمال کو طے کر کے مقام اعلیٰ پر پہونچین۔ بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہی کہ معصومین کے بعد جناب صدیقہ صغریٰ زینب کبریٰ بنت جناب امیر علیہ السلام کی وہ ذات ہی جو انسان کامل کیے جانیکی مستحق ہی۔ جو شخص اس مخدومہ کے حالات کو غور و انصاف سے پڑھیگا اُسے قائل ہونا پڑے گا کہ یہ معظمہ تمام کمالات کی مجموعہ تھین۔

آپ کی شرافت نسبی اور فضیلت خاندانی سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا اور مثل آفتاب روشن ہی۔ آپ اُس شجر کی ثمر ہین جسکی نسبت اصلہا ثابت نازل ہوا۔ آپکا سلسلہ اُس بزرگ تک منتہی ہوتا ہی جسکا ارشاد ہی انا سید ولد ادم ولا فخر۔ (مین اولاد آدم کا سردار ہون مگر کچھ فخر نہین کرتا)۔

آپ کا نسب وہ نسب ہی جسکی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کل نسب منقطع یوم القیمۃ الا نسبی۔ ترجمہ بروز قیامت تمام نسب سوائے میرے نسب کے منقطع ہو جائینگے) ہر شریف انھین کے واسطہ سے شریف ہوا۔ آپ کے جد اشرف انبیا۔ باپ سید اوصیا۔ مادر گرامی سیدۃ النسا۔ دادی ملکہ بطحا۔ دونون بھائی گوشوارۂ عرش خدا ہین۔ اس سے زیادہ شرافت نسبی و فضیلت خاندانی کیا ہو سکتی ہی۔ اگر باقی کمالات انسانیت کو (جنکا ذکر انشاء اللہ آیندہ ہو گا) بنظر انصاف دیکھین تو معلوم ہو گا کہ یہ مخدرہ یکہ تاز میدان انسانیت ہی۔

مقدمۂ دوم

واضح ہو کہ خلاق عالم نے لطفاً نسل نبوت کے لئے صلب علی ابن ابی طالب و بطن فاطمہ قرار دیا۔

یہ امر خصوصیات پیغمبر سے ہی۔ اولاد فاطمہ پر یہ الطاف الٰہی ہی کہ قیامت تک وہ اہل عالم پر فخر و مباہات کرین۔ علاوہ اسکے عرفاً بھی اولاد دختر کو اُنکے جد کی طرف نسبت دیجاتی ہی اخبار کثیرہ بھی اس بارہ مین وارد ہوے ہین کہ اولاد فاطمہ کو اولاد پیغمبر کہہ سکتے ہین جنھین عامہ و خاصہ نے نقل کیا ہی۔ اس مقام پر مختصراً صرف چند اخبار نقل کیے جاتے ہین۔ کتاب ینابیع المودۃ مین ہی۔ عن عمر بن الخطاب عن النبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم قال کل سبب و نسب ینقطع یوم القیامۃ الا سببی و نسبی و کل ولد ام فان عصبتہم لابیھم ماخلا ولد فاطمۃ فانی انا ابوھم و عصبتھم۔ (ترجمہ عمر بن الخطاب سے منقول ہی کہ فرمایا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ کل نسب و سبب بروز قیامت منقطع ہو جائینگے مگر میرا سبب و نسب قطع نہوگا۔ بچہ اپنی مان سے پیدا ہوتا ہی اور اپنے باپ کا قرار دیا جاتا ہی سوا اولاد فاطمہ کے تحقیق مین اُنکا باپ ہون) اس حدیث سے یہ دو باتین ثابت ہوتی ہین۔ اول۔ اولاد فاطمہ اولاد رسول ہی۔ دوسرے۔ بروز قیامت جبکہ باپ اپنے پسر کے حال سے غافل ہوگا تو اولاد فاطمہ جناب رسول خدا کے متصل ہوگی اور ہول قیامت سے امان مین رہیگی۔ یہ فضیلت خاص اولاد فاطمہ کے لیے ہے۔ پھر اُسی کتاب مین ہی۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ و جعل ذریتی فی صلب علی۔ ترجمہ جابر سے منقول ہی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بہ تحقیق کہ اللہ نے ہر نبی کی ذریت کو اُسکے صلب مین مگر میری ذریت کو صلب علی مین قرار دیا) اس روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خصوصیات مین سے ہی کہ اُن کی ذریت کو صلب علی مین قرار دیا۔ کتاب ینابیع المودۃ مین جواہر العقدین سے منقول ہی عن فاطمۃ بنت الحسین عن ابیھا عن جدتھا فاطمۃ الکبریٰ سلام اللہ

علیہا قالت قال ابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کل بنی ام ینتمون الی عصبتہ الا ولد فاطمہ فانا ولیھم وعصبتھم ترجمہ فاطمہ بنت حسینؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے اور اُنھون نے جناب فاطمہؑ سے روایت کی ہی۔ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہر اولاد اپنے باپ اور ماں کی طرف منسوب ہوتی ہی مگر اولاد فاطمہ کا مین ولی ہون اور وہ میری طرف منسوب ہی) عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر قال کنت انا والعباس جالسین عند النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اذ دخل علیؑ فسلم فرد علیہ النبی صلے اللہ علیہ واٰلہ السلام وقام الیہ وعانقہ وقبل ما بین عینیہ واجلسہ عن یمینہ فقال العباس یارسول اللہ اتحبہ فقال یا عم واللہ اللہ اشد حبا لہ منی ان اللہ عز وجل جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ وجعل ذریتی فی صلب ھذا ترجمہ جعفر بن محمدؑ نے اپنے باپ سے اور اُنھون نے جابر سے روایت کی ہی کہ مین اور عباس دونون رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھے ناگاہ علیؑ تشریف لائے اور سلام کیا۔ آنحضرتؐ نے جواب سلام دیا اور کھڑے ہوکر بغلگیر ہوئے۔ اور پیشانی پر بوسہ دیکر اپنی دہنی طرف بٹھایا۔ عباسؓ نے عرض کیا کہ یا حضرتؐ آپ انھین بہت دوست رکھتے ہین۔ فرمایا۔ اے چچا۔ بخدا اللہ انکو مجھسے بھی زیادہ دوست رکھتا ہی۔ کیونکہ ہر نبی کی ذریت کو جناب باری نے اُسکے صلب سے قرار دیا۔ مگر میری ذریت ان کے صلب سے ہوگی۔)۔

ان تمام اخبار سے جو بطریق عامہ وخاصہ نقل کئے گئے مطلب کی تصدیق ہوتی ہی۔ طول دینے کی حاجت نہین۔ جو گفتگو حضرت موسیٰ بن جعفرؑ وہارون رشید کے درمیان اسی مطلب پر ہوئی اُسے ہم احتجاج طبرسی سے بقدر حاجت بطور برہان نقل کرتے ہین۔ اگر کوئی صاحب اسکی تفصیل ملاحظہ کرنی چاہین تو اصل کتاب کی طرف رجوع کرین۔ حضرت امام ہمام

موسیٰ بن جعفرؑ نے ارشاد فرمایا۔ ثم قال لی ہارون لم جوزتم للعامة والخاصة
ان ینسبوکم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویقولوا لکم یا بنی رسول اللہ
وانتم بنو علیؑ وانما ینسب المرء الی ابیہ وفاطمہ انما ھی وعاء والنبی جدکم
من قبل امکم فقلت یا امیر المؤمنین لو ان النبی نشر فخطب الیک کریمتک
ھل کنت تجیبہ قال سبحان اللہ ولم لا اجیبہ بل افتخر علی العرب والعجم وقریش
بذلک فقلت لہ لکنہ لا یخطب الیّ ولا ازوّجہ فقال ولم فقلت لانہ ولدنی ولم یلدک
فقال احسنت یا موسیٰ ثم قال کیف قلتم انا ذریة النبی والنبی لم یعقب وانما
العقب للذکر لا للانثی وانتم ولد للبنت ولا یکون لھا عقب فقلت اسئلک بحق
القرابة والقبر ومن فیہ لا اعفیتنی عن ھذہ المسئلة فقال لا او تخبرنی بحجتکم فیہ
یا ولد علی وانت یا موسیٰ یعسوبھم وامام زمانھم لذا انھی الی ولست اعفیک
فی کل ما اسئلک عنہ حتی لا تاتینی فیہ بحجة من کتاب اللہ وانتم تدعون ولد
علی انہ لا یسقط عنکم شئی الف ولا واو الا تاویلہ عندکم واحتججتم بقولہ عز وجل
ما فرطنا فی الکتاب من شئی واستغنیتم عن رای العلماء وقیاسھم فقلت تاذن لی
فی الجواب قال ھات فقلت اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم
ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون وکذلک نجزی المحسنین
وزکریا ویحیی وعیسیٰ۔ من ابو عیسیٰ یا امیر المؤمنین فقال لیس لعیسیٰ اب فقلت
انما الحقناہ بذراری الانبیاء علیھم السلام من طریق مریم وکذلک الحقنا بذراری
النبی من قبل امنا فاطمة وازیدک یا امیر المؤمنین قال ھات قلت قول اللہ عز وجل
فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم۔ فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم

ونسائنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین ولم یدع
احد انہ ادخل النبی صلی اللہ علیہ والہ تحت الکساء عند مباہلۃ النصاریٰ الا علی بن
ابی طالب وفاطمۃ والحسن والحسین ابنائنا الحسن والحسین ونسائنا فاطمۃ وانفسنا
علی بن ابی طالب علیہ السلام علیٰ ان العلماء قد اجمعوا ان جبرئیل قال یوم احد
یا محمد ان ھذہ لھی المواسات من علی قال لانہ منی وانا منہ فقال جبرئیل
وانا منکما یا رسول اللہ ثم قال لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی
ترجمہ پھر مجھسے ہارون رشید نے کہا کہ خاص وعام ہیں تم یہ تجویز کرتے ہو اور اپنے آپ کو
رسول اللہؐ سے نسبت دیتے ہو۔ اور لوگ تمھیں کیوں یا بن رسول اللہؐ کہتے ہیں۔ حالانکہ تم
فرزندان علی سے ہو۔ اور انسان اپنے باپ ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ جناب فاطمہ مثل ایک
ظرف کے ہیں۔ اور جناب رسولخداؐ تمھارے نانا ہیں۔ میں نے کہا کہ یا امیرالمؤمنین اگر
رسول خداؐ زندہ ہوں اور تمھاری دختر کی خواہش کریں تو تم اُسے قبول کروگے۔
ہارون رشید نے کہا کہ سبحان اللہ۔ کیوں نہ قبول کرونگا۔ بلکہ تمام عرب وعجم وقریش پر
اِسوجہ سے فخر کرونگا۔ پس میں نے ہارون سے کہا۔ لیکن آنحضرت نہ ہماری لڑکیوں کی
خواہش کرسکتے ہیں اور نہ ہم اُن سے تزویج کرسکتے ہیں۔ ہارون نے کہا کہ کیوں ایسا نہیں
ہوسکتا۔ میں نے کہا کہ ہم اُنکی اولاد سے ہیں اور تم نہیں ہو۔ ہارون نے کہا کہ اے موسیٰ تمنے
خوب جواب دیا۔ پھر ہارون نے کہا کہ تم کس دلیل سے کہتے ہو کہ ہم ذریت نبی ہیں۔ حالانکہ
آنحضرت کی کوئی نسل نہیں چلی اسواسطے کہ نسل پسر سے چلتی ہے نہ کہ دختر سے۔ اور تم دختر کی
اولاد سے ہو اور دختر کی اولاد نسل میں داخل نہیں۔ میں نے کہا کہ میں تمھیں قرابت رسولؐ
و قبر رسولؐ کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ مجھے اِس مسئلے کے جواب سے معاف رکھو۔ ہارون نے کہا

اے فرزند علی تم اپنی دلیل سے مجھے آگاہ کرو۔ اے موسیٰ تم سردار اور امام زمانہ ہو۔ کیون مجھے دریافت کرنے سے منع کرتے ہو اور نہ مین اس سے باز رہونگا جب تک تم اپنی دلیل قرآن سے نہ بیان کروگے۔ حضرت نے کہا کہ مجھے جواب کی اجازت ہی؟ ہارون نے کہا کہ بیشک۔ حضرت نے یہ آیت پڑھی۔ ومن ذریته داؤد وسلیمان الخ ترجمہ اُسکی ذریت سے داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وہارون ہین اور ایسے ہی بدلا دیتے ہین ہم نیکی کرنے والون کو۔ اور زکریا ویحیی وعیسیٰ ہین اینن نے کہا اے امیر المومنین عیسیٰ کا باپ کون تھا ہارون نے کہا کہ عیسیٰ کے باپ نہین تھے۔ مین نے کہا کہ مریم کی وجہ سے انبیا کی ذریت مین ہمنے عیسیٰ کو داخل کیا۔ ایسے ہی ہم بھی اپنی مان فاطمہ زہرا کی وجہ سے ذریت رسول مین داخل ہین۔ اے امیر المومنین۔ اور کچھ بیان کرون۔ ہارون رشید نے کہا کہ کچھ اور بیان فرمائیے۔ مین نے کہا کہ منجملہ اور دلایل کے آیہ مباہلہ ہی۔ اور کسی نے دعوے نہین کیا ہی کہ عبا مین حضرت نے بروقت مباہلہ نصاریٰ کسی کو داخل کیا سوائے علی ابن ابی طالبؑ فاطمہ وحسنین کے۔ ابنائنا سے حسنین اور نسائنا سے فاطمہ وانفسنا سے علی بن ابی طالب علیہم السلام مراد ہین۔ علاوہ اسکے علما نے اجماع کیا ہی اس بات پر کہ روز احد جبرئیل نے آنحضرت سے عرض کیا کہ البتہ مواسات اسے کہتے ہین کہ جو ہمدردی علی بن ابی طالب سے ظاہر ہوئی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ وہ مجھسے ہی اور مین اُس سے ہون۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین تم دونون سے ہون۔ پھر جبرئیل نے عرض کیا کہ لاسیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی تا آخر حدیث مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس امر کے ثابت کرنے کے لیے کہ اولاد فاطمہ اولاد پیغمبر ہے یہ دلیل پیش کی کہ آپ کی لڑکیون سے جناب رسولخدا کا نکاح نہین ہوسکتا۔ کیونکہ آپ اولاد پیغمبر ہین۔ پھر آپ نے وہ آیت پیش کی جس مین خداوند عالم نے

حضرت عیسیٰ کو ذریت آدم مین شمار کیا ہی۔ کیونکہ آپ ماں کی طرف سے منسوب بہ آدم تھے پھر آپ نے آیۂ مباہلہ سے ثابت فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ فرزندان پیغمبر ہین۔ انمین سے ہر ایک دلیل ایسی واضح ہی کہ جسکے بعد کسی کو اس امر مین شک نہین ہو سکتا کہ اولاد فاطمہ اولاد رسول نہین ہی۔ اور یہ ایسی فضیلت ہی جو قیامت تک اولاد فاطمہ کے لئے باقی رہیگی۔

مقدمۂ سویم

جاننا چاہیے کہ کیفیت خلقت انوار مقدسہ اصحاب کسا مین اخبارات کثیرہ و مختلفہ وارد ہوے ہین۔ اس بات پر سبکا اتفاق ہی کہ یہ انوار مقدسہ خلقت آسمان و زمین سے پہلے پیدا کئے گئے۔ یہان اجمالاً صرف ایک حدیث کتاب مدینۃ المعاجز سے نقل کی جاتی ہے۔

عن انس بن مالک قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فی بعض الایام صلوۃ الفجر ثم اقبل الینا بوجہہ الکریم فقلت یا رسول اللہ ان رأیت ان تفسر لنا قول اللہ عز و جل اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ فقال صلے اللہ علیہ و آلہ اما النبیون فانا و اما الصدیقون فاخی علی ابن ابی طالب و اما الشہداء فعمی حمزہ و اما الصالحون فابنتی فاطمہ و اولادہا الحسن والحسین و کان العباس حاضرا فوثب وجلس بین یدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ و قال لسنا انا و انت و علی و فاطمۃ والحسن والحسین من نبعۃ واحدۃ قال وکیف ذلک یا عم قال العباس لانک تعرف بعلی و فاطمۃ والحسن والحسین دوننا فتبسم النبی صلے اللہ علیہ و آلہ وقال اما قولک یا عم السنا من نبعۃ واحدۃ فصدقت ولکن یا عم ان اللہ خلقنی و علیا و فاطمۃ والحسن والحسین قبل ان یخلق اللہ آدم حیث لا سماء مبنیۃ ولا ارض مدحیۃ ولا ظلمۃ

ولا نور ولا جنة ولا نار ولا شمس ولا قمر قال العباس وكيف كان بدؤ خلقكم يا رسول الله قال يا عم لما اراد الله ان يخلقنا تكلم بكلمة خلق منها نورًا ثم تكلم بكلمة فخلق منها روحا فمزج النور بالروح فخلقني واخي عليا وفاطمه والحسن والحسين فكنا نسبحه حين لا تسبيح ونقدسه حين لا تقديس فلما اراد الله ان ينشئ الصنعة فتق نوري فخلق منه العرش فنور العرش من نوري ونوري خير من نور العرش ثم فتق نور اخي على بن ابي طالب فخلق منه نور الملائكته فنور الملائكته من نور على فنور على افضل من الملائكة ثم فتق نور ابنتي فاطمه فخلق منه نور السموات والارض فنور ابنتي فاطمه افضل من نور السموات والارض ثم فتق نور ولدى الحسن فخلق منه الشمس والقمر فنور ولدى الحسن افضل من نور الشمس القمر ثم فتق نور ولدى الحسين فخلق منه الجنة والحور العين فنور ولدى الحسين افضل من الجنة والحور العين ثم امر الله الظلمات ان تمر على السموات فاظلمت السموات على الملائكته فضجت الملائكة بالتسبيح والتقديس وقالت الهنا وسيدنا منذ خلقتنا وعرفتنا هذه الاشباح لم نر بؤسا فبحق هذه الاشباح الا كشفت عنا هذه الظلمة فاخرج الله من نور ابنتي قناديل معلقة فى بطنان العرش فازهرت السموات والارض ثم اشرقت بنورها فلاجل ذلك سميت الزهراء فقالت الملائكة الهنا وسيدنا لمن هذا النور الزاهر الذى قد ازهرت منه السموات والارض فاوحى الله اليهم هذا نور اخترعته من نور جلالى لامتى فاطمة ابنة حبيبي وزوجة ولى واخي نبيى وابى

حججی علی عبادی اشہدکم ملائکتی انی قد جعلت ثواب تسبیحکم لھذہ المرءۃ و شیعتہا ثم لمحبیہا الی یوم القیامۃ فلما سمع العباس من رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ ذلک وثب قائما و قبل بین عینی علی علیہ السلام وقال واللہ یا علی انت الحجۃ البالغہ لمن امن باللہ - ترجمہ انس بن مالکؓ سے مروی ہو کہ ایک روز ہمنے نماز صبح جناب سالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھی - حضرت نے بعد نماز اشارہ و اقدس ہماری طرف کیا - مین نے عرض کیا کہ یا حضرت اگر مناسب ہو تو اس آیت کی تفسیر ارشاد فرمایے فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا - ترجمہ وہی تو ان لوگون کے ساتھ ہون کے جن پر اللہ نے انعام کیا ہی کہ بعض پیغمبرون مین سے ہین اور بعض صدیقون مین سے ہین اور بعض شہیدون مین سے ہین اور بعض صلحا مین سے ہین اور وہی لوگ رفاقت کے لئے سب سے اچھے ہین) - آنحضرت نے فرمایا کہ نبیین سے مین اور صدیقین سے میرے بھائی علی ابن ابی طالب ورشہدا سے میرے چچا حمزہ اور صالحین سے میری دختر فاطمہ اور اُن کی اولاد حسن وحسین مراد ہین - عباس بھی وہان حاضر تھے وہ سنبھل کر آنحضرت کے سامنے بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ کیا ہم اور آپ اور علی بن ابی طالب ور فاطمہ اور حسن وحسین ایک چشمہ سے نہین ہین - فرمایا - کہ اے چچا - یہ کیسے ہو سکتا ہی - عباس نے عرض کیا بہ تحقیق آپ علی و فاطمہ وحسن وحسین کی تعریف کرتے ہین نہ کہ ہماری - حضرت نے مسکرا کر فرمایا - اے چچا - آپکا یہ کہنا کہ ہم اور آپ ایک چشمہ سے نہین ہین سچ ہی - لیکن خلاق عالم نے مجکو اور علی و فاطمہ وحسن وحسین کو جناب آدم سے پہلے پیدا کیا - جبکہ نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی نہ ظلمت و نور نہ جنت و نار نہ شمس و قمر تھے - عباس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابتدائے خلقت آپکی کیونکر ہوئی

ارشاد کیا: اے چچا- جبکہ جناب باری نے ہمارے پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو ایک کلمہ فرمایا اُس سے نور پیدا ہوا- پھر ایک کلمہ کہا اُس سے روح پیدا ہوئی- پھر نور کو روح سے ملا دیا- اُس سے میری اور علی و فاطمہ و حسن و حسین کی خلقت ہوئی- پس ہم اُسوقت اُسکی تسبیح و تقدیس کرتے تھے جب کوئی تسبیح و تقدیس کرنے والا نہ تھا- جب حق سبحانہ و تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اور کچھ پیدا کرے- تو میرے نور کو شگافتہ کیا اور اُس سے نورِ عرش کو پیدا کیا- پس نورِ عرش میرے نور سے ہی اور میرا نور نورِ عرش سے بہتر ہی- پھر میرے بھائی علی کے نور کو شگافتہ کیا- اُس سے نورِ ملائکہ کو پیدا کیا- ملائکہ کا نور علی کے نور سے ہی اور وہ افضل ہی نورِ ملائکہ سے- پھر میری بیٹی فاطمہ کے نور کو شگافتہ کیا تو اُس سے زمین و آسمان کا نور پیدا ہوا- اور نورِ فاطمہ نورِ زمین و آسمان سے افضل ہی- پھر میرے فرزند حسن کے نور کو شگافتہ کیا اُس سے شمس و قمر پیدا ہوے- پس نورِ حسن نورِ شمس و قمر سے بہتر ہی- پھر میرے فرزند حسین کا نور شگافتہ ہوا اُس سے جنت اور حورین پیدا ہوئین- حسین کا نور جنت اور حورون سے افضل ہی پھر خداوند عالم نے ظلمات کو حکم دیا کہ وہ آسمانون پر چھا جائے پس تاریکی ہو گئی- ملائکہ نے مضطر ہو کر تسبیح و تقدیس باری کی اور عرض کیا- کہ اے معبود ہمارے- جب سے تو نے ہم کو پیدا کیا ہی اور ان انوارِ مقدسہ سے آگاہ کیا ہی ہم نے کبھی تکلیف نہین اُٹھائی- انھین انوارِ مقدسہ کا واسطہ اس تاریکی کو ہم سے دفع فرما- اللہ نے میری بیٹی فاطمہ کے نور سے چند قندیلین درمیان عرش معلق کردین جن سے زمین و آسمان روشن ہو گئے- اسی وجہ سے فاطمہ کو زہرا کہتے ہین- ملائکہ نے عرض کیا کہ یا الٰہی یہ نور کسکا ہی جس سے زمین و آسمان منور ہو گئے- ملائکہ کی طرف وحی ہوئی کہ یہ نور میرے نور جلال سے پیدا ہوا ہی- اور یہ میری کنیز خاص فاطمہ میرے حبیب کی بیٹی اور میرے ولی اور میرے نبی کے بھائی کی

زوجہ ہی جو میری حجتون کا باپ ہی۔ اے فرشتو۔ مین تم کو گواہ کرتا ہون کہ مین نے تمھاری تسبیح کا ثواب اس معظمہ اور اسکے شیعون اور محبون کے واسطے قیامت تک عطا کیا۔ جب عباس نے آنحضرت سے یہ سُنا تو وجد مین آکر کھڑے ہو گئے۔ اور حضرت علی کی پیشانی کو بوسہ دیکر عرض کیا کہ واللہ اے علی تم اُس شخص کے لئے جو خدا پر ایمان لایا حجت بالغہ ہو۔

اس حدیث کا مطلب تو ناظرین غالبًا ترجمہ سے سمجھ گئے ہونگے۔ مگر چند مطالب جو اس سے استنباط ہوتے ہین اُنکا بیان کر دینا یہان ضروری ہی۔ **اول** اصطلاح اہلِ معقول مین جو فیض مقدس و کلمۂ کن کہے جاتے ہین وہ انوار قاہرہ محمدیہ کی طرف اشارہ ہی۔ جو تکلم بکلمۃ (ایک کلمہ فرمایا) سے ظاہر ہی۔ **دویم** بموجب عقیدہ اہلِ معقول عقول طولیہ موجد و مربی عالم طبیعت و ملکوت و ناسوت ہین۔ یہ بھی انوار مقدسہ اصحاب کسا کی طرف کنایہ ہی۔ چنانچہ عرش وغیرہ کا ان حضرات کے انوار سے خلق ہونا اسکا شاہد ہے۔ جیسا کہ حدیث مذکور مین بیان ہی۔ **سویم** جناب محقق داماد علیہ الرحمہ کی یہ تحقیق صحیح ہی کہ یہ عالم حادث یعنی متغیر ہونے والا ہی۔ اور یہ کہ یہ عالم انوار مقدسہ کے لیے مثل ایک ظرف کے ہی۔ اور آیہ فللہ الاسماء الحسنی (اور کل اچھے نام اللہ ہی کے ہین) مین انھین انوار مقدسہ کی طرف اشارہ ہی۔ **چہارم** مختصر طور سے مقامات و تجلیات انوار قاہرہ خصوصًا حضرت صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی طرف اشارہ ہی جو اہلِ نظر پر پوشیدہ نہین۔ **پنجم** بعض اولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا کے مرتبہ و مقام کی طرف اشارہ کیا گیا ہی۔ چنانچہ حدیث مین اُنھین قندیلون سے تعبیر کیا ہی۔ یہان مخصوص طور سے صرف ائمہ علیہم السلام ہی مراد نہین ہین۔ بلکہ ائمہ وغیر ائمہ سب شامل ہین۔ اور ان مین صدیقہ صغریٰ جناب زینب بھی بوجہ احسن داخل ہین۔ کیونکہ آپ سبب ہدایت امت و اعلاء کلمۂ توحید

حضرت حق جل وعلا ہین۔ اور آپ حفظ شریعت الٰہی کی باعث ہین۔ جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا۔ اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ اس معظمہ کا نور بھی قبل از خلقت آسمان و زمین خلق ہوا۔ یہ مقدمات لکھنے کے بعد خصائص جناب زینب لکھنے شروع کرتے ہین۔ اور ناظرین سے اُمید کرتے ہین کہ وہ دیدۂ حق بین سے بہ نظر غور و انصاف ملاحظہ فرمائینگے۔

خصوصیت اول متعلق بہ ولادت حضرت زینب۔ **اول**۔ جب تک آپ اپنی مادر گرامی کے بطن مین رہین اُسوقت تک جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا ہمیشہ محزون و مغموم رہین۔ یہ امتیاز و خصوصیت جناب فاطمہ کی ہر اولاد کے ساتھ ہی۔ کیونکہ علی التحقیق جناب سیدہ کے پانچ اولادین ہوئین۔ حسنینؑ۔ حضرت زینب۔ حضرت اُم کلثوم۔ مُحسن۔ چونکہ خاصان درگاہ احدیت کے لئے اس دار دنیا مین خوشی نہین۔ جب یہ معظمہ کسی اولاد سے حاملہ ہوئین اور اُن مصائب کی اطلاع جو اُس ولاد پر گذرنے والے تھے ہوئی تو بجاے خوش ہونے کے حزن و غم دل پر قبضہ کرلیتا تھا۔ چنانچہ جب امام حسنؑ پیدا ہوے اور یہ خبر دی گئی کہ اسکو ظالمان امت زہر دغا سے شہید کرینگے تو اس ولادت کی خوشی غم سے بدل گئی۔ جب آپ کے بطن مبارک مین امام حسینؑ تھے اور آپ کو اطلاع ہوئی کہ اس فرزند پر کیسی کیسی مصیبتین پڑینگی تو آپ بیحد مغموم و محزون ہوئین جسکی خبر خلاق عالم نے قرآن کریم مین اس طرح دی ہی حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا۔ (ترجمہ اُسے اُسکی ماں نے کراہت کے ساتھ حمل مین رکھا اور وضع حمل کراہت سے ہوا)۔ حمل قرار پانے کے زمانہ سے ولادت کے وقت تک بجاے اسکے کہ آپ خوشی کرتین۔ ہر روز آپکے لئے روز حزن و مصیبت ہوتا تھا۔ اور کبھی آپ فرحناک نہ ہوئین۔ یہی حال جناب زینب وام کلثوم و محسن کے حمل کے وقت ہوا۔ **دویم** یہ امتیاز مخصوص زینب وام کلثوم کے لیے تھا

کہ یہ دونون جناب فاطمہ زہرا کی بائین ران سے پیدا ہوئین۔ چنانچہ شیخ بھائی علیہ الرحمہ نے کشکول مین یہ حدیث تحریر فرمائی ہے۔ کہ جناب زہرا فرماتی ہین۔ ولدت الحسن والحسین من فخذی الایمن وزینب وام کلثوم من فخذی الایسر۔ ترجمہ حسن وحسین میری دہنی ران سے اور زینب و ام کلثوم میری بائین ران سے پیدا ہوئے۔ سوم اس خصوصیت و امتیاز مین یہ مخدرہ اپنے برادر جناب سید الشہداء کے ساتھ شریک ہے بعد ولادت جناب رسول اکرم نے اپنی گود مین لیا تو گریہ فرمانے لگے۔ چنانچہ منقول ہے۔ روی عن زینب بنت علی بن ابی طالب علیہ السلام لما ولدت اخبر بذلک رسول اللہ فجاء صلے اللہ علیہ وآلہ الی منزل فاطمۃ علیہا السلام وقال یا بنتاہ ایتینی بنتک المولودۃ فلما احضرتہا اخذہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وضمہا الی صدرہ الشریف ووضع خدہ المنیف علی خدہا فبکے بکاءً عالیا وسال الدمع علی محاسنہ الشریف جاریًا فقالت فاطمۃ لماذا ابکائک لا ابکی اللہ عینیک یا ابتاہ فقال صلی اللہ علیہ وآلہ یا بنیۃ یا فاطمۃ اعلمی ان ہذہ البنت بعدک وبعدی تبتلی بالبلایا وترد علیہا مصائب شتی ورزایا فبکت فاطمۃ سلام اللہ علیہا عند ذلک ثم قالت یا ابت فما ثواب من بکی علیہا وعلے مصائبہا یکون فقال یا بضعتی وقرۃ عینی ان من بکے علیہا وعلے مصائبہا یکون ثواب بکائہ کثواب من بکی علی اخویہا ثم سماہا زینب ترجمہ۔ جناب زینب دختر علی ابن ابی طالب سے مروی ہے کہ جب مین پیدا ہوئی تو اسکی خبر جناب رسالت مآبؐ کو دی گئی۔ آنحضرتؐ جناب سیدہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ اے بیٹی۔ جو لڑکی تمھارے یہان پیدا ہوئی ہے اُسے میرے پاس لاؤ۔ جب مجھے حاضر کیا تو آنحضرتؐ نے گود مین لیکر مجھے اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اور اپنا رخسارۂ مبارک میرے رخسارہ پر رکھدیا

اور بہ آواز بلند اسقدر روئے کہ آپ کی ریش مبارک پر آنسو بہنے لگے جناب سیدہ نے عرض کیا کہ اے بابا۔ آپ کی آنکھون کو خدا نہ رُلائے آپ کیون روتے ہین۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے فاطمہ آگاہ ہو کہ میرے اور تمھارے بعد یہ لڑکی بہت بلاؤن مین مبتلا ہوگی اور طرح طرح کی مصیبتین اُسپر پڑینگی۔ یہ سنکر جناب سیدہ رونے لگین۔ اور عرض کیا۔ ای بابا جو اسپر اور اسکی مصیبتون پر روئیگا اُسکا ثواب کیا ہے ارشاد کیا ای پارۂ جگر اور ای میری آنکھون کی روشنی جو اُسپر اور اسکی مصیبتون پر روئیگا تو اُسے وہی ثواب ملیگا جو اُسکے دونون بھائیون پر رونیکا ثواب ہے۔ اسکے بعد آپ نے زینب نام رکھا۔) چہارم جبرئیلؑ نے جناب رسولخداؐ کو ان مصائب کی خبر دی جو اس معظمہ پر گذرنے والے تھے۔ اس امتیاز مین بھی یہ اپنے بھائی جناب خامس آل عبا کے ساتھ شریک ہے۔

خصوصیت دویم ۔ جناب زینب کا زمانہ ولادت و وفات تحقیقاً معلوم نہین ہوا۔ ہر چند تلاش کیا اور مختلف کتابون کو دیکھا مگر کہین کچھ پتہ نہ چلا سوائے کتاب بحر المصائب کے جسمین لکھا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت شروع ماہ شعبان ۶ سنہ ہجری یعنی ولادت امام حسین علیہ السلام کے دو سال بعد واقع ہوئی۔ صاحب کتاب طراز المذہب لکھتے ہین کہ ۹ سنہ ہجری مین ماہ رمضان کے چند روز باقی تھے کہ آپ اس دنیا مین تشریف لائین۔ اُسوقت جناب رسولخداؐ سفر تبوک پر گئے ہوے تھے۔ اور حضرت علیؑ مدینہ مین موجود تھے۔ اہلِ بصیرت جانتے ہین کہ یہ اجتہاد صحیح نہین ہے۔ کیونکہ جناب ختمی مرتبت نے ۱۰ سنہ ہجری مین وفات پائی اور اُسوقت جناب فاطمہ زہرا حمل محسن سے حاملہ تھین۔ بعد جناب زینب ام کلثوم بھی پیدا ہوئین۔ اس کم عرصہ مین حضرت ام کلثوم اور محسن کا حمل رہنا ممکن نہین۔ اگر یہ کہا جاے کہ بطن جناب فاطمہ سے صرف ایک ہی لڑکی پیدا ہوئی جیسا کہ اس مورخ کا خیال ہے تو بھی ممکن نہین۔ اور ان اخبار و روایات کے مخالف ہے جو خود اسی مورخ نے نقل کئے ہین۔ یہ امر بخوبی ثابت ہے

کہ بروقت وفات جناب سولخدام آپ صاحب تمیز تھین۔ ازانجملہ وہ خواب اُسی پر دلالت کرتا ہی جو اس مخدرہ نے دیکھا تھا۔ اور جسے صاحب کتاب مذکور نے نقل کیا ہی۔ پس جو کچھ بحر المصائب مین لکھا ہی وہی درست خیال کیا جائیگا۔

بالاتفاق آپ کا نام زینب تھا۔ جسکا مادہ باب فرح سے۔ ز۔ ن۔ ب۔ ہے۔ پس زینب بمعنی فربہ ہی۔ زینب بمعنی درخت خوشبو و خوبصورت بھی آتا ہی۔ یا یہ دراصل زین اب بمعنی زینت پدر ہو۔ اسی معنی کے اعتبار سے بعض نے آپ کو زین ابیہا بہ مقابل ام ابیہا لکھا ہی۔ یہ ممکن ہی کہ کثرت استعمال سے الف ساقط ہو گیا ہو۔

اگر پہلے دونون معنی یعنی فربہ و درخت خوشبو دار و خوبصورت مراد لئے جائین تو بھی غیر مناسب نہین ہین۔ اور فربہی سے اجتماع کمالات کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ فربہی امور اضافیہ مین سے ہی اور اسکے ذریعہ سے اجناس و اصناف و اشخاص مین فرق ظاہر کیا جاتا ہے۔ پس فربہی حیوان چربی اور گوشت کی کثرت سے ہوتی ہی۔ اور فربہی انسان سے صفات حسنہ و اوصاف پسندیدہ کی کثرت کی طرف اشارہ ہوتا ہی اور اشجار کی فربہی سے شاخون اور پتون کی زیادتی مراد ہوتی ہی۔ کیونکہ حیوان کا کمال گوشت وغیرہ کی کثرت سے اور درخت کا کمال شاخون اور پتون کی زیادتی سے۔ اور انسان کا کمال وفور اخلاق سے ہوا کرتا ہی چونکہ یہ مخدرہ مجموعۂ صفات کمالیہ تھی اس لئے اس نام سے موسوم ہوئی۔

اسی طرح درخت خوشبو دار و خوبصورت کی مناسبت بھی آپ کی ذات کے ساتھ ہوسکتی ہی کنایات و استعارات عرب مین ہر شخص بزرگ کو بلکہ ہر نفیس چیز کو شجر کے ساتھ تعبیر کرتے ہین۔ چنانچہ ارشاد رسولؐ ہی انا و علی من شجرۃ واحدۃ (مین اور علی ایک شجر سے ہین) یا اس آیۂ کریمہ مین ہی۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ۔ (دکیا تمنے یہ خیال نہین کیا

کہ خدائے تعالیٰ نے پاک کلمے کی مثال کیسی بیان کی ہی بوجہ ان فوائد کے جو آپکی ذات والاصفات سے پہونچے۔ مثل بقائے دین مبین ونگہ داری اہلِ بیت سید المرسلین وشفاعت مذنبین وغیرہ۔ کون آپ کی بزرگی مین شک کر سکتا ہی۔ اسلیئے آپ اسم زینب سے موسوم ہوئین جسکے معنی درخت خوشبو دار اور خوبصورت کے ہین۔ خوشبو حضرات خمستہ النجبا کے اثر سے اور خوبصورتی آپ کے کمالات صوریہ ومعنویہ کی وجہ سے تھی۔

بعض کا قول ہی کہ زینب کے معنی بلاکش کے ہین۔ چونکہ معلوم تھا کہ آپ پر کیا کیا مصائب گذرین گے اس ملئے اس نام سے موسوم کرنا کچھ بعید نہین ہی۔

لیکن سب سے زیادہ مناسب نام زین اب ہی جسکی معنی زینت پدر کے ہین۔ کیونکہ ایسی دختر جو ایسا نفس قدسی رکھتی ہو اور جسکی ذات مین ایسے کمالات مجتمع ہون وہ نہ صرف زینت پدر ہو سکتی ہی بلکہ اگر زینت عالم کہین تو بجا ہی۔ اور باپ ایسی دختر پر جتنا فخر ومباہات کرے وہ کم ہی کہ جسکے نفوس قدسیہ وانوار قاہرہ سے دیدۂ عالم روشن ومنور ہی۔

جناب صدیقہ صغریٰ زینب کبریٰ کی یہ فضیلت بھی کچھ کم نہین کہ خلاق عالم نے آپ کا نام معین فرمایا۔ درگاہ احدیت کی یہ خصائص خاصہ سے ہی اور ہر شخص اس مقام محمود تک نہین پہونچ سکتا۔ چند خواص ہی ایسے نکلین گے جنکے نام خود زبان قدرت نے رکھے۔ اور وہ یہ ہین۔ اول حضرت آدم۔ دویم حضرت یحییٰ اور زکریا۔ خطاب مستطاب یَا زَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامِ ن اسْمُهٗ یَحْیٰی (ترجمہ۔ ای زکریا۔ یقیناً ہم بشارت دیتے ہین تجکو ایک ایسے لڑکے کی جسکا نام یحییٰ ہوگا) سے سرفراز ہوے۔ سویم۔ حضرت عیسیٰ جو کلمہ مبارکہ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ ترجمہ جسکا نام عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔) سے مفتخر ہوے۔ یہ پوری آیت اس طرح ہے اذ قالت الملئکۃ یمریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم۔

(اُسوقت کو یاد کرو جب فرشتون نے کہا کہ اے مریم خدا تمکو اپنے کلمہ کی خوشخبری پہونچاتا ہی جسکا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا) چہارم۔ حضرت ختمی مرتبت ہین کہ بذریعہ آیہ وافی ہدایہ یَاْتِی مِنۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔ ترجمہ۔ جو میرے بعد آئیگا اُسکا نام احمد ہوگا) اہل عالم کو بشارت دی گئی۔

علاوہ انکے کل انوار قدسیہ علویہ و فاطمیہ و حسنیہ و حسینیہ کو یہ امتیاز خصوصیت سے عطا کیا گیا چنانچہ اخبار متواترہ سے یہ امر بخوبی ثابت ہی۔ جنکا یہان ذکر کرنا خارج از بحث ہے جو چاہے وہ کتب مناقب کی طرف رجوع کر سکتا ہی۔

منجملہ دیگر حضرات کے جناب صدیقہ صغریٰ زینب کبریٰ بھی ہین جنکو درگاہ رب العزت سے یہ نام عطا ہوا۔ چنانچہ مروی ہی کہ ولادت حضرت زینب کے چند روز بعد جناب فاطمہ زہرا نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی خدمت مین عرض کیا کہ اے حجت خدا اس دختر کے نام رکھنے مین آپ کیون تاخیر فرماتے ہین آپ نے جواب دیا کہ اسکا اختیار حضرت احمد مختار صلی اللہ علیہ و آلہ کو حاصل ہی۔ پس فاطمہ زہرا اپنی دختر کو لئے ہوے خدمت رسول اکرم مین حاضر ہوئین اور تمام حال عرض کیا۔ رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے فنداقہ لیکر اُس دختر کو سینہ سے لگایا اور بار بار آپ اُسکی آنکھون کے بوسے لیکر روتے تھے۔ ناگاہ جبرئیل از جانب رب جلیل نازل ہوے اور کہا کہ پروردگار بعد تحفہ درود و سلام ارشاد فرماتا ہی کہ اے ہمارے حبیب اس دختر کا نام زینب رکھو۔ اور جناب رسالتمآب نے اسکی تعمیل کی۔ دوسری روایت مین ہی کہ جب حضرت صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا اس گوہر بحر عصمت و طہارت سے حاملہ تھین تو حضرت ختمی مرتبت مدینہ مین نہ تشریف رکھتے تھے۔ بلکہ کہین باہر گئے ہوے تھے۔ جب وضع حمل ہوا تو فاطمہ زہرا نے امیر المومنین کی خدمت مین

پیغام بھیجا کہ میرے پدر بزرگوار چونکہ سفر مین ہین اور یہان تشریف نہین رکھتے۔ لہذا آپ اس دختر کا نام رکھین۔ حضرت علی نے فرمایا کہ مین جناب رسولخدا صؐ پر سبقت نہین کر سکتا آپ صبر کرین وہ بہت جلد واپس تشریف لانے والے ہین اور جو مناسب ہوگا وہ نام رکھین گے۔ تین روز کے بعد آنحضرت نے مراجعت فرمائی۔ اور حسب معمول اول دولت سرائے جناب سیدہ مین تشریف لائے۔ جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت کی خدمت مین عرض کیا کہ یارسول اللہ حق تعالیٰ جل وعلا نے آپکی دختر کو دختر عطا فرمائی ہی آپ اسکا نام معین فرمائین فرمایا اگرچہ اولاد فاطمہ میری ہی اولاد ہی لیکن انکے تمام امور پروردگار عالم سے متعلق ہین۔ پس مین وحی کا منتظر ہون۔ اُسیوقت جبرئیل امین نازل ہوے اور عرض کیا کہ یا حضرت حق تعالیٰ بعد تحفۂ درود و سلام فرماتا ہی کہ اس مولود کا نام آپ زینب رکھین۔ کیونکہ اسکا یہی نام لوح محفوظ مین لکھا ہوا ہی۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس مولود کا قنداقہ طلب فرماکر اسے اپنے سینہ سے لگایا اور بوسے لیے اسکے بعد آپ نے اُسے اسم زینب سے موسوم فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ مین جملہ حاضرین وغائبین سے وصیت کرتا ہون کہ اس دختر گرامی کی حرمت کا پاس کرین۔ کیونکہ یہ مثل خدیجۃ الکبریٰ ہی۔ بعض نے لکھا ہی کہ یہ فرمایا کہ یہ اپنی خالہ ام کلثوم کی مانند ہی۔

اشارہ۔ اس موقع پر چند مطالب کی توضیح مناسب معلوم ہوتی ہی۔ **اول**۔ ان دونون روایتون مین کہ آنحضرت صؐ نے نام رکھا یا جبرئیل نام لیکر آئے۔ کوئی اختلاف نہین ہی۔ چونکہ نام رکھتے وقت آنحضرت موجود تھے اور نام آپ ہی کی زبان مبارک سے نکلا تھا اسلئے آپ ہی کی طرف نام رکھنے کی نسبت دی گئی۔ **دویم** جسکا نام لوح محفوظ مین ثبت ہو وہ ذات گرامی کیسی بزرگ و محترم ہو سکتی ہی **سویم** جسطرح خلاق عالم نے

اسمائے پنجتن کو زیب و زینت عرش قرار دیا۔ اُسی طرح اس مخدرہ کا اسم مبارک زینت لوح محفوظ ہی۔ **چہارم**۔ جناب رسالت مآبؐ کا حضرت زینبؑ کے حق مین وصیت فرمانا آپ کے کمال رفعت و منزلت کی کافی دلیل ہی۔ کیونکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی زبان سے جو بات نکلتی ہی وہ ارشاد الٰہی کی بموجب ہوا کرتی ہی۔ جس پر یہ آیۂ مبارکہ شاہد ہی۔ وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ **ترجمہ** اور وہ خواہش نفسانی سے کچھ نہین کہتا جو کچھ وہ کہتا ہی وہ نہین ہی مگر وحی جو اسکی طرف بھیجی جاتی ہی۔ یہ وصیت کسقدر مشابہ ہی اُس وصیت رسول سے جو آنحضرتؐ نے اسی معظمہ کے مادر و پدر اور بھائیون کے حق مین فرمائی تھی۔ افسوس ہی کہ جو بزرگوار خلاق عالم کے نزدیک گرامی ہون۔ اور پیغمبر خدا جنھین اسقدر دوست رکھتے ہون کہ اُن کے حق مین خاص طور سے وصیت فرمائین۔ جنکی اطاعت فرض ہو اور جنکی محبت اجر رسالت قرار دی گئی ہو۔ اُنھین برگزیدگان خدا پر یہ امت بدعاقبت اسقدر ظلم و ستم کرے کہ اگر خداوند عالم انھین اذیت پہونچانی واجب قرار دیتا اور رسول خدا ان سے تبرا کرنے کو داخل اصول دین فرما دیتے تو بھی انہین اس سے زیادہ تکلیف نہ پہونچائی جاتی جیسی کہ پہونچائی گئی۔ چنانچہ امام زین العابدین ؑ نے اپنے بعض ارشادات مین اسکی طرف اشارہ فرمایا ہی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔ **پنجم**۔ آنحضرت نے جناب زینب کو جو حضرت خدیجہ کے ساتھ تشبیہ دی ہی اسمین بھی آپکی افضیلت و منقبت کی طرف اشارہ ہی جناب خدیجہ کے فضائل پوشیدہ نہین ہین۔ منجملہ اُن کے ایک یہ ہی کہ باتفاق خاصہ و عامہ جناب رسول اکرم نے فرمایا ان اللہ اختار من النساء اربعۃ مریم بنت عمران واسیہ بنت مزاحم وخدیجۃ بنت

خویلد و فاطمہ بنت محمد۔ (ترجمہ۔ خدا نے ان چار عورتون کو برگزیدہ کیا ہی۔ مریم بنت عمران آسیہ بنت مزاحم۔ خدیجہ بنت خویلد۔ فاطمہ بنت محمد) حضرت خدیجہ کی جلالت شان ظاہر کرنے کے لیے یہی امر کافی ہی کہ یہ مخدرہ خدمت اسلام و اعلاء کلمۂ مقدسہ توحید مین شمشیر جناب امیر المومنین علیہ السلام کی مقابل تسلیم کی جاتی ہی۔ اکثر مورخین کا قول ہی۔ وکانت سیدتنا خدیجہ من اجل نساء القریش واعقلہا وکانت تسمی بملیکۃ العرب وتعرف بسیدۃ البطحا۔ ترجمہ۔ ہماری سردار جناب خدیجہ تمام قریش کی عورتون مین حسینہ اور عقلمند تھین۔ آپ ملیکۃ العرب وسیدۃ البطحا مشہور تھین)۔ خلاصہ یہ ہی کہ جناب زینب صورت و سیرت کے لحاظ سے حضرت خدیجہ سے مشابہ تھین۔ خدیجہ انیس و مونس رسول تھین۔ یہ مظلومہ بھی حسینؑ تشنہ جگر کی یار و غمخوار تھی۔ حضرت خدیجہ جناب پیغمبر خدا کے اور یہ مخدرہ حسین مظلوم کے لئے باعث تسلی تھی۔ حضرت خدیجہ نے استحکام دین کے لئے اپنا تمام مال و منال صرف کردیا۔ اِس معظمہ نے بھی بقائے اسلام کے لئے اپنی تمام دولت حتی کہ چادر اور گوشوارون اور اولاد سے دریغ نہین کیا۔ حضرت خدیجہ خدمات پیغمبر کی متکفل رہین۔ یہ محترمہ بھی اپنے بھائی کی خدمت سے غافل نہین رہین۔ خدیجہ تمام شدائد مین جناب رسالت مآبؐ کے شریک رہین۔ اس معظمہ نے بھی تمام مصیبتون مین اپنے بھائی کا ساتھ دیا۔ ہجوم کفار اور رسول کا بدن پتھرون سے مجروح ہونے کی خبر سنکر روٹیان اور پانی کا کوزہ لیکر خدیجہ پیغمبر اور امیر المومنین کی امداد کے لیے کوہ حرا پر تشریف لے گئین۔ یہ مظلومہ بھی کئی مرتبہ اپنے بھائی کی مدد کے لیے قتلگاہ مین آئی۔ چونکہ کھانا پانی میسر نہ تھا اسلئے اسکے ساتھ لیجانے سے معذور رہین۔ آپ کبھی تل زینبیہ کی طرف جاتی تھین اور کبھی کثرت غم کی وجہ سے فریاد واغوثاہ بلند کرتی تھین کبھی عمر ابن سعد کی طرف متوجہ ہوکر فرماتی تھین۔ یا بن سعد یقتل ابو عبد اللہ وانت

تنظر الیہ۔ (اے ابن سعد حسین ؑ قتل ہو رہے ہین اور تو دیکھ رہا ہی)۔ کبھی کہتی تھین کہ اے ابن سعد تو بھی قریش ہی مگر ہم پر رحم نہین کرتا۔ کبھی آپ شمر سے مہلت طلب کرتی تھین ہر طرف سے مایوس ہو کر آخر کار اپنے جد معظم کو پکارتی تھین۔ کیونکہ عرب کی رسم ہی کہ جب کسی کام مین تمام وسایل منقطع ہو جاتے ہین تو بزرگ طایفہ کی طرف متوجہ ہو کر اُسکو آواز دیتے ہین۔

اشارہ۔ قاعدہ ہی کہ جب کسی باپ کو کسی اولاد کے پیدا ہونے کی بشارت دیجاتی ہی تو وہ شاد وخورم ہوتا ہی۔ سوائے حضرت علی علیہ السلام کے۔ کہ ہر اولاد کی ولادت آپ کے لئے غم واندوہ کا باعث ہوئی۔ بعض کتب مین مسطور ہی کہ جب حضرت زینب متولد ہوئین تو جناب امیر علیہ السلام متوجہ حجرہ طاہرہ ہوئے۔ یہ دیکھکر حضرت امام حسین ؑ آپ کے استقبال کے لئے بڑھے اور عرض کیا۔ اے پدر بزرگوار خداوند کردگار نے مجھے بہن عنایت فرمائی ہی۔ یہ سُنکر حضرت علی ؑ کی آنکھون سے آنسو جاری ہوے۔ یہ دیکھکر امام حسین ؑ نہایت افسردہ خاطر ہوے۔ کیونکہ آپ اسلئے آئے تھے کہ اپنے پدر عالی مقدار کو خوشخبری سُنائین۔ مگر یہ بشارت جناب امیر ؑ کے لئے موجب حزن واندوہ ہوئی۔ پس آپ بھی رونے لگے اور عرض کیا کہ اے بابا مین تو آپکے لئے خوشخبری لایا تھا۔ مگر آپ گریہ فرمانے لگے۔ آخر اسکا سبب کیا ہی۔ حضرت علی ؑ نے امام حسین ؑ کو گود مین لیکر پیار کیا اور فرمایا۔ اے جان پدر عنقریب تمھین میرے اس رونیکا راز معلوم ہو جائیگا۔ گویا آپ نے واقعہ کربلا کی طرف اشارہ فرمایا۔

اسی طرح جب جناب سرور کائنات نے سلمان سے خبر ولادت حضرت زینب سنی تو آپ بھی بہت مغموم ہوے۔ چنانچہ بعض کتب مین مرقوم ہی کہ آنحضرت مسجد مین تشریف رکھتے تھے کہ سلمان شرفیاب خدمت ہوے۔ اور ولادت جناب زینب کی بشارت دیکر تہنیت ومبارکباد عرض کی۔ یہ سُنکر آنحضرت رونے لگے اور فرمایا۔ اے سلمان جبرئیل نے خبر دی ہی کہ یہ دختر مصائب بے پایان مین مبتلا ہو گی

جنکے بیان کا یارا نہین۔
واضح ہو کہ یہ روایت اُس روایت کے منافی نہین کہ بروقت ولادت جناب زینب آنحضرت
مدینہ مین تشریف نہین رکھتے تھے اور بروقت مراجعت آپ خانۂ فاطمہ زہرا مین آئے اور اِس
مولود کو ملاحظہ فرمایا۔ ممکن ہی کہ سلمان کو علم نہ ہو کہ آنحضرت کو ولادت زینب کی خبر معلوم ہو چکی ہی
آپکے اِس ارشاد سے کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہی وہی خبر مراد ہو سکتی ہو جو آپکو خانۂ جناب سیدہ مین دیکھی تھی
حضرت زینب کی کنیت مین اختلاف ہی۔ بعض ام الحسن اور بعض ام کلثوم کہتے ہین۔ چنانچہ بعض خطبے
اور مرثیے جو ام کلثوم کی طرف منسوب ہین وہ درحقیقت آپ ہی کے ہین۔ اور یہی قول قوی ہی۔
اسکی تائید اِس امر سے بھی ہوتی ہی کہ جناب رسولخدا نے فرمایا تھا کہ یہ دختر اپنی خالہ ام کلثوم سے
مشابہ ہی۔ احتمال ہوتا ہی کہ آنحضرت نے ام کلثوم ہی آپ کی کنیت قرار دی ہو۔ اسمین بظاہر
کوئی ہرج نہین کہ حضرت زینب کی خواہر گرامی کا نام بھی ام کلثوم تھا۔ اکثر اہل عرب چند
بھائیون یا بہنون کے ایک ہی نام یا ایک ہی کنیت مقرر کرتے ہین۔ البتہ بغرض تمیز درفع
اشتباہ کوئی نکتہ قرار دے لیتے ہین۔ چنانچہ سید الشہدا امام حسین علیہ السلام نے بوجہ وفور
اخلاص جو آپ کو اپنے پدر عالیمقدار کے ساتھ تھا اپنے ہر پسر کا نام علی رکھا۔ اور دفع اشتباہ
کے لئے ہر نام کے ساتھ اکبر و اوسط و اصغر کا اضافہ فرمادیا۔ بعض منافقین نے آپ پر یہ طعن
کیا کہ اِس ایک نام کے سوا آپ کی اولاد کے لئے کوئی دوسرا نام نہین ہی۔ حضرت نے متغیر ہو کر
ہو کر فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ مجھے سو فرزند عطا کرے تو مین ہر ایک کا علی ہی نام رکھونگا۔
بہرحال ام کلثوم کنیت ہونی آپ کی مدح پر بھی دلالت کرتی ہی۔ کلثوم اُس شخص کو کہتے ہین
جسکا چہرہ فربہ و پر گوشت اور ترش روئی سے خالی ہو۔ اگر زینب کو زنب سے مشتق خیال کرین
تو یہ معنی زینب کے معنون سے کسقدر مناسبت رکھتے ہین۔

بعد واقعہ کربلا تمام مصائب اُٹھانے کے بعد آپ کی کنیت ام المصائب بھی ہوگئی۔

اشارہ۔ جناب زینب کے بعض امتیازات ایسے ہین جنمین آپ اپنے برادر غریب کے ساتھ شریک ہین۔ از انجملہ آپ کے نام مین یہ اثر ہی جسے سنکر دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہی۔ آپ کے بدن کے مس کرنے مین بھی یہی اثر ہی۔ چنانچہ جب کبھی آپ کے جد و پدر و مادر آپکو گود مین لیتے تھے تو بے اختیار رونے لگتے تھے۔ گویا آپ کے مصائب آنکھون کے سامنے پھر جاتے تھے۔ یا ممکن ہی اُن جگھون کو دیکھکر اشک جاری ہوجاتے ہون جہان تازیانے لگائے جائینگے یا نوک نیزہ چبھوئی جائیگی۔ آپ کے مصائب کا ذکر کرنا بھی ایسا مہلکی ہی کہ کیسا ہی قسی القلب ہو مگر ناممکن ہی کہ آپ کی مصیبتون کا حال سنکر یا اُنکا تصور کرکے اُسکا قلب بے چین نہو جائے۔ آپ کی قبر کو دیکھنا یا آپ کی قبر کی غربت کا تصور کرنا بھی باعث گریہ ہی۔ آپ کی قسم دیکر یا آپ کے واسطہ سے خلاق عالم سے حاجت طلب کرنیکا بھی عجیب اثر ہی۔ خداوند عالم اس نام نامی کی برکت سے دعا قبول فرمالیتا ہی۔ یہ امر کچھ تعجب انگیز نہین کیونکہ آپ کے کمالات شخصیہ و مقامات عالیہ و درجات سامیہ کے علاوہ بمقابلہ آپ کی خدمات دینی کے پروردگار کریم کی یہ عطا بہت کم ہی۔ اگر آپ کی اِن مشقتون اور مصیبتون پر نظر کی جائے جو آپ نے بقاے اسلام کے لئے کین تو خداوند عالم کی رحمت سے کچھ بعید نہین کہ اس سے بھی زیادہ مراتب آپ کو مرحمت فرماوے۔ درحالیکہ اُسکے خزانۂ عطا مین سر سوزن کے برابر بھی کمی نہین آسکتی۔ باری تعالیٰ نے دعا قبول ہونا قبۂ حسینی کے ساتھ قرار دیا ہی۔ لیکن حقیقی و معنوی طور سے یہ مکرمہ قبۂ حسین کی مصداق ہی۔ لہذا آپ کے نام مین یہ اثر بخشا گیا کہ بہت سے دردون کی دوا اور استجابت دعا کی کلید ہی۔ نیز آپکا نام خمسۃ النجبا سے ماخوذ ہی جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا۔ اور پنجتن کے نامون مین یہ اثر ہی۔ چونکہ آپ کی خلقت بھی اُسی طینت سے ہوئی ہے

جس سے پنجتن پاک کی ہوئی - لہذا آپ کے اسم مبارک میں اس اثر کا ہونا کچھ بعید نہیں - یہ وجہ بھی ہوسکتی ہی کہ چونکہ اس مظلومہ کا نام عالم بالا سے آیا ہوا ہی جو لوح محفوظ مین ثبت تھا اسلئے یہ اثر ہی - کیونکہ آپکا نام اسماء الحسنیٰ سے ہی - جیسا کہ ارشاد خداوندی ہی وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی - (اور کل اچھے نام اللہ کے ہین -) علاوہ ان وجوہ کے اور وجوہ بھی ہو سکتے ہین مگر بوجہ اختصار اسیقدر پر اکتفا کی گئی -

القاب آپ کے بہت ہین - قبل اسکے کہ اُنکا ذکر کیا جائے یہ بیان کر دینا ضروری ہی کہ یہ محبوبہ اللہ ہر طرح کے کمال وصفات کا مجموعہ تھی اسلئے آپ کے فضائل احاطہ تقریر و تحریر سے باہر ہین - پس کچھ القاب آپ کے اس جگہ لکھے جاتے ہین اور بعض القاب کا ذکر آپکے خصائص کے ضمن مین انشاء اللہ لکھا جائیگا -

آپ کے مشہور القاب یہ ہین - صدیقۃ الصغریٰ - العصمۃ الصغریٰ - ولیتہ اللہ العظمیٰ - ناموس الکبریٰ - الراضیہ بالقدر و القضا - امینتہ اللہ - عالمہ غیر معلمہ - فہیمہ غیر مفہمہ - محبوبۃ المصطفےٰ - قرۃ عین المرتضیٰ - نائبۃ الزہرا - شقیقۃ الحسن المجتبیٰ - شریکۃ الحسین السید الشہدا - زاہدہ - فاضلہ - عاقلہ - کاملہ - عالمہ - عابدہ - محدثہ - مخبرہ - موثقہ - کعبۃ الرزایا - مظلومہ - وحیدہ - عقیلۃ القریش - الباکیہ - الفصیحہ - البلیغہ - الشجاعہ - عقیلۃ خدر الرسالہ رضیعہ ثدی لولایتہ - ارواحی وارواح العالمین فداہا -

خصوصیت سویم - جیسا کہ آپ کے القاب سے ظاہر ہی کہ آپکا شمار سلسلہ صدیقین مین ہی جسکی توضیح اس طرح ہی کہ صدیق صیغہ مبالغہ ہی صدق کا - یعنی جسکے تمام حرکات و سکنات و اقوال و افعال راستی و درستی پر مبنی ہون - اُسے صدیق کہتے ہین صدیقیت ایسا منصب ہی جو منجانب اللہ عطا ہوتا ہی اور ہر شخص اسکا اہل نہین - متعدد اشخاص اس منصب پر فائز ہوے ہین -

انبیاے گذشتہ میں سے حضرت یوسف علیہ السلام اس مرتبہ پر پہونچے۔ اور جناب ابراہیم علیہ السلام کی نسبت یہ ارشاد خداوندی ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا " (بیشک وہ صدیق تھے) اسی طرح جناب مسیح اور اُنکی مادر گرامی حضرت مریم کو قرآن پاک میں اس لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔ اخبار کثیرہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ رئیس صدیقین جناب امیرالمومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام ہیں چنانچہ مقدمہ سویم کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے کہ آیہ مبارکہ۔ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ترجمہ وہی تو ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے کہ بعض پیغمبروں میں سے ہیں اور بعض صدیقوں میں سے ہیں اور بعض شہیدوں میں سے ہیں اور بعض صلحا میں سے ہیں اور یہی لوگ رفاقت کے لیے سب سے اچھے ہیں) میں حسب تفسیر فرمودہ جناب رسولخدا صدیقین سے مراد جناب علی بن ابی طالب ہیں۔ امم سابقہ کی عورتوں میں حضرت مریم اور اس امت میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اس سلسلہ میں شامل ہیں چونکہ حضرت زینب تمام حرکات وسکنات میں اپنی والدہ گرامی کی پیروی واقتدا کرتی تھیں لہذا اس منصب عالی پر بہرہ مند ہوکر صدیقۃ الصغریٰ سے ملقب ہوئیں۔ لفظ صغریٰ تعظیماً اضافہ کیا گیا تاکہ آپ میں اور آپکی مادر گرامی میں تمیز رہے۔

خصوصیت چہارم۔ جاننا چاہئے کہ عصمت اُن درجات عالیہ ومقامات سامیہ سے ہے جو خدا کے بندگان خاص کے ساتھ مخصوص ہے۔ جن میں انبیاء عظام واوصیا شامل ہیں عصمت کے معنی گناہوں اور لغزشوں سے حفاظت کرنے کے ہیں۔ مگر اصطلاحاً یہ مطلب ہے کہ خدا کی عطا کی ہوئی قوت کے ذریعہ سے اپنے آپ کو گناہوں اور لغزشوں سے باوجود اختیار رکھنے کے محفوظ رکھنا۔ انبیا واوصیا کو یہ مرتبہ عطا کرنے میں ایک

یہ حکمت یہی ہی کہ جن اشخاص کو خلاق عالم اپنے بندون پر ریاست تامہ و ولایت عامہ عطا کرے اگر وہ قوت گناہ رکھنے کے باوجود اپنی ذاتون کو گناہون سے محفوظ نہ رکھین تو نظام عالم مین خلل واقع ہوجاے - اگر ان سے کوئی خطا سرزد ہو تو نہ صرف وہ خود ہلاکت مین گرفتار ہونگے بلکہ عامہ ناس کو بھی فاسد کرینگے - بوجہ اسکے کہ تمام آدمی اونکے سپرد کئے گئے ہین اور وہ مربی ارواح و معلم بشر ہوتے ہین - اور اونکی وجہ سے عالم کو فیض پہونچتا ہی - یہی وجہ ہی کہ جب حضرت ابراہیم نے اپنی ذریت کے لئے امامت کی درخواست کی تو بارگاہ احدیت سے یہ خطاب ہوا لَا یَنَالُ عَھْدِی الظَّالِمِیْنَ - (جو ظالم ہونگے وہ میرے عہد سے فائدہ نہ اٹھائینگے) مطلب یہ ہی کہ تیری ذریت مین سے جو ظلم کرینگے وہ اس منصب کی لائق نہین ہین -

یہ بھی واضح ہو کہ عصمت کا مرتبۂ اعلےٰ اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے مخصوص ہی - جیسا کہ اس آیہ شریفہ مین ہی - اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا - (ترجمہ اے اہلبیت سواے اسکے نہین ہی کہ خدا یہ چاہتا ہی کہ تم سے نجس کو دور کردے اور تمکو ایسا پاک کردے جیسا کہ پاک کرنیکا حق ہی) -

چونکہ جناب زینب نے طینت محمدیہ و مجاہدہ نفسانیہ و ترک لذات حیوانیہ کی وجہ سے اعلیٰ مقام حاصل کیا تھا اسلئے آپ عصمت صغریٰ کہی جاتی ہین - خود اوس معظمہ نے اپنے بعض احتجاجات مین اپنی عصمت کی طرف اشارہ فرمایا ہی -

یہ نکتہ بھی غور کرنے کی قابل ہی کہ عصمت ملائکہ و عصمت انبیا مین فرق ہی - ملائکہ مین قوت شہوانیہ و غضبیہ وغیرہ پیدا ہی نہین کی گئی - لیکن انبیا مین یہ قوتین بھی ہوتی ہین اور پھر بھی معصوم ہوا کرتے ہین - اسی لئے انبیا کو ملائکہ پر شرافت حاصل ہوتی ہے - پس معلوم ہوا کہ بوجہ عصمت جناب زینب بھی ملائکہ سے اشرف و افضل ہین -

خصوصیت پنجم - ایک لقب آپکا ولیۃ اللہ بھی ہی - یہ مخدرہ کئی وجوہ سے اس لقب کی شایان ہی - اول - بوجہ عبادت و بندگی جو مرتبہ آپ نے حاصل کیا - دویم - ان صدمون اور مصائب کی آپ تحمل ہوئین جو احیاء و بقائے دین اسلام کی سبب سے آپ پر پڑے - سویم - علاوہ اوس محبت کے جو آپکو اپنے باقی اہل خاندان سے تھی امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی کے ساتھ خاص محبت تھی - پس جسکو امام حسینؑ کی محبت جسقدر زیادہ ہوگی اوسیقدر اوسکا مقام اعلےٰ ہوگا - اور یہ معظمہ غرق بحر محبت حسینی تھی - چہارم - بہ سبب اوس محبت و الفت کے جو آپ کے جد و پدر و مادر و برادر آپ کے ساتھ کرتے تھے اور جو الفت آپکو اونکے ساتھ تھی - یہ بزرگوار جس سے محبت کرین یا جو انسے محبت رکھے وہ بلا شک مورد الطاف الہی ہوگا -

خجستہ دختر زہرا کہ ہست آئینہ	ز پا تا بہ سر و جلوہ آکہ در اوست
ز ممکنات بواجب کس اشتباہے نیست	بغیر عصمت صغریٰ کہ اشتباہ در اوست
گواہ عظمت او اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ	نہ بس ہمین ہمہ قرآن بگو گواہ در اوست

خصوصیت ششم - اس مظلومہ کا ایک لقب الراضیہ بالقدر والقضا ہی - اسکے ظاہری معنی سے واضح ہی کہ اس لقب کی مصداق حقیقی یہی محترمہ ہو آپ سے ایسی ثبات قدمی کا ظہور ہوا کہ جو مصائب قضا و قدر کی جانب سے آپ پر نازل ہوے اونھین نہایت استقلال کے ساتھ برداشت کیا درگاہ احدیت سے آپکو وہ مرتبہ ملا ہوا تھا کہ اگر آپ اشارہ فرماتین تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے - مگر باوجود اس اختیار کے کمال کشادہ پیشانی و خندہ روئی کے ساتھ تنہا عالم غربت مین تمام شدائد اور تکلیفون کا استقبال کیا - اگر کوئی شخص محض آپکی غربت ہی کا تصور کرے تو کیسا ہی قسی القلب ہو مگر آنکھون سے آنسو ٹپکنے لگینگے - مقام غور ہی کہ تنہا ایک غریب عورت اور اسقدر ہجوم مصائب - چونکہ انشاء اللہ آئندہ کمالات نفسانیہ

جناب زینب کی نسبت مفصل ذکر کیا جائیگا۔ اسلئے یہان اسیقدر لکھنا کافی ہو۔

خصوصیت ہفتم۔ منجملہ القاب ایک لقب آپکا امینۃ اللہ ہو۔ آپ نے ودائع آلہیہ کی ایسی حفاظت کی کہ آپ اس لقب کی مستحق قرار پائین۔ اگر آپ امینۃ اللہ نہوتین تو نہ آپ مخزن اسرار آلہیہ ہوتین اور نہ جناب سید الشہداء ودائع آلہی اور اہلبیت رسول کو آپ کی سپرد فرماتے۔ کہ جنکی وجود کی وجہ سے تمام عالم برقرار تھے۔ اجمالاً یہ ہو کہ جب ارادۂ آلہی مین گذرا کہ جناب سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ یہ بے قیمت معاملہ کرے۔ تو ایک ایسے وجود کی بھی ضرورت تھی جو نہ صرف حامل اسرار نبوت و امامت و ولایت ہو سکے بلکہ اصل شجرہ نبوت و قطب دائرہ ولایت کی حفاظت بھی کرے۔ لہذا وجود مقدس جناب زینب کو پیدا کیا جو ہر طرح اس قابل تھین کہ اس امانت آلہیہ کی متحمل ہو سکین۔ اگر پورے طور سے انکے فضائل و مناقب ضبط تحریر مین لائے جائین تو خوف ہو کہ کم فہم مجھے غالی نہ کہنے لگین مجملاً یہ ہو کہ پروردگار نے انکو ایسی استعداد مرحمت فرمائی تھی کہ دہسات مین آپ حضرت سجاد علیہ السلام کے شریک تھین جسکا مفصل ذکر خصوصیت نیابت مین کیا جائیگا۔

اشارہ۔ اس نکرمہ مین حامل اسرار آلہیہ ہونیکی قابلیت تھی۔ اسلئے آفریدگار نے آپکو پیدا کیا تھا کہ اس منقبت مین آپکو اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ زہرا کے ساتھ مشابہت تامہ ہو جیسا کہ ارشاد ہوا ہو کہ اگر علی نہوتے تو آدم سے لیکر خاتم تک صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہ زہرا کا کفو نہ ہوتا۔

خصوصیت ہشتم۔ آپکا جو لقب عالمۂ غیر معلّمہ ہو وہ جناب سید سجاد کا عطا کردہ ہے۔ امام نے یہ الفاظ جناب زینب کی تسلی اور انکا مرتبہ ظاہر کرنے کی غرض سے ارشاد فرمائے تھے تاکہ لوگون کو معلوم ہو جائے کہ اس گوہر بحر عفت کو حق تعالے نے کیا مرتبہ کرامت فرمایا ہے۔ بازار کوفہ مین جب اس مخدرہ نے اپنے خطبہ سے اہل کوفہ کے دلون کو ہلا دیا تو قطب الموحدین جناب امام زین العابدین کو خوف ہوا کہ ایسا نہو اپنے مصائب پر خیال کرکے جناب زینب

کی روح مقدس پرواز کر جائے۔ لہذا بغرض تسلی آپ نے فرمایا۔ یا عمہ اسکتی ففی الباقی من الماضی اعتبار وانت بحمد اللہ عالمۃ غیر معلمۃ فہمۃ غیر مفہمہ الخ۔

(ترجمہ۔ خاموش رہیے جو چیز گذر گئی اوس سے زیادہ معتبر آنے والی ہی۔ بحمد اللہ آپ عالم بغیر تعلیم اور سمجھدار بغیر سمجھائے ہوے ہین)۔

اشارہ۔ یہان کئی مطالب معلوم ہوے۔ اول۔ یہ کہ جناب زینب اس مرتبہ کی قابل تھین جسکی شہادت امام نے دی۔ دویم۔ آپکا مطلب ان الفاظ کے فرمانے سے یہ تھا کہ اس مکرمہ کے فضائل کا اظہار فرمائین۔ سویم۔ امام زین العابدین کی غرض یہ تھی کہ جسطرح حضرت زینب نے کربلا مین سید سجاد کی تسلی وتشفی کی تھی اس موقع پر آپ اپنی پھوپی کی تسلی فرماکر تلافی کرین۔

یہان کسیقدر شرح وبسط کے ساتھ بعض مطالب لکھنے منظور ہین جنکے مطالعہ سے انشاءاللہ دیدہ ناظرین منور اور ایمان تازہ ہوگا۔ واضح ہو کہ منجملہ کمالات نفسانیہ ومقامات انسانیہ کے مقام علم نہایت رفیع ہی علم تمام شرافتون کا سردار اور بہترین ملکات سے ہی علم ہی غذاے روح اور سبب حیات جاوید ہی علم ایسی چیز ہی جسکی فضیلت سے کسیکو انکار کی گنجایش نہین۔ اگرچہ ضرورت نہ تھی مگر تبرکاً چند آیات قرانیہ اور چند احادیث لکھی جاتی ہین جن سے علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہی قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔

(ترجمہ۔ تو پوچھ کیا برابر ہو سکتے ہین وہ لوگ جو جاننے والے ہین اور وہ لوگ جو نہین جانتے)۔ ماحصل اس آیہ کا یہ ہی کہ عالم کو جاہل سے کوئی نسبت نہین۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہی۔ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ

(ترجمہ۔ اللہ نے گواہی دی ہی کہ یقیناً کوئی معبود نہین ہی سواے اُسکے اور تمام ملائکہ اور صاحبان علم نے بھی جو انصاف پر قائم ہین)۔ یہان خداوند عالم نے ملائکہ اور اہل علم

کی گواہی کا ایک ہی درجہ قرار دیا۔ پھر جناب ختمی مرتبت کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔
(ترجمہ:۔ کہو اے رسول کہ پروردگار تو میرے علم کو زیادہ کر معلوم ہوا کہ سوائے علم کے اگر کوئی دوسری چیز شریف تر و نفیس ہوتی تو باری تعالیٰ اپنے حبیب سے اُس کے طلب کرنے کی فرمائش کرتا۔ پس ثابت ہوا کہ ذات مصطفوی کے شایان شان بجز علم کے کوئی دوسری چیز نہ تھی۔ اس سے زیادہ رفعت علم اور کیا ہو سکتی ہے۔ اخبار متواترہ سے علم کی فضیلت ثابت ہے۔ از انجملہ ارشاد رسول ہے۔ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ۔

(ترجمہ:۔ علم کا طلب کرنا کل مسلمان مردوں اور عورتوں پر فرض ہے۔ دوسرے موقع پر ارشاد ہے۔ اطلبوا العلم من المھد الی اللحد۔

(ترجمہ۔ گھوارہ سے لیکر قبر تک علم طلب کرو) جبکہ اجمالاً علم کی فضیلت ثابت ہو گئی تو اب یہ سمجھنا چاہئے کہ علم کی دو قسمیں ہین کسبی و موہوبی کسبی اُسے کہتے ہین جسے کوئی شخص زحمت اور تکلیف اٹھاکر حاصل کرے جسقدر کوئی شخص تحصیل علم مین زحمت و تکلیف اٹھائیگا اُسی اندازہ سے اُسے علم حاصل ہوگا۔ موہوبی اُس علم کو کہتے ہین کہ خلاق عالم کسی شخص کو اُسکی استعداد اور لیاقت کی موافق بلا کسی زحمت و محنت کے عطا فرمائے۔ اس علم کے کئی درجے ہوا کرتے ہین۔ بعضون کو یہ علم بطور الہام بغیر کسی واسطہ کے مرحمت ہوتا ہے۔ بعض کو فرشتہ کے ذریعہ سے تعلیم کی جاتی ہے۔ اگر وہ فرشتہ نظر آئے تو اسے وحی ورنہ محدث کہتے ہین۔ بعض عالم رویا مین بہرہ مند ہوتے ہین۔ انمین سے ہر گروہ ان درجات سے کوئی درجہ اپنے رتبہ و مقام کی موافق حاصل کرتا ہے ان درجات کا حاصل کرنا کوئی آسان کام نہین ہے سوا آنحضرت خاتم الانبیا و اوصیا و ملائکہ کے کوئی اس نعمت سے مستفیض نہین ہو سکتا۔ تاہم کوئی ایک درجہ۔ اور کوئی دو درجے اس علم کے طے کرتا ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کی ذات والا صفات نے یہ کل درجات طے فرمائے تھے۔

آپ کے بعد حضرت صدیقہ صغریٰ زینب کبریٰ الہام ومحدثہ کے درجہ پر فائز ہوئین - چنانچہ حضرت سجاد نے آپکو جو عالمہ غیر معلمہ کہا وہ بھی بطریق الہام ہی - چونکہ آپ کے القاب محدثہ وغیرہ بھی ہین - اسلیے معلوم ہوا کہ یہ صفات بھی آپ مین موجود تھین - جسے درجہ الہام حاصل ہوا اُسکے لیے محدث ہونا بلحاظ اُسکے مرتبہ کے کوئی بڑی بات نہین ہی اہلبیت رسالت کے خادم وخادمہ مثل سلمان وفضہ محدث ومحدثہ ہوے ہین - جناب زینب کی شان تو ارفع واعلیٰ ہی - آپکو اپنے علم کے اظہار کے کئی موقعے ہوے - **اول** - کوفہ مین جبکہ آپ کے پدر بزرگوار بھی وہین تشریف رکھتے تھے - چنانچہ بعض کتب مین مسطور ہی کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کوفہ مین تشریف فرما تھے تو یہ مخدرہ اپنے مکان مین مجلس کر کے عورتون کے سامنے تفسیر قرآن بیان فرمایا کرتی تھین - ایک روز آپ کہیعص کی تفسیر بیان فرما رہی تھین کہ جناب امیر المومنین بھی تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ اے نور دیدہ - مین نے اوس تفسیر کو سنا جو تم عورتون کے سامنے بیان کر رہی تھین - اسکے بعد فرمایا - اے لخت جگر - ان حروف مین بطور رمز واشارہ ان مصیبتون کا ذکر کیا گیا ہی جو تم پر اور نیز عترت پیغمبر پر وارد ہونگی - پھر حضرت نے ان تمام مصائب کو اپنی دختر نیک اختر کے سامنے بیان کیا جو گذرنے والے تھے - یہ سنکر اُس مظلومہ کی آنکھون سے آنسو جاری ہوے اور فریاد آہ ونالہ بلند ہوئی - تعجب ہی کہ اُس معظمہ کو اپنے مصائب کا علم تھا - مگر پھر بھی حضرت کی زبان مبارک سے سنکر دل بے قابو ہو گیا - ہاے - اُسوقت کیا حال ہوا ہو گا جبکہ یہ تمام مصیبتین آنکھون کے سامنے گذری ہونگی - اسی سے خیال کرنا چاہیے کہ وہ مصیبت کیسی عظیم تھی -

دوم وسوم - کوفہ وشام مین آپ نے جو احتجاجات کیے اُنسے بھی آپکے علوم کا اظہار ہوتا ہی - باوجود مصائب مین مبتلا ہونیکے آپ نے اپنی دلایل وبراہین سے مخالفون کو ایسا ملزم کیا کہ اُنسے ساکت ہو کر گردنین جھکا لین - ان احتجاجات کی تفصیل کتب مقاتل مین درج ہی -

خصوصیت نہم - آپکا لقب محبوبۃ المصطفےٰ بھی ہی جسکے کئی وجوہ ہین - **اول** - اسلئے کہ بوجہ ان دینی خدمات کے جنکا ذکر ولیۃ اللہ کے ضمن مین کیا گیا آپ محبوبۃ اللہ تھین - پس جسے خدا دوست رکھیگا جناب رسولخدا بھی اُسے ضرور دوست رکھینگے - **دویم** - اسوجہ سے کہ آپ آنحضرت کی اولاد تھین - اور اولاد سے محبت ہونا خلقی فعل ہی - **سویم** - اس سبب سے کہ آپ محبوبۂ جناب فاطمہ تھین - اُس مخصوص محبت کی وجہ سے جو جناب رسالتمآبؐ کو جناب زہرا کے ساتھ تھی جب آپ اپنی مادر گرامی کی محبوبہ تھین تو آنحضرت کے نزدیک بھی آپ محبوبہ تھین - لان الانسان اذا احب شیئًا احب آثارہ - (انسان جس چیز کو دوست رکھتا ہی اسکے نشانات کو بھی دوست رکھتا ہی)

علی ہذا بوجہ محبت علی بن ابی طالب آپ حضرات محبوب خدا کی محبوبہ تھین - **چہارم** - اسلئے کہ جناب زینب کو حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام سے بیحد محبت تھی - اور یہ امر آپکے امتیازات مین داخل ہی - چونکہ آنحضرتؐ کو بھی امام حسینؑ کے ساتھ خاص علاقہ تھا - جیسا کہ اس ارشاد مبارک سے ظاہر ہے - حسین منی وانا من حسین - (حسین مجھسے ہی اور مین حسین سے ہون -) - اس صورت مین بھی آنحضرت کا جناب زینب کو محبوب رکھنا فعل لازمی ہی - **پنجم** - اسلئے کہ بقائے دین اسلام کا سبب ایک آپکی بھی ذات تھی - درحقیقت آپ نے اپنے جد بزرگوار جناب رسولخداؐ کی ترسٹھ برس کی تکلیفون اور زحمتون کی نگہداری کی - **ششم** - حضرت قطب العارفین جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو تسلی وتشفی دیکر گویا آپ نے تمام ائمہ کی حفاظت ونگہداری کی - جسکی تفصیل انشاءاللہ آئندہ آئیگی - پس انھین وجوہ سے آپ قرۃ العین مرتضےٰ بھی ہین -

خصوصیت دہم - آپکا لقب نائبۃ الزہرا بھی ہی - قبل اسکے کہ اس لقب کی شرح کی جائے بطور تمہید یہ عرض کرنا ضروری ہی کہ یہ بات مسلم ہے کہ ہر امر کے قائم کرنے اور باقی رکھنے کے لئے دو ہستیون اور انجمنون کا ہونا لازمی ہی - اول - انجمن تاسیسیہ جسمین اوس کام کی اہمیت کی موافق ایک

یا زیادہ اشخاص شامل ہون۔ جو اپنے افعال و تدابیر سے اُس کام یا ادارہ کی بنیاد رکھین۔ دوسرے انجمن ابقائیہ ہی۔ جسکا مطلب یہ ہی کہ اُسمین ایسے لوگ شامل ہون جو اپنی جان و مال کے فدا کرنے مین دریغ نکرین تاکہ جو امر یا ادارہ قائم کیا گیا ہی اُسے ثبات حاصل ہو۔ اور جو مشکلات پیش آئین اُنھین ہموار کرکے اُس امر یا ادارہ کی بنیاد کو مستحکم کردین۔ کسی قائم شدہ امر یا ادارہ کی بنیاد رکھنے کے بعد اُسکی حفاظت رکھنا اگر اُسکی بنیاد رکھنے سے زیادہ نہین تو کچھ کم بھی نہین ہی۔

جب یہ معلوم ہوچکا تو یہ نکتہ بھی ذہن مین رکھنا چاہیے کہ دین اسلام تمام سابقہ شریعتون کا منسوخ کرنے والا اور ہمیشہ کے لئے ہی۔ لہذا خلاق عالم نے اِس دین مبین کے لئے بھی دو ہیئتین یا انجمنین اختیار فرمائین۔ ایک تاسیسہ۔ دوسری ابقائیہ۔ ہیئت تاسیسیہ مرکب تھی عقل کل وہادی سُبل محمد بن عبد اللہ (جو رئیس و مقنن تھے اسیلیے آپ شارع کہے جاتے ہین) اور انہی شجاعت اور شمشیر خارا شگاف کے ذریعہ سے ان قوانین کے جاری کرنے والے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام تھے۔ جیساکہ آنحضرتؐ نے جنگ خندق مین ارشاد فرمایا تھا جبکہ امیر المومنین کا عمرو ابن عبد ود سے مقابلہ ہوا تھا۔ برز الاسلام کلہ الی الکفر کلہ۔ (ترجمہ۔ پورے کفر کے مقابلہ مین پورا اسلام نکلا)۔ اور حضرت خدیجہ نے اپنا تمام مال اشاعت اسلام مین صرف فرمایا۔ اور جناب فاطمہ زہرا نے ان تمام مصائب و شدائد کے ذریعہ سے احیائے دین فرمایا جو آپ پر پڑے۔ تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ ایک ایسا پیغمبر آیا تھا جسنے تیئیس۲۳ سال تک زحمت و تکلیف اُٹھا کر لوگون کو راہ ضلالت و جہالت سے ہٹا کر راہ ہدایت دکھائی ہر چند اُسے تکلیفات جسمانی و روحانی پہونچائی گئین مگر وہ مخالفون کے لئے بھی دعا کرتا تھا۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ خداوندا تو میری قوم کو ہدایت فرما یہ مجھے نہین جانتے)۔ ایسا رؤف

در حیم پیغمبر جب اس دنیا سے اُٹھا تو اُسکی یادگار ایک دختر باقی تھی۔ جسکے نور سے عالم روشن تھا۔ اور پیغمبر نے خلوت و جلوت مین بارہا اس دختر کے حق مین وصیت فرمائی تھی۔ اور پروردگار عالم نے اس دختر اور اسکی ذریت کی محبت کو اجر رسالت قرار دیکر یہ محبت تمام مسلمانون پر واجب فرمائی۔ لیکن بعد جناب رسولخدا امت نے بجائے محبت و نگہداری اس معظمہ کو اسقدر تکلیفین پہونچائین کہ جنسے تنگ آکر فرماتی تھین۔ الھی عجل فی وفاتی (پروردگارا مجھے جلد موت دیدے) وہ مصیبتین کیسی تھین کہ جناب فاطمہ ان الفاظ مین شکایت کرتی ہین۔ صبت علیّ مصائب لو انھا ٭ صبت علی الایام صرن لیالیا۔ (ترجمہ۔ مجھپر وہ مصیبتین پڑی ہین کہ اگر وہ دنون پر پڑتین تو وہ ضرور راتین ہوجاتے)۔ حالانکہ جناب فاطمہ زہرا اس بات پر قادر تھین کہ اگر مرضی مبارک ہوتی تو ان ظالمون کو اس جور و ستم کا مزا چکھا دیتین۔ چنانچہ یہ خیال کرکے کہ مبادا مخالفین اس صبر کو عجز نہ خیال کرین آپ نے نفرین کرنے کا ارادہ کیا تو تمام عالم مین زلزلہ ہوگیا اور مسجد کے ستون حرکت کرنے لگے۔ یہ حالت دیکھکر آپ نے صبر کرنیکو ترجیح دی۔ ایسے ہی جب امیرالمومنین ع تشریف لائے اور آپ نے اپنا حال بیان کرکے شکایت کی۔ تو حضرت علی کھڑے ہوگئے اور چاہا کہ ان منافقین امت سے انتقام لین اور اُنھین کیفر کردار کو پہونچائین۔

جناب سیدہ نے دیکھا کہ اگر علیؑ احقاق حق کے لئے باہر چلے گئے تو حق ضرور ظاہر ہوجائیگا۔ مگر اسکے ساتھ ہی دین اسلام بھی پائمال ہوگا جسکے لئے آپ کے پدر بزرگوار نے کیسی کیسی مصیبتین اُٹھائی تھین۔ لہذا آپ نے کسی طرح حضرت علی کو باہر نہ جانے دیا اور صبر فرماکر روح و جسم کو فدائے دین کردیا۔ آج دنیا مین جو مسلمان نظر آتے ہین اُسکا باعث وہی تحمل و صبر ہے جو جناب فاطمہ زہرا و علی مرتضیٰ نے فرمایا۔ اسی طرح جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے

مسلمانون کی سستی و غفلت کو دیکھکر خیال کر لیا کہ دشمن کے ساتھ صلح و آشتی کرنے سے احیاے دین ہوتا ہی - تو آپ نے اسی طرح ترویج اسلام فرمائی - غرض ان پانچ بزرگوارون نے اپنے اپنے اندازہ کی موافق اجراے قواعد دینیہ و قوانین اسلامیہ مین کوشش فرمائی -

ہیئت ابقائیہ اس طور سے مرکب تھی کہ اُسکے رئیس تو جناب سید الشہدا امام حسین علیہ السلام تھے اور آپ کے ساتھ چار بزرگوار اور تھے - جن مین سے ہر ایک انجمن تاسیسیہ کا رکن تھا -

حضرت علی اکبر بطور نائب پیغمبر اس انجمن مین شریک تھے - اور آپ طینت خاصہ محمدیہ سے تھے - چنانچہ آپ کی زیارت مین ہی - السلام علی اول شہید من نسل خیر سلیل من سلالۃ - (ترجمہ - سلام ہو اس شہید اول پر جو اُس نسل سے ہی جسکا سلسلہ پاکیزہ ہی) اس سلسلہ سے سلسلۂ محمدیہ مراد ہی - اور آپکو منصب ولایت حاصل تھا - آپ کی زیارت مین ہے السلام علیک یا ولی اللہ وابن ولیہ - (ترجمہ - آپ پر سلام ہو اے ولی اللہ فرزند ولی اللہ کے) - آپ کی نسبت جناب سید الشہدا کا ارشاد ہی - اشبہ الناس خُلقا وخَلقا ومنطقا برسولک - (ترجمہ - تیرے رسول سے خلق اور خلق وگفتار مین سب سے زیادہ مشابہ تھا) اس ارشاد مین بھی آپ کی نیابت رسول کی طرف اشارہ ہی - جس وقت علی اکبر نے قصد میدان کیا تو امام حسینؑ نے اُنھین لباس پیغمبر پہنا کر مرکب پیغمبر پر سوار کیا اور خود مشایعت فرمائی تاکہ لوگون کو آپ کی نیابت کا علم ہو جائے - **نکتہ** - مرکب و اسلحہ خاص پیغمبر پر کوئی متصرف نہین ہو سکتا سواے وصی پیغمبر کے - چنانچہ مسطور ہی کہ کوئی شخص عالم رویا مین زیارت امام حسینؑ سے مشرف ہوا - اُسنے عرض کیا کہ یا حضرت - باوجود شجاعت علویہ کے علی اکبر کو ایک زرہ اور شمشیر نے کسطرح خستہ کر دیا تھا کہ اُنھون نے آپ کی خدمت مین عرض کیا تھا - ثقل الحدید اجہدنی - (لوہے کی سنگینی نے مجھے خستہ کر دیا ہی) - امام حسین نے جواب دیا -

حملتہ اثقال الامامہ۔ (یعنے بار امامت اٹھا رکھا ہے۔) اے شخص۔ وہ سنگینی اس ظاہری آہن کی نہ تھی بلکہ وہ بار امامت کی سنگینی تھی جس سے وہ خستہ ہوا تھا۔

اشارہ ۔ اس معاملہ مین علی اکبر کو اپنے جد حضرت علی ابن ابی طالب ؑ کے ساتھ بہت مشابہت تھی۔ اس لئے کہ جب جناب سرور کائنات نے چاہا کہ حضرت علی کے کاندھے پر سوار ہوکر خانہ کعبہ کے بت اپنے دست مبارک سے گرائین۔ تو باوجود اس قوت و شجاعت کے حضرت علی بار نبوت کے متحمل نہو سکے۔ اسی طرح علی اکبر جب اسلحہ رسول لگا کر مرکب رسول پر سوار ہوئے تو آپ کو بھی سنگینی محسوس ہوئی۔ کیونکہ اُسوقت آپ بار نبوت و وصایت کے حامل تھے۔ جسطرح حضرت علی ؑ کی فضیلت و منقبت دوش رسول اور مہر نبوت پر قدم رکھنے سے ظاہر ہوئی۔ اسی طرح علی اکبر کی فضیلت اس بار کے اُٹھانے سے روشن ہوتی ہی یہ تمام مطالب اس امر پر شاہد ہین کہ اس معرکہ مین علی اکبر بہ حیثیت نائب رسول شریک تھے امام حسین ؑ کو جو محبت والفت غیر معمولی ان کے ساتھ تھی وہ صرف ایسی محبت نہ تھی جو باپ کو بیٹے سے ہوتی ہی۔ بلکہ آپ جسقدر محبت یا احترام اِس فرزند کا کرتے تھے وہ اپنے جد گرامی کی محبت کے سبب سے کرتے تھے۔

حضرت عباس کو نیابت اپنے پدر بزرگوار جناب امیر المؤمنین کی حاصل تھی۔ چنانچہ بعد وفات حضرت فاطمہ زہرا جب حضرت علی ؑ نے تزویج کا قصد کیا تو جناب عقیل سے فرمایش کی کہ ایسے خاندان کی عورت تلاش کرین جو شجاعت مین مشہور ہو۔ تاکہ اُس سے فرزند شجاع متولد ہو۔ حضرت عقیل نے ام البنین کو منتخب کیا جن سے حضرت عباس پیدا ہوئے۔ زمانۂ حیات حضرت علی ؑ مین بھی جناب عباس اپنے بھائی امام حسین ؑ کی خدمت مین مصروف رہتے تھے۔ بوقت رحلت حضرت علی ؑ نے اپنی تمام اولاد و ذریت کی نسبت امام حسن ؑ کو

وصیت فرمائی۔ مگر عباس کو حضرت امام حسین عہ کے سپرد فرماکر سفارش کی۔ یہ امورات شاہدین کہ جناب عباس واقعۂ کربلا مین نائب جناب امیر علیہ السلام تھے۔

حضرت قاسم اپنے پدر عالیمقدار حضرت امام حسن عہ کی طرف سے نائب تھے۔ اس پر شاہد ہی وہ تعویذ جو آپ کے بازو پر بندھا تھا۔ اور جس مین امام حسن ع نے قاسم کو امام حسین ع کی امداد کرنے کے لئے وصیت و تحریص فرمائی تھی۔

حضرت زینب اپنی والدہ فاطمہ زہرا کی طرف سے نیابت رکھتی تھین۔ اور آپ نے ہر موقع و محل پر یہ حق نیابت نہایت خوبی سے ادا کیا۔ یہانتک کہ بوقت وداع آخر حضرت زینب نے اپنے مظلوم بھائی کا بوسۂ گلو نیابتًا اپنی مادر گرامی کی طرف سے لیا۔ آپ اسلیئے نائب فاطمہ بنین کہ نہ صرف اپنے مظلوم برادر اور ذریت محمدی کی حفاظت کرین بلکہ دین اسلام کی نگہداری بھی ملحوظ رکھین۔ اور کوفہ و شام مین احتجاج کر کے اسلام کی حقیت اور آل محمد کی فضیلت ثابت فرمائین۔ ان فرائض کے ادا کرنے مین جو مصائب آپ پر گذرے اور جنھین آپ نے نہایت تحمل و صبر و شکیبائی کے ساتھ برداشت کیا اُنکی تفصیل کی یہان گنجایش نہین۔ یہی وجہ ہی کہ آپ نائبۃ الزہرا کے لقب سے ملقب ہوئین۔ بلکہ بعض حیثیت سے آپ اپنی جدۂ ماجدہ حضرت خدیجہ کے بھی نیابت رکھتی تھین۔ کیا عجب ہی کہ جناب سرور کائنات ص نے آپ کو جو حضرت خدیجہ کے ساتھ تشبیہ دی تھی وہ اسی وجہ سے ہو۔ جیساکہ شروع کتاب مین ذکر کیا گیا۔

اشارہ ۔ واضح ہو کہ اگر واقعۂ کربلا نہ ہوتا اور اہل بیت محمدی پر یہ مصائب نہ گذرتے اور یہ حضرات اس مظلومیت کے ساتھ ان شدائد کے متحمل نہ ہوتے تو دین اسلام بالکل مضمحل ہو جاتا کیونکہ امور مسلمین کی باگ جنکے ہاتھون مین تھی اُنھون نے ایسا طریقہ اختیار کیا تھا کہ عام مردم

اہلِ بیت رسولؐ کو چھوڑ کر خود اختیاری سے ایسے افعال کریں جنسے اسلام تباہ و برباد ہو جائے۔ جناب سید الشہداءؑ یہ دیکھکر مانع ہوتے تھے۔ اور ہمیشہ آپ مجمعون اور مجالس میں امر بمعروف و نہی از منکر فرما کر اور اُس گروہ کے افعال قبیحہ کو بیان کر کے لوگون کو گمراہی سے بچا کر دین کی حفاظت فرماتے تھے۔ یہ تمام باتین اغراض فاسد بنی امیہ کے بالکل خلاف تہین۔ اس لئے وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ حضرت کو قتل کر کے دنیا کو آپ کے وجود ذیجود کی برکت سے محروم کر دین۔ چنانچہ خود حضرت سید الشہداءؑ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر مین جانورون کے سوراخ مین بھی پناہ لونگا تو بھی بنی امیہ مجھے قتل کرینگے۔ لہذا آنحضرت اور آپکے اہلِ بیت نے اس لئے صبر کیا کہ دین مبین باقی رہے۔ کیونکہ جناب سید الشہداءؑ رئیس ہیئت ابقائیہ تھے۔

خصوصیت یازدہم حضرت زینب کو شریکۃ الحسین بھی کہتے ہین۔ آپ کئی طرح سے اپنے مظلوم بھائی کی شریک رہین۔ **اول**۔ جب بمصداق آیۂ کریمہ۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ۔ (ترجمہ۔ یقیناً اللہ نے خرید لیا ہے مومنون سے اُنکی جانون کو اور اُنکے مالون کو اسکے بدلے مین کہ اُنکے لئے جنت ہے وہ مقابلہ کرتے ہین اللہ کی راہ مین پس وہ قتل کرینگے اور قتل کئے بھی جائینگے)۔

امام حسین علیہ السلام نے خدا کے ساتھ یہ بے بہا معاملہ کیا۔ اور مال۔ جان۔ اولاد۔ عزت و آبرو وغیرہ کو راہ خدا مین قربان کر کے اس معاملہ کو کامل و تمام کر دیا۔ تو آپ مالک بہشت و صاحب وسیلہ و صاحب علم شفاعت ہو گئے۔ اگر آپ کی یہ ہمشیر جو ہر وقت آپکی معین اور شریک تھی نہ ہوتی تو یہ معاملہ ناقص رہ جاتا۔ **دویم** مکہ و مدینہ سے سفر کرنے کے

وقت سے سفر شام تک حضرت زینب اپنے برادر مظلوم کی ہر مصیبت مین شریک رہین۔
سویم۔ ان مصائب پر جو اجر درگاہ احدیت سے امام حسین علیہ السلام کو ملا اُس مین آپ بھی شریک ہین۔ چہارم۔ شفاعت گنہگاران مین بھی آپ شریک ہین۔
پنجم۔ امام حسین نے بقاے دین مبین مین جو حد درجہ کی کوشش فرمائی اُسمین آپکا حصہ بھی کچھ کم نہین۔ انہین وجوہ سے آپ کو شریکۃ الحسین کہا گیا۔

خصوصیت دوازدہم۔ ایک لقب جناب زینب کا زاہدہ ہی۔ منجملہ دیگر اخلاق حسنہ واوصاف حمیدہ کے زہد بھی ہے۔ جس کسی کو کوئی درجۂ عالی علاوہ زہد ہی کی وجہ سے ملا۔ شریعت مقدسہ اسلامیہ مین طرح طرح سے زہد کی ترغیب وتحریص دی گئی ہے۔ اسوۃ الموحدین جناب امیر المؤمنینؑ زہد کی نسبت ارشاد فرماتے ہین۔ الزاھد فی الدنیا ثلاثۃ احرف زاء وھاء ودال فاما الزاء فترك الزینۃ واما الھاء فترك الھوا واما الدال فترك الدنیا۔ ماحصل اس ارشاد ہدایت بنیاد کا یہ ہی کہ زہد مین تین حروف۔ ز۔ ہا۔ دال ہین۔ ز کا مطلب یہ ہی کہ زینت کو اور ہا سے ہوا کو دال سے دنیا کو ترک کرے۔ گویا زہد ترک زینت وہوا وہوس وترک دنیا کا نام ہے۔ زاہدون کے لئے جو اجر وثواب مقرر ہی وہ بھی حد وحساب سے باہر ہی۔ چنانچہ ایک حدیث موافق بروایت ارشاد القلوب یہان نقل کی جاتی ہی۔ شب معراج جناب رسول مختار سے خطاب ہوا۔ یا احمد ھل تعرف ما للزاھدین عندی قال لا یا رب قال یبعث الخلق ویناقشون الحساب وھم من ذلك آمنون ان ادنی ما اعطی الزاھدین فی الآخرۃ انی اعطیتھم مفاتیح الجنان کلھا حتی یفتحوا ای باب شاء ولا احجب عنھم وجھی ولا نعمنھم بالوان التلذذ من کلامی ولا جلسنھم فی مقعد

صدق و اذکرھم ما صنعوا و تعبوا فی دار الدنیا و فتح لھم اربعۃ ابواب باب یدخل علیھم الھدایا بکرۃ وعشیا من عندی و باب ینظرون منہ الی کیف شاؤا بلا صعوبۃ و باب یطلعون منہ الی النار فینظرون الی الظالمین کیف یعذبون و باب یدخل علیھم الوصائف والحور العین - (ترجمہ - اے احمدؐ - تم جانتے ہو کہ میرے نزدیک زاہدون کا کیا مرتبہ ہی - آنحضرت نے عرض کیا کہ مین نہین جانتا - جناب باری نے فرمایا کہ جب خلق مبعوث ہوگی تو سب سے حساب لیا جائیگا اور زاہدین اس سے امن مین رہینگے - سب سے کمتر چیز جو انکو عطا کرونگا وہ تمام بہشتون کی کنجیان ہونگی تاکہ وہ جس دروازہ کو چاہین کھول لین - میری رحمت مین اور اُن مین کوئی حجاب نہ رہیگا - اور وہ میرے کلام سے طرح طرح کی لذتین اُٹھائین گے - اور مقام صدق مین اُنھین ضرور جگہ دونگا - اور دنیا مین جو اُنھون نے تعب اُٹھائے ہین وہ مین اُنھین یاد دلاونگا - اور اُن کے لئے چار دروازے کھولدونگا - ایک دروازہ جس سے صبح وشام میری طرف سے ہدیے اور تحفے پہونچین گے - دوسرا دروازہ اسلئے ہوگا کہ بلا تکلف جہانتک چاہین دیکھین - تیسرے دروازے سے وہ دوزخ کو دیکھین گے کہ ظالمون پر کسطرح عذاب ہو رہا ہی - چوتھے دروازہ سے فرشتے وغلمان وحور العین اُنکے پاس آئینگے)-

اس قسم کی بہت سی احادیث ہین - پس جنھون نے بہ اقتدار معصومین علیھم السّلام حقیقت زہد کو تحصیل کیا اُن مین حضرت عقیلہ نور دیدہ رسول جناب زینب بھی ہین -

ارشاد باری تعالیٰ ہی - اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا - (مال اور بیٹے حیات دنیا کی زینت ہین) اس مخدرہ نے زینت کو اس طرح ترک کیا کہ آپ کے جو دو بیٹے مثل ماہ شب چہاردہ تھے اُنھین کربلا مین بھائی دین اسلام کی وجہ سے مظلوم برادر پر قربان کردیا

آپ کے پاس جو مال دنیا تھا اُسکے دینے میں بھی دریغ نہیں کیا۔ حتی کہ کانوں کے دونوں گوشوارے بھی دیدئے۔ ترک ہوا و ہوس اسی کا نام ہے کہ آپ کو ہر بات پر قدرت تھی مگر آپنے رضائے حق کو اپنی خواہشات پر ترجیح دی۔ جمیع علائق دنیوی وخانہ شوہر کو چھوڑکر آپنے ترک دنیا کا ثبوت دیا۔ غرض جو امور آپسے ظاہر ہوئے یہ انتہائے زہد ہے۔

اشارہ۔ حضرت مسیح کو انتہا درجہ کا زاہد کہا جاتا ہے اور اسی صفت کی وجہ سے آپ کو فضیلت حاصل تھی۔ لیکن جب ہم تمام زاہدوں کے زہد سے اس مظلومہ کے زہد کا مقابلہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپکے زہد کے مقابلہ میں کسیکا زہد کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اسی سے خیال کرنا چاہیے کہ اس مخدرہ کو کیا مرتبہ حاصل ہے۔ روحی وارواح العالمین فداھا۔

خصوصیت سیزدہم۔ ایک لقب آپکا عاقلہ ہے۔ اسکی وجہ کسی قدر واضح طور سے لکھی جاتی ہے تاکہ مؤمنین کی بصیرت میں اضافہ ہو جاننا چاہیے کہ افضل موجودات واشرف مخلوقات عقل ہے۔ اخبار متواترہ اس پر شاہد ہیں۔ وافی میں خصال سے نقل کیا ہے عن علی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ ان اللہ تعالیٰ خلق العقل من نور مخزون مکنون فی سابق علمہ الذی لا یطلع علیہ نبی مرسل ولا ملک مقرب فجعل العلم نفسہ والفہم روحہ والزھد راسہ والحیا عینہ والحکمۃ لسانہ والرافۃ ھامتہ والرحمۃ قلبہ ثم حشاہ وقواہ بعشرۃ اشیاء بالیقین والایمان والصدق والسکینۃ والاخلاص والرفق والعطیۃ والقنوع والتسلیم والشکر ثم قال عز وجل لہ ادبر فادبر ثم قال اقبل فاقبل ثم قال تکلم فقال الحمد للہ الذی لیس لہ ضد ولا ند ولا شبیہ ولا کفو ولا عدیل ولا مثل الذی کل شئی لعظمتہ خاضع ذلیل فقال الرب تبارک و تعالیٰ وعزتی وجلالی ما خلقت

احسن ولا اطوع لی منک ولا ارفع منک ولا اشرف منک ولا اعز منک

بک احیی وبک اخذ وبک اعطی وبک اوحد وبک الثواب وبک العقاب

فخر العقل عند ذلک ساجدًا وکان فی سجودہ الف عام فقال الرب تبارک

تعالیٰ ارفع راسک وسل تعط واشفع تشفع فرفع العقل راسہ فقال الٰھی

اسئلک بان تشفعنی فیمن خلقتنی فیہ فقال اللہ عز وجل للملٰئکۃ اشھد کم انی

شفعتہ فیمن اخلقہ فیہ۔ (ترجمہ۔ حضرت علی رض سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا

صلی اللہ علیہ وآلہ نے۔ باری تعالیٰ نے ایک مخلوق کو خلق کیا اُس نور سے جو اس کے علم مین

پوشیدہ تھا اور جس سے کوئی نبی مرسل وملک مقرب بھی واقف نہ تھا۔ پس علم کو اُسکا نفس

اور فہم کو روح اور زہد کو سر اور حیا کو آنکھین اور حکمت کو زبان اور رافت (مہربانی) کو کھوپڑی

اور رحمت کو اُسکا قلب قرار دیا۔ پھر اُسکو ان دس چیزون سے قوت پہونچائی۔ یقین۔

ایمان۔ صدق۔ سکینہ۔ اخلاص۔ رفق۔ عطیہ۔ قناعت۔ تسلیم۔ شکر۔ پھر جناب باری

نے فرمایا کہ جا۔ وہ چلا۔ پھر فرمایا۔ آگے آ۔ وہ آگے آیا۔ پھر کہا کہ کلام کر۔ پس اُسنے یہ کلام کیا

تمام تعریفین اللہ کے واسطہ ہین جسکا کوئی ضد اور مخالف اور شبیہ اور کفو اور مثل نہین۔

وہ ایسا ہی کہ تمام چیزین اُسکی عظمت کے مقابل مین حقیر اور ذلیل ہین پس جناب باری

نے فرمایا کہ قسم ہی مجھے اپنے عزت وجلال کی کہ مین نے اپنا مطیع اور حسین تجھسے زیادہ کسی کو

پیدا نہین کیا۔ اور نہ تجھسے زیادہ کوئی بلند مرتبہ اور اشرف ومعزز ہی۔ تیری ہی وجہ سے

زندہ کرتا ہون اور موت دیتا ہون اور تیری ہی وجہ سے عطا کرتا ہون۔ اور تیری ہی

سبب سے لوگ میری توحید کے قائل ہونگے۔ اور تیری ہی وجہ سے ثواب وعذاب ہی۔

پس عقل اُسوقت سجدہ مین گر پڑی اور وہ سجدہ ہزار برس کا تھا۔ پروردگار نے

فرمایا کہ اپنا سر اُٹھا اور سوال کر تاکہ مین عطا کرون - اور شفاعت کر تاکہ مین اُسے قبول
کرون - عقل نے سر اُٹھا کر عرض کیا کہ باری تعالیٰ میرا یہ سوال ہی کہ تو میری شفاعت کو
اُس مخلوقات کے حق مین قبول فرما جو مجھسے پیدا ہو - ارشاد ہوا - اے ملائکہ مین تم کو
گواہ کرتا ہون کہ مین نے اسکی شفاعت کو اُس مخلوقات کے بارہ مین قبول کیا جو اس سے
پیدا ہو -) اس حدیث مین عقل سے مراد نور محمدی ہی - چنانچہ خود آنحضرتؐ فرماتے ہین -
اول ما خلق اللہ نوری - (پہلے خدا نے میرا نور پیدا کیا) - اور نور مکنون و مخزون (نور پوشیدہ)
اس حدیث مین اشارہ ہی نور الٰہی کی طرف - جس سے تمام موجودات کی خلقت سے پہلے
نور محمدی خلق کیا گیا - لہذا کوئی اِس بات سے مطلع نہ ہوا - چونکہ یہ نور الٰہی تھا اور بڑے
بڑے علما کنہ معرفت مین عاجز ہین اسلیے علم کو جو اعلیٰ کمالات سے ہو اُسکا نفس قرار دیا -
اِسی لئے آنحضرت کی ذات مبارک علم مین تمام موجودات عالم سے بڑھی ہوئی تھی - اور
فہم کو اُسکی روح مقرر کیا - لہذا صاحبان فہم کا فہم انکے فہم کے ادراک مین قاصر ہے -
چونکہ بغیر سر کے جسم انسان قائم نہین رہ سکتا - اس لئے زہد کو جو سرآمد صفات کمالیہ ہی
اسکا سر بنایا - چونکہ حیا کی جگہ آنکھین ہین اسلیے حیا کو آنکھین اور حکمت کو زبان
مقرر کیا - جیسا کہ فرمایا آنحضرتؐ نے - اوتیت جوامع الکلم - (مجھے تمام کلمے دئے
گئے ہین) - رحمت کو قلب قرار دیا - چنانچہ ارشاد باری ہی - وما ارسلناک الا رحمۃ
للعالمین - (نہین بھیجا ہمنے تمکو مگر عالم کے لئے رحمت بنا کر) پھر اصول اخلاق یعنی
دس چیزین کرامت فرمائین - لہذا آنحضرتؐ نے فرمایا - بعثت لاتمم مکارم الاخلاق
(مین اس لئے مبعوث ہوا ہون کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کرون) - اس حدیث مین
ادس (جا) اشارہ ہی قوس نزولی کی طرف - اور اُس سے نزول عالم ملکوت مراد ہو -

تاکہ موجودات افاضہ حاصل کریں اور ان مقامات کا اظہار ہو جو نزول پر موقوف ہیں۔ اقبل (آگے آ) کنایہ ہی قوس صعودی کی طرف جو مقام قرب ہی۔ دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی۔ ترجمہ۔ پھر وہ اور قریب ہوا پھر معلق ہو گیا پھر دو کمان کا فاصلہ رہا یا کچھ کم۔ پس اُسنے تکلم کر کے صفات جمال و جلال کا اظہار کیا کہ جو علامت عبودیت ہی۔ خلاق عالم نے اسکے بدلے میں بطور اظہار تشکر اپنی تمام عطایا کو اُسکی طرف نسبت دی اور اُسے واسطۂ فیض قرار دیا۔ اس عزت افزائی کو دیکھکر اُسنے سجدہ کیا۔ یعنی خضوع و خشوع کے ساتھ محبت الٰہی میں فانی ہو گیا۔ اُسکا یہ شکرانہ مقبول ہوا۔ اور فیوضات عالم امکانی اُسسے عطا ہوے۔ پس اُسنے خواہش کی کہ اُسکے دوست بخشے جائیں اور مورد الطاف الٰہی ہوں تشفعنی فیمن خلقتنی (میری شفاعت اُنکے حق میں قبول فرما جنمیں تو نے مجھے پیدا کیا ہی) اسی کی طرف اشارہ ہی۔ اُسکی یہ استدعا قبول ہوئی اور ملائکہ کو اس قبولیت کا شاہد کیا گیا۔ اور اس آیہ سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہی۔ ولسوف یعطیک ربک فترضٰے۔ (ترجمہ۔ اور البتہ عنقریب تجھکو عطا کریگا تیرا رب جس سے تو راضی ہو گا)۔

جب اِس حدیث سے حقیقت عقل معلوم ہو گئی تو اب جاننا چاہیے کہ یہ آثار و صفات جو مذکور ہوے یہی علامات عقل و آثار محمدیؐ ہیں۔ جو شخص ان اخلاق و آداب سے مزین ہو گا وہی عاقل اور محب خاندان محمدیؐ ہو گا۔

جو کچھ بیان ہوا وہ اہلِ معقول کے بیانات سے ناموافق نہیں ہی۔ مختصر طور سے اُنکے ان اقوال کا بیان کیا جاتا ہی جو عقل کے متعلق ہیں۔ حکما کہتے ہیں۔ العقل ھو الجوھر المجرد فی ذاتہ و فی فعلہ۔ (عقل ایسا جوہر ہی جو اپنی ذات اور فعل میں مجرد ہی۔) وہ اول موجودات ہی اور خالق و مخلوق کے درمیان میں واسطۂ فیض ہی۔ یہ بھی اتفاقی بات ہی

کہ اہلِ معقول کے نزدیک عقل صادر اول اس قاعدہ سے ہے۔ الواحد لایصدر منہ الا الواحد (واحد سے کوئی چیز صادر نہیں ہوتی مگر واحد) چونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ ہر حیثیت سے واحد ہے۔ لہذا اُس سے ایک ہی چیز صادر ہوئی۔ اور وہ عقل اول ہے جو بلحاظ واحدیت ایک ہے اور قابلیت و شرافت کی وجہ سے تمام مخلوقات پر مقدم ہے۔ احادیث متواترہ عقل کی مدح میں وارد ہوئی ہیں۔ جن میں اسی عقل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ وہی نور محمدی ہے۔ پس اہلِ معقول کا یہ مقولہ اس حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ (پہلے خدا نے میرا نور خلق فرمایا) آنحضرت ذات احدیت کے معرف اور درمیان خالق و مخلوق واسطہ ہیں۔ لہذا ارشاد فرماتے ہیں۔ بنا عرف اللہ۔ ہماری وجہ سے اللہ کو پہچانا۔) اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا۔ نزلونا عن الربوبیۃ و قولوا فینا ما شئتم۔ (ہمیں سوائے خدا کے جو چاہو کہو)۔

بہر حال تمام انوار قاہرہ محمدیہ ایک رشتہ سے منسلک ہیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔ انا و علی من شجرۃ واحدۃ۔ (میں اور علی ایک درخت سے ہیں) لہذا سب کو عقل اول کہہ سکتے ہیں۔ اور تمام موجودات انھیں کے طفیل سے پیدا ہوئی۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔ خلقتک لاجلی و خلقت الناس لاجلک۔ (میں نے تجھے اپنے واسطے اور خلقت کو تیری واسطے پیدا کیا) نور محمدیؐ کے بھی کئی درجے اور مرتبے ہیں۔ ایک درجے سے امیر المومنینؑ اور ایک درجہ سے جناب فاطمہ زہراؑ اور ایک درجہ سے تمام ائمہ ہداؑ پیدا ہوئے۔ رشتۂ نبوت و ولایت کے اتصال ہونے پر یعنی حضرت علی مرتضیٰؑ و صدیقہ کبریٰ جناب جناب فاطمہ زہراؑ سے حضرت زینبؑ متولد ہوئیں۔ چونکہ یہ مخدرہ نتیجہ تھی عقل اول کا لہذا عاقلہ کے لقب سے ملقب ہوئی۔ بلکہ ابن عباس جب آپ سے کوئی روایت نقل

کرتے تھے تو کہتے تھے۔ حدثتنی عقیلتنا۔ (ہماری عقیلہ نے کہا ہی) اس سبب سے عقیلۃ القریش بھی آپ کا لقب ہو گیا۔

اشارہ۔ ان بیانات سے معلوم ہوا کہ یہ معظمہ مجموعۂ کمالات عقلیہ بھی تھی۔ جیسا کہ حدیث مذکورۂ بالا سے ظاہر ہی۔ اسی لئے آپ کو کاملہ و عاملہ بھی کہتے ہین۔

خصوصیت چہاردہم۔ آپ کو موثقہ اسلیے کہتے ہین کہ آپ خلاق عالم اور حضرت سید الشہداءؑ و حضرت سجادؑ کے نزدیک صاحب وثوق تھین۔ اسی لئے آپ حافظ اسرار محمدیہ و امانات الٰہیہ تھین۔ علاوہ اسکے کل آدمی آپ کی ذات پر اعتبار کرتے تھے۔ حضرت امام زین العابدینؑ جب کوئی خبر یا حدیث بیان فرماتے تو اُسکی سند اپنی پھوپھی جناب زینب تک پہونچایا کرتے تھے تاکہ لوگ آسانی سے اُسے ذہن نشین کر لین۔ ابن عباس باوجودیکہ مقبول القول تھے مگر اکثر فرماتے تھے۔ حدثتنا عقیلۃ۔ یعنی عقیلہ (جناب زینب) نے روایت کی ہے۔

خصوصیت پانزدہم۔ جناب زینب کو کعبۃ الرزایا (مصیبتون کا کعبہ) اسوجہ سے کہتے ہین کہ جسطرح دور دور سے مسلمین زیارت کعبہ کے لئے آتے ہین اسیطرح اس مظلومہ پر مصائب و شدائد کا ہجوم تھا۔ مدینۂ منورہ سے نکلنے کے وقت سے تا واپسی مدینہ بلکہ روز پیدائش سے تا وقت وفات آپ اسقدر مصیبتون مین مبتلا رہین کہ آخر آپکا ایک لقب مظلومہ بھی ہو گیا۔ اس لقب مین آپ اپنے جد و پدر و مادر اور دونون بھائیون کے ساتھ شریک ہین۔ خصوصاً جناب سید الشہداء علیہ السلام کا لقب مظلوم تو ایسا مشہور عام ہی کہ اگر صرف مظلوم کہکر ذکر کیا جائے تو فوراً سننے والونکے ذہن امام حسینؑ کی طرف منتقل ہو جاتے ہین اسیطرح صرف مظلومہ کہنے سے جناب زینب سمجھی جاتی ہین۔ باوجودیکہ ہر امام و معصوم مظلوم ہوا ہی۔

بعض نے آپکا لقب وحیدہ بھی لکھا ہے۔ درحقیقت حضرت صدیقہ صغریٰ ہر حیثیت سے وحیدہ تھین اور کوئی آپ کا مثل ونظیر نہ تھا۔ کن کن صفات کا ذکر کرون۔ توحید مین۔ کمالات مین۔ مقامات مین۔ فضائل مین۔ مناقب مین۔ مصائب مین۔ غرض ہر طرح آپ بے مثل اور وحیدہ تھین۔ اس مطلب کو مختصر طور سے یون ادا کر سکتے ہین کہ جس طرح ہم کہتے ہین۔ اشہدان لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ فی ذاتہ وصفاتہ۔ (ترجمہ۔ گواہی دیتا ہون مین کہ کوئی معبود نہین مگر خدا جو تنہا ہے اور جسکی ذات وصفات مین کوئی شریک نہین) اسیطرح ہم اس معظمہ کی شان مین کہتے ہین اشہدان لاشریک لہا فی ما ذکرت من المناقب والمصائب۔ (ترجمہ گواہی دیتا ہون مین کہ کوئی انکا ان مناقب ومصائب مین شریک نہین جو ذکر کئے گئے)

خصوصیت شانزدہم۔ آپکا ایک لقب الفصیحۃ والبلیغۃ بھی ہے۔ یہ بدیہی امر ہے کہ منجملہ کمالات نفسانیہ وفضائل صوریہ فصاحت لسان وبلاغت بیان بھی ہے۔ اکثر اشخاص نے محض فصاحت وبلاغت کی وجہ سے ہلاکت سے نجات پائی۔ اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہوسکتی ہے کہ ایزد متعال نے جناب سید الانبیا کا سب سے بڑا معجزہ فصاحت وبلاغت قرار دیا۔ امیرالمومنین ؑ فرماتے ہین۔ نعم الناصی جواب الحاضر (حاضر جواب اچھا مددگار ہے) یہ کمال لسان ابن اللہ الناطق حضرت علیؑ کو حاصل تھا جسنے حضرت کے خطبون کو بغور دیکھا ہے وہ اسکی تصدیق کریگا جناب امیرالمومنین ؑ کے کلام کی نسبت تمام فصیحون اور بلیغون نے اس رائے کا اظہار کیا ہے۔ کلامہ دون کلام الخالق وفوق کلام المخلوق۔ آپ کا کلام خالق کے کلام سے کم درجہ کا اور مخلوق کے کلام سے بالا تھا)۔ خود حضرت علیؑ فرماتے ہین۔ انا لامراء الکلام۔ (ہم کلام کے بادشاہ ہین)۔ بہرحال کوئی شخص حضرت کے اس کمال کا منکر نظر نہ آئیگا۔ یہ کمال جناب امیرالمومنین ؑ سے عقیلۃ القریش حضرت زینب ؑ کو ورثہ مین ملا تھا۔ جو کوئی آپ کے خطبون۔ اشعار۔ ارشادات کو

ملاحظہ کرے جلسے کتابین مملو ہین تو اُسے مطلق انکار کی گنجایش نہ ہوگی - بلکہ جو آپکو باتین کرتے سُنتا تھا اُسے گمان ہوتا کہ حضرت علی بول رہے ہین چنانچہ راوی کہتا ہے - کانہا تفرغ عن لسان ابیہا امیر المؤمنین - (ترجمہ - گویا زبان امیر المؤمنین مین باتین کرتی تھین -) کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے -

تکلم کردنش راہر کہ دیدے فاش میگفتی   لسانِ حیدری گویا کہ در حلقے لسان دارد

بازار کوفہ اور مجلس یزید مین آپکا یہ کمال ظاہر ہوا - جب بازار کوفہ مین آپ تشریف لائین اُس موقع کی نسبت راوی کا یہ بیان ہی - قال بشیر بن خزیم الاسدی و نظرت الی زینب بنت علیؑ یومئذ ولم ار خفرۃ قط انطق منہا کانما تفرغ عن لسان امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ وقد اومت الی الناس ان اسکتوا فارتدت الانفاس وسکنت الاجراس ثم قالت الحمد للہ والصلوٰۃ علی ابی محمد والہ - الخ (ترجمہ - بشیر بن خزیم الاسدی کہتا ہی کہ مین نے اُسدن جناب زینب کو دیکھا اور مین نے کبھی کوئی ایسا فصیح نہین دیکھا گویا زبان امیر المؤمنین علی بن ابی طالب مین باتین کرتی تھین - آپ نے آدمیون کی طرف خاموش رہنے کا اشارہ کیا - پس سب ساکت ہو گئے اور غل وشور بند ہو گیا - پھر آپنے ایک خطبہ پڑھا - راوی کہتا ہی کہ جب آپ نے ساکت ہونے کا اشارہ کیا تو سب لوگ خاموش ہو گئے -

اشارہ - باوجود اسقدر اژدہام اور شور وغل کے جبکہ فوجی باجے مثل کوس وطبل وغیرہ بج رہے تھے لوگون کے خاموش ہو جانے کے کئی اسباب ہو سکتے ہین - **اول** ممکن ہی کہ لوگون کا سکوت آپ کے تصرف تکوینی کی وجہ سے ہو - چنانچہ حضرت سید الشہداؑ نے بھی بروز عاشورا ایسا ہی تصرف تکوینی فرمایا تھا - جبکہ آپ نے چاہا کہ حجت آخر

تمام کریبن اور مخالفین کو موعظہ و نصیحت فرمائین۔ تو ملاعین اسلئے خاموش ہوتے تھے کہ حضرت کی گفتگو کسی کی سمجھ مین نہ آئے اور حضرت کی توہین ہو پس اُسوقت حضرت نے ایسا تصرف تکوینی فرمایا کہ آدمیون کے علاوہ گھوڑون تک نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی۔ **دویم**۔ یہ بھی احتمال ہوسکتا ہو کہ بزمانہ خلافت ظاہری جناب امیر علیہ السلام اہلِ کوفہ ہمیشہ آپ کے خطبون اور بیانات سے مستفیض ہوتے تھے بعد شہادت حضرت اہلِ کوفہ اس نعمت سے محروم ہوگئے تھے۔ حالانکہ اُن کے دل اس نعمت کے مشتاق تھے۔ یکایک جب اس مظلومہ کی آواز اُنکے کانون مین پڑی جو مشابہ تھی آواز امیر المؤمنین سے تو کچھ حیرت و استعجاب کی وجہ سے اور کچھ اس کلام فصاحت التیام سے لذت روحانی اُٹھا کر ساکت ہوگئے ہون **سویم**۔ یہ بھی خیال ہوسکتا ہو کہ آپ کی شیرین کلامی اور لطافت بیان اس سکوت کا باعث ہوئے ہون۔ **چہارم**۔ ممکن ہو کہ اس سکوت کا یہ سبب ہو کہ مردبان یزید نے یہ مشہور کیا تھا کہ ایک خارجی نے خروج کیا تھا یہ اُسی کے اہلِ حرم اس ذلت و خواری کے ساتھ لائے گئے ہین۔ اور وہ تمام مجمع اس امر کے جاننے کا طالب ہو کہ یہ خارجی کس ملک کا رہنے والا تھا اور اسکا کیا قصور تھا۔ ایسی حالت مین جب اُنھون نے دیکھا کہ یہ مخدرہ کچھ بیان کرنا چاہتی ہی تو تمام آدمی حال سننے کی غرض سے خاموش ہوگئے ہون۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہو کہ راوی کہتا ہو کہ جب حضرت زینب کا خطبہ سنکر لوگون کے قلوب منقلب ہوگئے تو مین نے ایک پیرمرد کو دیکھا کہ رو رو کر کہہ رہا ہو۔ بابی انتم وامی کھو لکم خیر کھول و نسائکم خیر نساء (ترجمہ۔ میرے باپ مان آپ پر فدا ہون۔ تمھارے بوڑھے اور بوڑھون سے

اور تمہاری عورتین اور عورتون سے بہتر ہین) بہرحال ان تمام وجوہ سے جلالت شان حضرت زینب ظاہر ہوتی ہی۔

اشارہ۔ اکثر کیا بلکہ کل لڑکے اپنے باپ سے اور لڑکیان مان سے مشابہ ہوا کرتی ہین۔ مگر جناب سیدہ ع اپنے پدر عالیمقدار سے مشابہ تھین۔ چنانچہ لکھا ہے مشیہا مشیۃ ابیہا رسول اللہ ومنطقہا کمنطقہ (رفتار و گفتار مین آپ اپنے پدر بزرگوار جناب رسولخدا سے مشابہ تھین۔)۔

اسی طرح حضرت زینب کی نسبت وارد ہی۔ منطقہا کمنطق ابیہا امیر المؤمنین (گفتار مین آپ اپنے پدر امیر المؤمنین سے مشابہ تھین۔) جیسا کہ ذکر کیا گیا۔

اشارہ۔ حضرت زینب کا خطبہ کئی وجون سے جناب فاطمہ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہی۔ **اول**۔ بوجہ فصاحت وبلاغت۔ **دویم**۔ اس سبب سے کہ دونون نے احتجاج کیا۔ **سویم**۔ دونون مظلومہ تھین اور اپنے بیانات سے اپنی مظلومیت کو ثابت کردیا **چہارم**۔ دونون نے حجت تمام کی اور منافقون کے عیبون اور مظالم کو ظاہر کیا

حکایت عالم جلیل مولانا ابو الحسن الحاج شیخ محمد باقر صاحب کتاب کبریت احمر اپنے کشکول مین جسکا نام سفینۃ القماش ہی لکھتے ہین کہ جس زمانہ مین مین عتبات عالیات مین تحصیل علم کرتا تھا۔ وہان ایک سید بزرگ رہتے تھے۔ ایک دن جبکہ وہ حرم مطہر مین زیارت کے لئے گئے تو انھون نے دیکھا کہ ایک ترک زوار بعد زیارت بالائے سر حضرت امام حسین ع بیٹھ کر تلاوت قرآن مجید کرنے لگا۔ یہ دیکھکر اس سید جلیل نے اپنے دل مین کہا کہ کسقدر افسوس کا مقام ہی کہ ترک و دیلم کے لوگ تو اس کتاب کی تلاوت کرین جو میرے جد پر نازل ہوئی۔ اور تو باوجودیکہ اولاد پیغمبر ہونے کا

دعویٰ کرے اور اس کتاب مقدس سے مستفیض نہو۔ اس سید بزرگ کو ایسی غیرت دامنگیر ہوئی کہ اُسی روز سے یہ معمول کر لیا کہ دن کے ایک حصہ مین سقائی کر کے معاش حاصل کرتے اور باقی دن حصول علم مین صرف کرتے۔ آخرکار ایسی ترقی کی کہ درس حجۃ الاسلام مرحوم میرزا محمد حسن شیرازی مین شریک ہونے لگے۔ بلکہ بعض اُنپر اجتہاد کا گمان کرتے ہین۔ انکا تقدس وتقویٰ اور کثرت عبادت زبان زد خاص وعام تھی یہ سید جلیل مرحوم ہو گئے۔ ایک مرتبہ اُنھون نے مجھسے بیان کیا کہ مین نے خواب مین حضرت حجت بن الحسن علیہ السلام کو آشفتہ حال دیکھا۔ مین نے سلام کر کے استفسار حال کیا۔ فرمایا۔ آگاہ ہو جس روز سے میری عمہ جناب زینب نے وفات پائی ہی ہر سال بروز وفات آنمخدرہ ملائکہ آسمانون پر مجلس کرتے ہین۔ اور آپکا وہ خطبہ جو آپ نے بازار کوفہ مین ارشاد فرمایا تھا پڑھکر مشغول گریہ وبکا ہوتے ہین۔ جب مین جاکر اُنھین خاموش کرتا ہون تو وہ ساکت ہوتے ہین۔ آج روز وفات حضرت زینب ہی اور مین اُسی مجلس سے واپس آرہا ہون مرحوم سید نے مجھے روز اور تاریخ بھی بتائی تھی مگر نہایت افسوس ہی کہ مجھے مطلق یاد نہین رہی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔ بلاشک اس معظمہ کی فصاحت اظہر من الشمس ہی۔ چنانچہ جب آپ نے ابن زیاد کے سامنے احتجاجات کیئے اور اُسے ساکت کر دیا تو اُس ملعون نے متعجب ہو کر کہا کہ یہ بڑی سجاع عورت ہی۔

خصوصیت ہفدہم منجملہ اور القاب کے ایک لقب آپکا شجاعہ بھی ہے۔ ملکات شریفہ مین سے ملکہ شجاعت بھی ہی جو صفات انبیا مین داخل ہی۔ اور اس سے قوت قلب مراد ہوا کرتی ہی۔ کیونکہ باقی اعضا کو قلب ہی سے قوت پہونچتی ہی۔

ایک حد تک شجاعت کسبی بھی ہوتی ہی شجاعت کے اکثر فضائل وارد اخبار ہوے ہین
پروردگار عالم نے انتہائی شجاعت جناب سرور کائنات اور امیر المومنین کو کرامت
فرمائی۔ لیکن شجاعت پیغمبر پردہ خفا مین رہی جس کے وارث جناب خامس آل عبا
حضرت امام حسین علیہ السلام ہوے۔ شجاعت حیدری آپ کی دختر والااختر جناب زینب
کو ارث مین پہونچی۔ چنانچہ جو مصائب آپ پر وارد ہوے اور جن شدائد کا آپ پر
ہجوم ہوا اُنکا کس شجاعت اور قوت قلب کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور جو ثبات قدمی
آپ سے ظہور مین آئی اُسکی نظیر نہین مل سکتی۔ کئی موقعون پر آپ کی شجاعت ظاہر
بھی ہوئی۔ **اول**۔ بروز عاشورا عصر کے وقت بعد شہادت جناب سید الشہداء ع
جبکہ لشکر غارت خیمہ کے لئے داخل ہوا تو ان ملاعین نے چاہا کہ بیمار کربلا حضرت امام
زین العابدین ع کو بھی شہید کر دین۔ جناب زینب نے مخالفت کر کے ایسی شجاعت دکھائی
کہ ظالم قتل سجاد ع سے باز رہے۔ **دویم** اُسوقت جبکہ کوفہ مین ابن زیاد ملعون نے دربار
مین امام زین العابدین ع سے گفتگو کی اور حضرت نے اُسے دندان شکن جواب دئے تو اُس
ملعون نے آپ کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ حضرت زینب اپنے بھتیجے سے لپٹ گئین ہر چند
کوشش کی کہ آپ کو جدا کرین۔ مگر آپ نے کسی طرح نہ چھوڑا اور فرماتی تھین کہ جب تک
مین زندہ ہون اس فرزند کو نہ چھوڑون گی۔ **سویم**۔ جب شام مین قتل حضرت سجاد کا
ارادہ کیا گیا تو اُسوقت بھی آپ کے اظہار شجاعت کی وجہ سے بیمار کربلا کو قتل سے نجات ملی۔
اشارہ۔ جناب فاطمہ زہرا نے بھی ایسا ہی اظہار شجاعت کیا تھا۔ جبکہ ایک ظالم چند
اشخاص کو لئے ہوے دروازہ جناب سیدہ پر آیا۔ اور بعد ان صدمات پہونچانے کے
جو مشہور ہین گھر مین گھس کر چاہا کہ جبراً حضرت علی کو پکڑ کر لے جائے۔ تو جناب فاطمہ زہرا نے

اپنے دونون ہاتھ حضرت علی کی کمر مین ڈالدیے۔ اور فرمایا کہ مین ہرگز علی کو نہ چھوڑونگی اگر لیجانا چاہتے ہو تو اسی طرح لیچلو۔ مگر فرق یہ تھا کہ اُسوقت نہ تو حضرت علی بیمار تھے اور نہ طوق وزنجیر پہنے ہوے تھے اور نہ کسی کا ارادہ جناب فاطمہ کو قتل کرنے کا تھا۔ مگر جناب زینب نے جس وقت اظہار شجاعت کیا تو کچھ اور حالت تھی۔ اور آپ کو اپنے قتل کا بھی خوف تھا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

خصوصیت ہیجدہم ۔ عابدہ بھی حضرت صدیقہ صغریٰ کا لقب ہے۔ واضح ہو کہ درحقیقت عبادت ادائے شکر خداوندی کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ بحکم عقل شکر منعم ہر انسان پر واجب ہے جس طرح خدا کی نعمتین لاتعدولاتحصیٰ ہین۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا۔ (ترجمہ۔ اور اگر تم اللہ کی نعمت کا شمار کرو تو اُسکا احاطہ نکرسکوگے)۔ اسی طرح طریق عبادت و بندگی بھی غیر معدود ہین۔ پس خمس و زکوٰۃ و باقی صدقات وغیرہ اظہار تشکر ہے ان نعمتون کا جو از قسم مال عطا ہوئی ہین۔ اور عبادات جسمانیہ نعمات بدنیہ کے شکر کرنے کے لئے ہین۔ انسان کو چاہیے کہ حتی المقدور عبادت کرنے مین قصور نہ کرے۔ اور اوامر الٰہی و نواہی ربانی کا مطیع رہے۔ تا کہ مقامات عالیہ و درجات متعالیہ پر فائز ہو۔ اہل تحقیق کا قول ہے کہ سب سے بلند مقام مقام عبودیت ہے چنانچہ باری تعالیٰ نے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس درجہ عبودیت پر سرفراز فرما کر ہمین مامور کیا کہ ہم آنحضرت کی عبودیت کی شہادت ادا کرین۔ نماز جو معراج المومنین اور بہترین عبادت ہے اُسمین اُسکی شہادت دینی ہوتی ہے۔ اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔ (گواہی دیتا ہون مین کہ محمد اُسکے بندہ اور رسول ہین)۔ جسکو جو درجہ یا مقام ملا وہ اسی عبودیت و بندگی کی وجہ سے ملا۔

اور ہر شخص کا مرتبہ و درجہ اُسکی عبادت و بندگی کی وجہ سے معلوم ہوجاتا ہی حضرت صدیقۂ صغریٰ زینب کبریٰؑ نے اپنی تمام عمر عبادت و بندگی مین صرف کی - بلکہ یہ کہنا بیجا نہو گا کہ آپ نفس عبادت و بندگی تھین - کیونکہ آپ کی تمام حرکات و سکنات حیات و ممات سب عبادت تھین - اہلِ معرفت کے لئے صرف وہ فقرہ کافی ہے جو حضرت خامس آل عبا نے بوقت وداع آخر اُس معظمہ سے فرمایا تھا - یا اختاہ لا تنسینی فی نافلۃ اللّیل - (اے بہن مجھے نوافل شب مین نہ بھولنا) - چنانچہ عالم جلیل حاج شیخ محمد باقر صاحب کتاب کبریت احمر اپنے بعض نوشتہ جات مین مقاتل معتبرہ سے ارشاد جناب سید سجادؑ نقل کرتے ہین - جسکا ماحصل یہ ہی کہ آپ نے فرمایا - سفر شام مین باوجود اُس مصیبت و زحمت و مشقت کے جو میری پھوپھی جناب زینب پر وارد ہوئین کبھی آپ نے نماز شب ترک نہین کی - اگر بہ نظر تامل کوئی شخص غور کرے تو اس مکرمہ کے مقامات و درجات کے ادراک مین حیران رہیگا - پس چونکہ آپ نے کثرت عبادت سے مقامات غیر متناہیہ حاصل کئے اسلئے آپ عابدہ کے لقب سے ملقب ہوئین - اس فضیلت مین آپ تاج البکائین حضرت امام زین العابدین کے ساتھ شریک ہین -

خصوصیت نوزدہم - باکیہ بھی آپ کا ایک لقب ہی - یہ معلوم ہونا چاہیے کہ خوف خدا اور مصائب اہلِ بیت پر رونا بہترین عبادت ہی - ان دونون کی نسبت ثواب بیشمار و اجر بیحساب وارد اخبار ہین - سواے ان دونون کے اور کسی وجہ سے رونا مکروہ ہی - خوف خدا سے گریہ کرنے کے اجر کی بابت یہ حدیث کافی ہی - کل عین باکیۃ یوم القیامۃ الا عین بکت من خشیۃ اللہ - (قیامت کے دن تمام آنکھین روتی ہونگی سواے اُس آنکھ کے جو خوف خدا سے روئی ہوگی) - امام حسین علیہ السلام

ارشاد فرماتے ہین۔ ان فی القیامۃ لعقبۃ لا یجوزھا الا البکائون من خشیۃ اللہ (قیامت مین ایک گھاٹی ہوگی جس سے کوئی نہ گذریگا مگر وہ لوگ جو خوف خدا سے روئے ہین) مصائب اہلبیت پیغمبر پر گریہ کرنے کی نسبت بکثرت اخبار عنوانات مختلف کے ساتھ وارد ہین بعض مین مطلق اہلِ بیت رسالت پر اور بعض مین معصومین کے نام بنام گریہ کرنے کے ثواب ذکر کئے گئے ہین۔ لیکن بیشتر ایسے اخبار واحادیث ہین جنمین حضرت سید الشہداء ؑ پر گریہ کرنے کی تاکید ہی۔ اسقدر فضیلت بیان کی گئی ہے کہ یہ کہہ سکتے ہین کہ اسکا شمار اعلیٰ درجہ کی عبادتون مین ہی۔ ہر عبادت کے کچھ شرائط اور اجزا ہوا کرتے ہین۔ اگر کوئی شرط پوری نہ ہو یا کسی جزکی کمی رہجاے تو وہ عبادت ناقص ہوجاتی ہی سوا اس عبادت جلیلہ کے جسکے بجالانے مین نہ کوئی شرط ہے اور نہ اسکے کچھ اجزا ہین۔ البتہ اس عبادت کے کئی درجے ہین اور ہر درجہ کی موافق اُسکا اجر مقرر ہی۔ سبسے ادنی درجہ تباکی۔ (یعنی بہ تکلف رونا یا رونے والون کی صورت بنانا) ہی اس ادنی درجہ کا اجر بہشت ہی۔ من بکی او ابکی او تباکی وجبت لہ الجنۃ۔ (جو شخص روئے یا رُلائے یا رونے والون کی صورت بنائے (یعنی بہ تکلف اپنے آپ کو رونے پر آمادہ کرے) تو اُسپر بہشت واجب ہی)۔ یہان ایک نکتہ قابل غور ہی کہ مختلف اخبارات مین سے کسی مین صرف تباکی (رونے والون کی صورت بنانا) کو اور بعض مین مطلق رونے کو سبب دخول جنت قرار دیا ہی۔ اور بعض مین رونے کی مقدار مقرر کردی ہی۔ لہذا ان تمام ان اخبارات پر نظر کرنے کے بعد کہہ سکتے ہین کہ درجات بہشت کے موافق یہ تفریق کی گئی ہی۔ بہرحال جناب زینب دو طرح سے اپنی مادر گرامی کے ساتھ گریہ مین مشابہ و شریک ہین۔ حضرت صدیقہ فاطمہ زہراؑ نے خوف خدا سے اسقدر گریہ کیا تھا کہ بوقت وفات آپ نے

امیر المؤمنین ع سے وصیت فرمائی تھی کہ وہ شیشہ آپ میرے کفن مین رکھدین جسمین مین نے وہ آنسو جمع کئے ہین جو خوف خدا کی وجہ سے میری آنکھون سے نکلے تھے۔ دوسری وجہ فیما نزالت بعد ابیہا معصبۃ الراس باکیۃ العین ناحلۃ الجسم۔ (بعد وفات اپنے پدر بزرگوار کے ہمیشہ آپ کے سر پر کپڑا بندھا رہتا تھا۔ آنکھون سے آنسو جاری رہتے تھے اور جسم آپکا گھل گیا تھا۔) چنانچہ جب آپ علیل تھین تو ام سلمہ آپ کی عیادت کے لیے آئین۔ دخلت ام سلمہ علی فاطمہ فقالت لہا کیف اصبحت عن لیلتک یا بنت رسول اللہ قالت اصبحت امامتہ مقبضہ علی غیر ماشرع اللہ فی التنزیل وسنہا النبی فی التاویل ولکنہا احقاد بدریہ وترات احدیہ کانت علیہا قلوب النفاق۔ الخبر۔ (ترجمہ۔ ام سلمہ نے جناب فاطمہ زہرا کے پاس آکر کہا کہ اے دختر رسول یہ رات آپ پر کیسی گذری۔ فرمایا۔ مجھے رسول کی جدائی اور وصی رسول کی مظلومی پر صبح ہوئی۔ قسم بخدا اُنھون نے پردہ دری کی جنھون نے اُنسے امامت کو لے لیا اور خلاف شرع اسپر قبضہ کر لیا۔ اور رسول کی سنتون مین تاویل کرنے لگے۔ منافقانہ دلون سے کینے ظاہر کئے اور وراثت الٰہی کو لے لیا)۔

امام حسین علیہ السلام کے پیدا ہونے کے وقت سے جناب فاطمہ زہرا ہمیشہ آپ کے آنیوالی مصیبتون پر روتی ہین۔ جیسا کہ اکثر کتب مین مسطور ہی۔

صدیقہ صغریٰ جناب زینب کبریٰ کے خوف خدا سے رونیکا بیان انشاءاللہ علیحدہ خصوصیت مین ذکر کیا جائیگا۔ لیکن آپ مدت العمر اپنے برادر مظلوم کو روتی رہین۔ اس موقع پر ایک حدیث صحیح نقل کی جاتی ہی۔ روایت باسنادی عن مشایخی عن ریان بن شبیب قال دخلت علی الرضا اول یوم من المحرم فقال لی یابن

شبیب اصائم انت فقلت لا فقال ان ھذا الیوم ھو الیوم الذی دعا فیہ زکریا ربہ عز وجل فقال رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء فاستجاب اللہ لہ وامر الملائکۃ فنادت زکریا وھو قائم یصلی فی المحراب ان اللہ یبشرک بیحیی فمن صام فی ھذا الیوم ثم دعی اللہ عز وجل استجاب لہ کما استجاب لزکریا ثم قال یا بن شبیب ان المحرم ھو الشھر الذی کان اھل الجاھلیۃ فیما مضی یحرمون فیہ الظلم والقتال لحرمتہ فما عرفت ھذہ الامۃ حرمۃ شھرھا ولا حرمۃ نبیھا لقد قتلوا فی ھذا الشھر ذریتہ وسبوا نسائہ وانتھبوا ثقلہ فلا غفر اللہ لھم ذلک ابدا یا بن شبیب ان کنت باکیا لشیء فابک للحسین بن علی بن ابی طالب فانہ ذبح کما یذبح الکبش وقتل معہ ثمانیۃ عشر رجلا مالھم فی الارض شبیھون ولقد بکت السموات السبع والارضون لقتلہ ولقد نزل الی الارض من الملائکۃ اربعۃ الاف لنصرہ فوجدوہ قد قتل فھم عند قبرہ شعث غبر الی ان یقوم القائم فیکونون انصارہ وشعارھم یا لثارات الحسین یا بن شبیب لقد حدثنی ابی عن ابیہ عن جدہ انہ لما قتل جدی الحسین امطر السماء دما وترابا احمر یا بن شبیب ان بکیت علی الحسین حتی تصیر دموعک علی خدیک غفر اللہ لک کل ذنب اذنبتہ صغیرا کان او کبیرا قلیلا کان او کثیرا یا بن شبیب ان سرک ان تلقی اللہ عز وجل ولا ذنب علیک فزر الحسین یا بن شبیب ان سرک ان تسکن الغرف المبنیۃ فی الجنۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ فالعن قتلۃ الحسین یا بن شبیب ان سرک ان یکون لک

من الثواب مثل ما لمن استشہد مع الحسین فقل متی ذکرت یا لیتنی کنت معہم فافوز فوزاً عظیماً یا بن شبیب ان سرک ان تکون معنا فی الدرجات العلی من الجنان فاحزن لحزننا وافرح لفرحنا وعلیک بولایتنا فلو ان رجلا تولی حجراً لحشرہ اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ معہ۔ (ترجمہ۔ ریان ابن شبیب سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں یکم محرم کو امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے مجھسے دریافت کیا کہ اے ابن شبیب تم آج روزہ سے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں حضرت نے فرمایا آج ایسا دن ہے کہ جناب زکریا نے درگاہ خدا میں یہ دعا کی کہ بار الہا مجھے اپنی طرف سے ذریت طیب عطا فرما بالتحقیق تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔ جناب باری نے اُنکی دعا کو قبول کیا اور ملائکہ کو حکم دیا۔ ملائکہ نے زکریا کو آواز دی جبکہ وہ محراب عبادت میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ خداوند عالم تمکو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے۔ پس جو شخص اس دن روزہ رکھے اور پھر خدا سے دعا کرے تو پروردگار عالم اُسکی دعا قبول کرتا ہے جیسے زکریا کی دعا قبول کی۔ پھر فرمایا۔ اے ابن شبیب محرم ایسا مہینہ ہے کہ اہل جاہلیت زمانہ گذشتہ میں اس مہینہ کی حرمت کی وجہ سے ظلم وجدال کو حرام جانتے تھے۔ مگر اس امت نے اس ماہ کی اور اپنے نبی کی حرمت کا کچھ خیال نہ کیا۔ اس مہینہ میں ذریت نبی کو قتل اور عورتوں کو قید کر کے مال واسباب لوٹ لیا حق سبحانہ تعالیٰ ان لوگوں کو کبھی نہ بخشے۔ اے ابن شبیب۔ اگر تجھے کسی شے پر رونا آئے تو حسین بن علی بن ابی طالب کے حال پر رو کیونکہ وہ گوسفند کی طرح ذبح کئے گئے ہیں۔ اور اُنکے ساتھ اور اٹھارہ مرد ایسے قتل کئے گئے جنکا روئے زمین پر مثل ونظیر نہ تھا۔ اُنکے قتل ہونے پر تمام آسمان وزمین روئے۔ اور چار ہزار فرشتے زمین پر نازل ہوئے

تاکہ حسین کی نصرت کریں لیکن آپ شہید ہو چکے تھے۔ پس وہ فرشتے آپکی قبر پر باحال پریشان وگرد آلود ظہور قائم آل محمد تک رہیں گے۔ اور وہ قائم کے انصار میں سے ہونگے اور آواز دینگے کہ حسین کے خون کا بدلہ لینے والے کہاں ہیں۔ اے ابن شبیب۔ مجھسے میرے پدر بزرگوار نے اور انسے اُنکے باپ نے اور اُنھوں نے اپنے جد عالیمقدار سے روایت کی ہے کہ جب میرے جد حسینؑ شہید ہو گئے تو آسمان سے خون اور سُرخ مٹی برسی۔ اے ابن شبیب۔ اگر تو حسینؑ پر روئے تا اینکہ آنسو رخساروں پر جاری ہوں تو اللہ تیرے تمام گناہوں کو بخشدیگا۔ خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔ اور کم ہوں یا زیادہ۔ اے ابن شبیب۔ اگر تو خدا سے اسطرح ملاقات کرنی چاہے کہ تیرے ذمہ کوئی گناہ نہ ہو تو امام حسینؑ کی زیارت کر۔ اے ابن شبیب اگر تو جنت کے ان غرفوں میں ساکن ہونا چاہے جو جناب رسالت مآب کے ہمسایہ میں ہیں تو قاتلان حسینؑ پر لعنت کر۔ اے ابن شبیب اگر تو یہ چاہے کہ تجھے وہ ثواب ملے جو انصار حسین کو دیا جائے گا تو جب حضرت کو یاد کرے تو کہہ یالیتنی کنت معھم فافوز فوزاً عظیما۔ اے ابن شبیب۔ اگر تو یہ چاہے کہ ہمارے ساتھ جنت کے اعلیٰ درجوں میں ہو تو ہمارے رنج اور خوشی میں شریک ہو (یعنی ہمارے رنج کے دنوں میں رنج اور خوشی کے دنوں میں خوشی کر) اور ہماری محبت کو لازم سمجھ۔ کیونکہ جو شخص پتھر سے محبت رکھیگا تو خداوند عالم اُسے بروز قیامت اُسی پتھر کے ہمراہ محشور کریگا۔)

چونکہ یہ حدیث شریف متعدد مطالب پر مشتمل ہے۔ لہذا مختصر طور سے ہر مطلب کی توضیح کیجاتی ہے۔

مطلب اول (فضیلت ماہ محرم) - چونکہ ماہ محرم کا تعلق حضرت سید الشہداؑ کے ساتھ ہے۔ اسلئے حق سبحانہ تعالیٰ نے اس ماہ کو چند خصوصیتوں کے ساتھ مخصوص فرمایا۔

پہلی تاریخ اسکی یوم استجابت دعاو قضائے حاجات ہی۔ جیسا کہ حدیث مذکور سے ظاہر ہی۔
اسی روز حضرت ادریسؑ داخل بہشت ہوے۔ تیسری تاریخ کو حضرت یوسفؑ چاہ سے
باہر آئے۔ پانچوین تاریخ کو حضرت موسیٰؑ نے دریا کو عبور کیا۔ نوین تاریخ کو موسیٰؑ نے
کوہ طور پر درگاہ احدیت مین مناجات کی۔ اُسی روز حضرت یونسؑ ماہی کے شکم سے
نکلے۔ موسیٰؑ و یحییٰؑ و مریمؑ اُسی دن پیدا ہوے۔ بروز دہم شہادت امام حسینؑ واقع ہوئی
سولھوین تاریخ کو بیت المقدس قبلہ قرار پایا۔ سترھوین تاریخ کو اصحاب فیل پر
عذاب نازل ہوا۔ اور بقولے زفاف فاطمہ زہرا بھی اُسی روز ہوا۔ پچیسوین تاریخ کو
امام زین العابدین نے وفات پائی۔ زمانہ جاہلیت مین اس ماہ کا بہت احترام کیا
جاتا تھا اور قتل و غارت کو اس مہینہ مین حرام جانتے تھے۔ مگر منافقانِ جفا کار
نے خون دوستان و فرزندانِ رسولخدا کو حلال جانا اور اہلبیت کی ہتک حرمت کی۔
یہ مہینہ چند حیثیتون سے ماہ رمضان سے بہت مشابہ ہی۔ ماہ رمضان کے متعدد نام ہین
مثلاً۔ شہر اللہ۔ شہر الرحمہ۔ شہر المغفرہ۔ شہر العتیق من النار۔ اسی طرح ماہ محرم کے
بھی کئی نام ہین۔ شہر الحسین۔ شہر العزا۔ شہر الحزن۔ شہر البکا۔ شہر البکائی۔
ماہ رمضان ایسا مہینہ ہی۔ دعیتم فیہ الی ضیافۃ اللہ۔ (تم ضیافت الٰہی کی طرف
بلائے گئے ہو)۔ ماہ محرم مین۔ دعیتم فیہ الی عزاء الحسین (تم عزائے حسین کی طرف
بلائے گئے ہو)۔ ماہ رمضان مین ضیافت الٰہی کے لئے ہر طرف ملائکہ دعوت کرتے ہین۔
ماہ محرم مین جو عزائے حسین کے لئے دعوت دیتے ہین وہ بھی چند داعی ہین۔
داعی اول۔ خود حضرت احدیت ہی۔ جسنے ابتدائے خلقت عالم سے جمیع عالمون
و عالم مثال و عالم ارواح وغیرہ مین اس عزا کی دعوت دی۔

داعی دویم - تمام ملائکہ ہین جو روز پیدائش عالم سے تا روز قیامت مختلف زبانون اور مختلف کیفیات کے ساتھ خصوصًا ملائکہ مقربین دعوت دیتے ہین -

داعی سویم - تمام انبیا نے اس عزا کی دعوت دی - اور سب نے حق تعالیٰ سے خواہش کی کہ وہ عزاداران حسینؑ مین شمار کئے جائین - ان مین انبیائے مقربین مثل حضرت ابراہیمؑ وزکریاؑ وغیرہ بھی شامل ہین -

داعی چہارم - حضرت ختمی مرتبتؐ نے قبل از ولادت حسین مظلوم سے اپنی رحلت تک متعدد موقعون پر خود اقامت عزا فرمائی - اسیطرح آپ کے پدر بزرگوار حضرت امیرالمومنینؑ اور آپ کی مادر عالیمقدارؑ اور آپکے برادر نامدارؑ اور آپکی اولاد وائمہ اطہارؑ تا بہ زندگی اس عزا کے داعی رہے - اور ان بزرگوارون نے بہ نفس نفیس اقامت عزا کی -

داعی پنجم - جناب صدیقہ صغریٰ زینب کبریٰ تھین - جنھون نے کربلا مین مختلف موقعون پر - اور کوفہ مین متعدد جگھون پر - کبھی کوچہ و بازار مین - کبھی اونٹ کی پشت پر - کبھی مجلس ابن زیاد مین - کبھی دروازۂ شام پر - کبھی مجلس یزید مین عزاداری کی - قید سے چھوٹ کر خاص طور سے آپ نے دمشق مین مجلس عزا ترتیب دی اسکے بعد بوقت مراجعت کربلا مین - اور پھر دروازہ مدینہ پر اور اپنے جد کے حرم محترم مین اور اپنی مان فاطمہ زہراؑ کی قبر پر اور پھر اپنے مکان مین الغرض مجملًا تمام عمر مصروف عزاداری رہین -

داعی ششم - خود حضرت سید الشہدا تھے - آپ نے بھی مختلف مواقع پر دعوت دی اول مرتبہ - عالم مثال مین - بعدہ اس عالم مین اپنے جد و پدر و مادر کے زمانہ مین بار بار دعوت دی - اسکے بعد لیکر آپ نے دعوت عزا دی - خصوصًا مکہ سے روانگی کے وقت اور تا کربلا ہر منزل پر اور بروز عاشورا تمام دن مختلف حرکات سے

دعوت دی۔ کبھی زبانی موعظہ و نصیحت سے کبھی اپنی غربت کے بیان کرنے سے۔ کبھی مقابلہ و مدافعہ کے ذریعہ سے کبھی نصرت طلب کرنے سے۔ اور سب کے بعد اپنے دوستون سے ایک تمنا اظہار کرنے سے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ لیتکم فی یوم عاشورا جمیعًا تنظرونی +ان سمعتم بغریب او شہید فاندبونی۔ (ترجمہ۔ کاش تم سب روز عاشورا ہوتے کہ مجکو دیکھ لیتے۔ اگر تم کسی غریب یا شہید کا حال سنو تو مجھپر گریہ کرو)۔

داعی ہفتم۔ پیراہن پارہ پارہ امام حسین علیہ السلام تھا۔ شام و کوفہ و مدینہ مین جسے دیکھکر تمام لوگون کے دل منقلب ہوجاتے تھے۔ تاقیام قیامت یہ پیراہن داعی رہیگا۔ کیونکہ ہر سال یکم محرم سے تا روز عاشورا یہ پیراہن مبارک عرش اور زمین کے درمیان معلق لٹکا دیا جاتا ہی۔ اور اس زمانہ کے بعد اٹھا لیا جاتا ہی۔ پس ابتدائے محرم سے تمام موجودات عالم علویہ و سفلیہ جنکا تعلق حضرت سے ہی عزادار اور محزون رہتے ہین۔

ماہ رمضان کی یہ تعریف ہی۔ دعائکم فیہ مستجاب (اسمین تمھاری دعائین قبول ہوتی ہین) ماہ محرم بھی اسکا مصداق ہی۔ جیسا کہ حدیث بالا سے ظاہر ہی۔ ماہ رمضان کی نسبت یہ ہی۔ نومکم فیہ عبادۃ انفاسکم فیہ تسبیح۔ (سونا اس مہینہ مین عبادت ہی اور سانس لینے مین تسبیح کا ثواب ہی۔ ماہ محرم کے لئے بھی یہ ہوسکتا ہی نوم المغموم فیہ عبادۃ ونفس المہموم فیہ تسبیح۔ (مغموم کا سونا اس مہینہ مین عبادت ہی اور سانس لینا مہموم کا تسبیح کا ثواب رکھتا ہی)۔ ماہ رمضان اگر ربیع القرآن ہی تو محرم بھی ربیع البکا ہی۔ ماہ رمضان اگر شہر القیام والصیام ہی تو محرم بھی ماہ صیام وقیام ہی۔ ماہ محرم کو جو صیام و قیام کا مہینہ کہا گیا ہی اسکی چند وجہین ہوسکتی ہین۔ اول بلحاظ اسکے کہ خود جناب سید الشہداء نے اس ماہ مین روزہ رکھا تھا۔ اور وہ ایسا روزہ تھا

کہ درحقیقت اولین وآخرین مین سے کسی نے ایسا روزہ نہ رکھا تھا۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہوگا کہ آپ کے اس روزہ کی بدولت دنیا مین روزہ رکھنا قایم رہا۔ آپ نے نہ صرف مفطرات ظاہری سے اجتناب کیا بلکہ عیال واطفال واموال واصحاب واحباب وبرادران وجان وپوست واستخوان کی محبت بھی دل سے نکال دی۔ **دوئم** ۔ یہ وجہ بھی ہوسکتی ہی کہ آپ کے دوستدار بوجہ کثرت حزن وعزاداری اور اُن مصائب پر خیال کرکے جو اس ماہ مین سید الشہدا پر وارد ہوے ترک لذت کرتے ہین۔

ماہ رمضان مین شب قدر ہی جو ہزار راتون کی عبادت سے بہتر۔ اور ہزار ماہہ سلطنت بنی امیہ سے افضل ہی۔ ماہ محرم مین بھی شب عاشورا ایسی رات ہی کہ سلطنت ہزار ماہہ بنی امیہ کے درہم وبرہم ہونے کا اس رات مین سامان ہوا اس شب مین سبط پیغمبر پر گریہ وزاری کے ساتھ بیدار رہنے کا ثواب شب قدر کے ثواب سے بدرجہا زیادہ ہے۔ بلکہ اس رات کو اگر ایک مرتبہ بھی پانی پیکر سید مظلوم کی پیاس کا خیال کرکے روئے تو شب قدر کی تمام رات جاگنے سے بہتر ہی۔ ماہ رمضان کی نسبت کہا گیا ہے۔ یفتح فیہ ابواب الجنان ویغلق فیہ ابواب النیران۔ (اس مہینہ مین بہشت کے دروازے کھول دئے جاتے ہین۔ اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہین) ماہ محرم کے بارہ مین بھی یہ ہی۔ یفتح ابواب الجنان للمتوسلین بہ علیہ السلام ویغلق ابواب النیران۔ (متوسلین حسینؑ کے لئے جنت کے دروازے کھولدئے جاتے ہین اور دوزخ کے دروازے بند کردئے جاتے ہین) بلکہ جہنم خاموش ہوجاتا ہی۔ چنانچہ حدیث مین ہی کہ اُس اشک کا ایک قطرہ جو مصیبت حسینؑ کو سنکر نکلے دریاے آتش کو خاموش کردیتا ہی۔

مطلب دوئم - زمانہ جاہلیت مین اہلِ عرب بالکل وحشت و بے ترتیبی کی زندگی بسر کرتے تھے - اُنکی اخلاقی عادات ایسی خراب تھین کہ اگر ہم اُنھین حشرات الارض کے ساتھ تشبیہ دین تو بیجا نہین - قتل و غارت و دختر کشی و جنگ و جدل وغیرہ اُن کی طینت مین شامل تھے - مگر اسپر بھی ماہ محرم کا اسقدر احترام کرتے تھے کہ اس مہینہ مین جدال و قتال سے دست بردار ہوکر اطمینان کے ساتھ اپنے گھرون مین رہتے تھے - مگر اس امت نے جو علم اسلامی کے سایہ مین قانون محمدی کی پابند ہونیکا دعویٰ کرتی تھی ایسی وحشت پر کمر باندھی اور اولاد پیغمبر پر ایسی بیدردی کے ساتھ ظلم و ستم کئے کہ کوئی ذی شعور اور مہذب شخص اپنے جانی دشمن پر بھی یہ سختی روا نہین رکھ سکتا - جن نفوس قدسیہ کی برکت سے اہل عرب صاحب ثروت و مکنت ہوے - جنھون نے راہ ضلالت سے ہٹا کر راہ راست پر لگایا اُنکے ساتھ یہ سلوک کیا گیا - اگر انھین اذیت دینی اشرف ترین عبادت قرار دی جاتی تو بھی اس سے زیادہ تکلیف نہین دے سکتے تھے جسقدر کہ اب اذیت پہونچائی گئی - وہ رسول جو رحمۃ للعالمین ہو جسکی حیات و ممات امت کے لئے رحمت ہو - جو اس بات پر راضی نہ ہوا کہ اُسکا جنازہ آسمان پر لیجایا جائے - مبادا امت پر عذاب نازل ہو جسنے تیئیس ۲۳ سال تک امت نے طرح طرح کی تکلیفین پہونچائی ہون مگر اُسنے سوائے دعائے خیر کے کبھی بد دعا نہ کی ہو - حالانکہ انبیائے سابقین کی امتون نے جب نافرمانی کی تو اُنھون نے نفرین کی اور عذاب نازل ہوگیا - تعجب ہی نہین بلکہ نہایت افسوس ہی کہ ایسے رسول کی آنکھ بند ہوتے ہی جو سراپا رحمت تھا - یہ امت اس بات پر آمادہ ہوجائے کہ اُس رسول کی نسل ہی قطع کردیجائے تاکہ اُسکا کوئی نام لینے والا بھی باقی نہ رہے - سب سے پہلا ظلم جو کیا گیا وہ اُنکے حقیقی جانشین کو خلافت

سے محروم کرنا تھا۔ مین تمام منصفون سے دریافت کرتا ہون کہ وہ ذرا انصاف سے بتائین کہ کیا اس رسول کی ہدایت کا یہی صلا تھا۔ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی (ترجمہ۔ کہدے اے رسول کہ مین کوئی اجرت نہین چاہتا مگر یہ کہ میرے قریبون سے محبت رکھو) کے ذریعہ سے جنکی محبت اجر رسالت قرار پائی تھی اور جنکی محبت تمام مسلمانون پر فرض کی گئی تھی کیا وہ اسی سلوک کے مستحق تھے جو اُنکے ساتھ کیا گیا۔ کیا مسلمانون کو یہی زیبا تھا کہ اُن مین سے بعض کو قتل کر دیا۔ بعضون کو زہر دیکر مارڈالا بعضون کو قید رکھا۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ کلنگ کا ٹیکا تاقیامت ان مسلمانون کے چہرون سے نہین مٹ سکتا۔ یہ امر اور بھی قابل افسوس ہی کہ ان ظالمون کا دامن پاک کرنے کے لئے محض مصنوعی احادیث یا فرضی روایات کے ذریعہ سے اُن کے ہر فعل کو موافق شرع اسلام ثابت کرنیکی کوشش کی جاتی ہی۔

جرجی زیدان جو ایک عیسائی مورخ ہی اپنی تاریخ تمدن اسلام جلد دوم مین لکھتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قبیلہ کے لوگون کو اپنے مکان پر مدعو کرکے تبلیغ اسلام کی تو آپ نے فرمایا کون ایسا شخص ہی جو مجھپر ایمان لائے اور میرا بھائی اور وصی قرار پائے۔ سوائے علی بن ابی طالب آپ کی اس دعوت کو کسی نے منظور نہ کیا۔ حالانکہ وہان سب ہی موجود تھے۔ اہل انصاف سے پوشیدہ نہین کہ علاوہ اور دلیلون کے جناب رسول خدا کا یہ فرمانا حضرت علی کی ولایت وخلافت پر نص ہی۔ اس سے بھی قطع نظر کرکے اگر دیکھا جائے تو کیا قرین انصاف ہی کہ ایک سلطان دنیا سے سفر کرتا ہی۔ اور اُسکا داماد موجود ہی جو ہر طرح لائق ہی۔ اُس داماد کو محروم کرکے ایک اجنبی شخص کو چند آدمی اُس سلطان کا جانشین مقرر کردین۔ عجب ثم العجب۔

مطلب سویم - حدیث مذکورۂ بالا مین معصوم نے فرمایا ہی کہ اگر تو کسی چیز پر رونا چاہتا ہی تو جناب سید الشہداء ع پر گریہ کر - اس سے یہ غرض ہی کہ امام حسین ع پر رونے کا ثواب زیادہ ہی - جو شخص مصیبت زدہ ہوگا وہ ضرور رونا چاہیگا - پس اُسے لازم ہی کہ وہ امام مظلوم کا تذکرہ کرکے گریہ کرے تاکہ اجر و ثواب بے اندازہ حاصل ہو - یا یہ مطلب ہو کہ امام حسین ع کی مصیبتون کے سامنے اور مصیبتین بالکل ہیچ ہین - اگر کوئی مصیبت زدہ حضرت کے مصائب کی طرف ملتفت ہوگا تو وہ اپنی مصیبت کو فراموش کرکے حضرت کے حال پر گریان ہوگا - یا یہ مراد ہو کہ جب کوئی اہلِ مصیبت بہت پریشان ہو تو حضرت کی کسی ایسی مصیبت کا تصور کرکے گریہ کرے جو مثل اُسکی مصیبت کے ہو - اور ساتھ ہی یہ بھی خیال کرے کہ حالانکہ حضرت علت موجودات تھے اور دفع مصیبت پر بھی قادر تھے مگر پھر بھی آپ پر یہ مصائب گذرے - اس خیال سے دل کو تسلی دے اور امام مظلوم پر روئے - اس سے تسکین بھی ہوگی اور ثواب بھی ملیگا - خود حسین مظلوم کا ارشاد اسپر شاہد ہی - کہ فرماتے ہین - ان سمعتم بغریب او شہید فاندبونی - (اگر تم کسی غریب و شہید کا حال سنو تو مجھپر گریہ کرو) -

مطلب چہارم - کیفیت شہادت سید الشہداء ع - حدیث مذکور مین یہ فقرہ ہے کہ مثل گوسفند قتل کیئے گئے - گوسفند سے تشبیہ دینے مین کئی احتمالات ہوسکتے ہین شاید یہ غرض ہو کہ گوسفند کے ذبح کرنے مین کچھ تکلف نہین ہوتا - اسیطرح حضرت کو بیباکی کے ساتھ شہید کیا - یا یہ مراد ہو کہ جسطرح گوسفند کا ذبح کرنا مباح و حلال ہی اور اُسکے ذبح کرنے مین کچھ پس و پیش نہین کیا جاتا - اسیطرح حضرت کو شہید کیا گیا گویا کہ آپ کا خون بہانا مباح تھا - اسپر خود حضرت کا قول شاہد ہی کہ فرماتے ہین

لما تستحلون دمی ۔ (میرا خون بہانا تمنے کیون حلال جانا)۔

لیکن سید مظلومؑ کی شہادت اور ذبح گوسفند مین کئی فرق ہین۔ گوسفند کو پیاسا ذبح نہین کرتے ۔ نہ پشت کی طرف سے اُسکا سر کئی ضربون سے علیحدہ کرتے ہین۔ گوسفند کو تیر و شمشیر و چوب و نیزہ اور پتھرون سے ذبح سے پہلے نہین مارتے ہیہات۔ ہیہات۔ سید الشہدا کو ان تمام چیزون کے ذریعہ سے شہید کیا گیا۔ بلکہ بعد شہادت اُس مظلوم کی نعش مبارک گھوڑون کی ٹاپون سے پامال کی گئی۔ چنانچہ فرماتے ہین بعد القتل عمدا اسحقونی ۔ (قتل کے بعد گھوڑون کی ٹاپون سے میرے جسم کو ریزہ ریزہ کر دیا)۔ جناب سید سجادؑ کے اس ارشاد ۔ انا بن من قتل صبرا (مین اُسکا فرزند ہون جو صبر کے ساتھ قتل کیا گیا) مین بھی اسی کیفیت قتل کی طرف اشارہ ہی۔ گوسفند نحر نہین کیا جاتا ۔ مگر جناب سید الشہدا علیہ السلام نحر کئے گئے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

مطلب پنجم فضیلت گریہ بر امام حسینؑ ۔ مصائب حسین مظلومؑ پر اشک بہانا در حقیقت درد عصیان کی بہترین دوا ہی۔ حدیث مذکور مین معصوم فرماتے ہین کہ اگر کوئی حسینؑ پر روئے اور اشک اُسکے رخسارون پر جاری ہون تو خداوند عالم اُسکے ہر گناہ کو بخشدیگا۔ اگرچہ وہ گناہ صغیرہ ہون یا کبیرہ۔ اور گناہ کم ہون یا زیادہ۔ امام حسینؑ سے متوسل ہونے مین عجیب و غریب آثار ہین کہ زبان اُنکے بیان سے عاجز اور قلم اُنکے لکھنے سے شکستہ ہی مگر مختصر طور سے کچھ آثار و فواید لکھے جاتے ہین تاکہ روشنئے چشم مومنین کا باعث ہون

اول ۔ یہ بات ظاہر ہی کہ جتنی عبادات مشروعہ یا طاعات ماثورہ ہین ان سب کے لئے ایک ثواب معین ہی اگر کوئی شخص اُس عبادت کو مع ان شرائط کے جو اُسکے لئے

مقرر ہین بجالائے تو ثواب معینہ اُسے عطا ہوگا۔ مگر سید الشہداء پر رونیکا اجر و ثواب لا محدود ہی
مثلاً۔ اگر آپ کی مصیبت پر کسی کی آنکھ سے پر مگس کی برابر بھی آنسو نکلے تو ارحم الراحمین
اُسکے گناہون کو بخشدیگا۔ اگرچہ کفِ دریا کی برابر ہون۔ اگر اس سے زیادہ روئے تو
ثواب واجر بھی اُسے زیادہ ملیگا۔ پس گناہونکا بخشا جانا اور داخل بہشت ہونا سب سے کم
عطیہ ہی جو پروردگار عالم متوسلین و غلامان جناب سید الشہدا کو مرحمت فرماتا ہے۔
چنانچہ یہ حدیث بحار الانوار مین ابن طاؤس کی سند سے نقل کی گئی ہی۔ ومن بکےٰ
وابکیٰ واحداً فلہ الجنۃ ومن تباکیٰ فلہ الجنۃ (جو شخص روئے یا ایک شخص کو رلائے
جنت اُسکے لیے ہی۔ اور جو رونے والونکی صورت بنائے یعنے بتکلف روئے اُسکے لیے بھی جنت ہی) اظہار
غم کا سب سے ادنی درجہ تباکی یعنے رونیوالونکی صورت بنانا ہو اور اُسکا اجر بہشت ہی پس جسنے اپنی تمام عمر
مصائب حسین پر رونے مین صرف کردی ہو اُسکا کیا درجہ اور مقام ہوگا۔ اس امر کے ادراک مین میری زبان قاصر ہی کہ
صدیقہ صغریٰ جناب زینبؑ کو کیا درجہ اور مقام عطا ہوا ہوگا۔ کیونکہ آپنے اپنی تمام عمر رونے اور رُلانے مین صرف کردی
حالانکہ آپ ہر مصیبت مین اپنے برادر مظلوم کے ساتھ شریک تھین۔ وہم پہلے بیان
کیا گیا ہی کہ ہر عبادت کے متعلق کچھ شرائط و مقدمات و اجزا ہوا کرتے ہین۔ اگر کوئی
عبادت بغیر ان شرائط مقررہ کے بجالائی جائے تو ہرگز اُسکا شمار عبادت مین نہوگا۔
یعنی یہ ایک فعل عبث ہوگا۔ لیکن رونے کے لیے نہ کوئی شرط ہے اور نہ کوئی
مقدمہ ہی اور نہ یہ عبادت کسی قصد کی محتاج ہی۔ ہوسکتا ہی کہ کوئی خالی الذہن شخص
بھی اس عبادت کو بجالائے۔ مثلاً ممکن ہی کہ کسی نے اُس مظلوم کا نام لیا اور قلب
بیچین ہوگیا۔ کیونکہ آپ کے نام مین یہ اثر ہی۔ جیسے آپ کی محبت دلو نمین پوشیدہ ہی
اور دل شکستہ ہونا بھی ایمان کی علامت ہی۔ اس مبارک نام کے سنتے ہی بشرطیکہ

نفس قوۃ خیالیہ کی طرف متوجہ ہو جائے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائینگے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا کہ نام حسینؑ سنکر آپ نے کہا تھا۔ فی ذکر الخامس ینکسر قلبی۔ (پانچوین کے ذکر پر میرا دل ٹوٹتا ہے) یہی اثر آپ کی خواہر عمدیدہ جناب زینبؑ کے نام مین بھی ہی۔ سوئم ہر عبادت کے لئے کچھ امورات یا مفاسد ایسے ہوتے ہین کہ اگرچہ کوئی شخص عبادت کرتا ہی مگر اسکا نتیجہ معصیت بلکہ شرک ہوتا ہی۔ کیونکہ شیطان انسان پر اسطرح مسلط ہی کہ کبھی معصیت کو عبادت کی صورت مین اور کبھی عبادت کو معصیت کی شکل مین پیش کر کے ریا و مکر وغیرہ کے ذریعہ سے عبادت کو خراب اور بیکار کر دیتا ہی۔ مگر یہ عبادت (رونا) ان تمام آفات اور شیطانی وسوسون سے محفوظ ہی۔ کیونکہ بروز عاشورا شیطان کربلا سے فرار ہو گیا تھا۔ توسلات حضرت مثل قلب کے ہین اور شیطان کل اعضا پر سوا سے قلب کے مسلط ہی قلب تجلیات الٓہی کے لئے مخصوص ہی۔ شیطان چاہتا ہی کہ انسان کی ہر عبادت کو صدمہ پہونچائے لیکن ان امور کو کچھ نقصان نہین پہونچا سکتا جو توسلات حسینیؑ ہین اور جو مثل قلب کے ہین۔ جسطرح قلب ذات احدیت سے مخصوص ہی اور تمام اعضا پر اُسے ریاست حاصل ہی اسیطرح توسلات حسینی کو تمام اعضا پر حکومت حاصل ہی۔ اگر خیال کیا جائے تو تمام انبیاء و ملائکہ مقربین کو جو درجات و مراتب ملے وہ بواسطہ و بہ برکت وسائل حسینی سے ملے۔ چنانچہ یہی حکمت تھی کہ حق عز و جل مصائب امام مظلوم کو اپنی زبانِ قدرت سے انکے سامنے ذکر کرتا تھا۔ صرف اسلئے کہ ان مصائب کو سنکر وہ گریہ کرین جو عبادت جلیلہ ہے۔ حتیٰ کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ جو اشرف الانبیا تھے۔ آپ کی خدمت مین جبرئیلؑ متعدد موقعون پر آپ کے فرزند حسینؑ کی خبر شہادت لائے۔ بلکہ ولادت

سید الشہدا کے وقت تمام ملائکہ تہنیت ادا کرنے کے لئے آئے اور ضمناً تعزیت کرتے تھے۔ آنحضرت کو یہ سنکر صدمہ ہوتا تھا۔ اور جب کبھی آپنے ذکر شہادت حسین ؑ کو سنا مغموم ومحزون ہوکر آنکھون سے اشک حسرت برسائے۔ اسمین یہی مصلحت خداوندی تھی کہ آپ چونکہ اشرف الانبیا ہین اسلیے سب انبیا سے زیادہ تحصیل عبادت فرمائین۔ اسی طرح آپ کے پدر و مادر و برادر کو آپ کے مصائب سے آگاہ کیا گیا تاکہ وہ بھی روئین اور بوجہ اس عبادت جلیلہ کے اُنکے درجے اور مقامات بلند ہون۔ پس جو عبادت محل توجہ حضرت احدیت ہو اُسکے قبول ہونے مین کیا شک ہو سکتا ہی۔ اور وہ حضرت خامس آل عبا کے مصائب پر رونا اور آپ سے توسل حاصل کرنا ہی۔

اشارہ۔ جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ امام حسین ؑ سے متوسل ہونے کا ثواب لاتعد ولاتحصیٰ ہی اور آپ کے متوسلین سے گناہ بھی سرزد ہوتے ہین اور دوسرون کے حقوق بھی یہ لے لیتے ہین جسکی بازپرس لئے قیامت مین کی جائیگی۔ لیکن ہر معصیت کے لیے ایک عذاب محدود ومعین ہی اور اجر توسل غیر محدود ہی۔ پس کہہ سکتے ہین کہ بروز قیامت متوسل حسین ؑ کے ثوابات کم کرکے اُس شخص کو موافق اُسکے حقوق کے دیدئے جائینگے جس کے حقوق اس متوسل کے ذمہ ہونگے۔ لیکن یہ امر بھی بعید نہین کہ متوسلین کے ثوابات کم نہ کئے جائین۔ اور خود جناب سید الشہدا اپنے متوسلین کے مخالفین کو راضی فرماوین اور وہ اپنے حقوق سے درگذر کرین۔ کیونکہ مواقف قیامت مین سے ایک موقف ہبات بھی ہی۔ اس موقف مین جب مؤمنین الطاف الٰہی و مراحم ربانی کو دیکھینگے تو اُنکے حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے حقوق کو معاف کرکے ان درجات عالی مین داخل ہو جائینگے۔ اِس عالم مین جو مؤمنین ہین وہ اپنے جان ومال کو

امام حسین علیہ السلام پر فدا کرنے سے دریغ نہین کر سکتے - بروز قیامت جب سید الشہداؑ سر بریدہ مع قافلۂ شہدا وارد میدان حشر ہونگے اور اہلِ محشر مین شور فریاد بلند ہوگا اگر اُسوقت آپ نے مؤمنین سے درخواست کی کہ وہ ان حقوق کو معاف کر دین جو اُنکے آپ کے متوسلین کے ذمہ ہین - تو عقل سلیم ہرگز اس بات کو قبول نہین کرتی کہ مؤمنین آپ کی اس درخواست کو رد کردینگے - اور آپ کے متوسلون کے ذمہ جو اُنکے حقوق ہین اُنہین معاف نکرینگے - ہرگز ہرگز ایسا نہین ہوسکتا - لہذا آپکے متوسلین کے ثوابات مین کوئی کمی نہوگی -

اشارہ - حضرت سید الشہداءؑ سے متوسل ہونا افضل عبادت ہے - اس خرمن فیض حسینی سے جسنے جسقدر زیادہ خوشہ چینی کی اُسی قدر اُسکو زیادہ مرتبہ اور درجہ حاصل ہوگا - پہلے بھی ذکر کیا گیا اور اب پھر واضح کرنا چاہتا ہون کہ حضرت زینبؑ تمام عمر اِس عبادت مین مصروف رہین - آپ روز عاشورا سے وقت وفات تک ہر روز اور ہر وقت مصروف گریہ وزاری رہتی تھین - پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ کوئی آپ کے فضائل ومراتب کا اندازہ کر سکے مجبوراً عجز کا اعتراف کرنا ہوگا -

اشارہ - شاید وہ لوگ جو بے بصیرت ہین یا جنکے قلوب معرفت سے خالی ہین تعجب کرین کہ رونا کچھ حقیقت نہین رکھتا - حالانکہ ایسی عبادات ہین جن مین بہت زیادہ زحمت اُٹھانی پڑتی ہے - پس رونا کسی طرح اور عبادتون سے افضل نہین ہوسکتا - اور اس فعل قلیل پر اسقدر اجر کثیر کا ملنا خلاف عقل ہے ایسے لوگون سے ہم یہ کہنا چاہتے ہین کہ درگاہ رب العزت سے جو اجر رونے کا عطا کیا جاتا ہے وہ ہرگز ان آنسوؤن کی قیمت نہین ہے - اگر کوئی شخص ایک سیب کسی شاہنشاہ کی نذر کرے اور وہ شہنشاہ اُسے خلعت بیش قیمت مع مال عطا کرے تو کیا یہ اُس سیب کی قیمت خیال کیجائیگی

جو بالکل بے حقیقت چیز ہی۔ بلکہ انعام دیتے وقت معطی اول اپنی شان اور اُس شخص کی حیثیت پر خیال کرتا ہی جسے وہ انعام دینا چاہتا ہی۔ پس یہ تمام اجر خزانہ کرم اکرم الاکرمین سے مرحمت ہوتے ہین جسکی شان یہ ہی۔ لا تزید کثرۃ العطآء الاجوداً وکرماً۔ (کثرت عطا عطا کرنے والے کو اور زیادہ جواد وکریم کرتی ہی) دوسرے۔ جو کچھ متوسلین حضرت امام حسین علیہ السلام کو عطا ہوتا ہی یہ خدمات جناب سید الشہداء ارواح العالمین لہ الفدا کا اجر ہے۔ چونکہ خدمات حسینی اعلیٰ درجہ کی تھین لہذا اُنکا اجر بھی ویسا ہی ہے (دفتر اعمال حسینی مین آپ کا ہر عمل وفعل بوجہ اتم درجہ اعلیٰ کا رکھتا تھا۔ لہذا من توسل بحضرتہ وکان لہ الذنوب والخطایا یغفر لہ اکراماً بحضرۃ الحسینیہ واظہاراً المقامات العالیہ ای ذنب کان قلیلا کان او کثیرا صغیرا کان وکبیراً۔ (ترجمہ۔ جو شخص درگاہ حسینیہ سے توسل کرے اور اُسکے ذمہ گناہ ہون تو درگاہ حسینیہ کے اکرام کی وجہ سے اور مقامات عالیہ کے ظاہر کرنے کے واسطے اللہ اُسکے گناہون کو بخشدیگا۔ وہ گناہ کیسے ہی ہون۔ قلیل ہون یا کثیر صغیرہ ہون یا کبیرہ) اس مقام پر بہت سے مطالب واسرار ہین جنکا ذکر کرنا رشتہ کلام سے خارج ہے مگر بطور فہرست چند مطالب کا ذکر کیا جاتا ہی۔ اسمین توکوئی شک نہین کہ امام حسین ع کی ذات مبارک بقاے دین کا سبب ہی۔ پس حضرت کے متوسلین ہین سے جو کوئی غفلت وجہالت کی وجہ سے امور دینیہ مین سستی یا کاہلی کرتا ہی یا اور کسی وجہ سے یہ اعمال ناقص رہ جاتے ہین تو رحمت خداوندی شامل حال ہوتی ہی اور ان ناقص اعمال کے اجر مین کچھ کمی نہین ہوتی۔ کیونکہ حضرت نے یہ مصائب بزرگ اسی لئے برداشت فرمائے کہ اپنے متوسلین کے گناہون کو دفع کرین اور جو کمی اُنکے امور دینیہ

مین رہ گئی ہی اُسکی تلافی فرمائین - آپ کے قلب کے زخم تدارک ہین معاصی قلبیہ کے چھوٹے زخم گناہان صغیرہ کے اور بڑے زخم گناہانِ کبیرہ کے تدارک کرنے والے ہین اجمالاً حضرت کے تمام مصائب قلبیہ وجسمانیہ وروحیہ آپ کے متوسلین کے مختلف گناہون کے تدارک کرنے والے ہین -

اسی طرح جناب سید الشہداء ؑ تمام قسم کی عبادتین مکمل طور سے بجالائے - تاکہ اُس کمی کو پورا کردین جو کسی وجہ سے آپ کے متوسلین کی عبادت مین رہ گئی ہی - گویا آپ کی عبادات سے اِن کمیون کی تلافی ہو جائے - مثلاً سب عبادتون مین افضل نماز ہے الصلوٰۃ عمود الدین ان قبلت قبل ما سواھا - (نماز دین کا ستون ہی اگر یہ قبول ہوئی تو اور اعمال بھی قبول ہونگے) - امام حسین ؑ نے احیاے نماز فرمایا - اور اسطرح نماز ادا کی کہ آپ کے متوسلون کی نمازون مین جو نقص رہ گئے تھے اُنکی تلافی ہو گئی - عبادات جلیلہ اور ارکان اسلام سے روزہ ہی - آپ نے روزہ کو زندہ رکھا اور خود ایسا روزہ رکھا جسنے ان تمام نقصون کو دفع کردیا جو آپ کے دوستون کے روزون مین رہ گئے تھے - علیٰ ہذا عبادات مالیہ کے نقایص دور کرنے کے لئے آپ نے اپنا تمام مال صرف کردیا - حضرت کی جس عبادت پر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ بروز عاشورا اُس مظلوم نے اکمل طور سے اُسے ادا کیا - اور ہر ناقص عبادت کے مقابل کامل عبادت موجود ہے تاکہ ناقص کی تلافی ہو جائے - قرآن کریم کی فضیلت پوشیدہ نہین - اور اُسکا احترام وحفاظت وغیرہ ہر شخص پر واجب ولازم ہی - اسکی فضیلت مین یہی کافی ہی کہ یہ کلام الٰہی اور امانت رسالت پناہی ہی - چنانچہ ارشاد رسول ہی - انی تارکٌ فیکمُ الثقلین کتاب اللہ وعترتی (مین تم مین دو بھاری چیزین چھوڑتا ہون - ایک کتاب خدا ہی اور دوسرے میری عترت ہی)

امام حسین عہ نے چند موقعون پر اسلئے قرآن کی تلاوت کی کہ جنھون نے بوجہ جہالت قرآن کو صحیح نہین پڑھایا اسکا احترام نہین کیا۔ اُسکی تلافی ہوجاے۔ آپ کے سر مبارک نے نہ صرف نیزہ پر بلکہ مجالس ابن زیاد و یزید ملعون مین بھی تلاوت قرآن فرمائی۔

گنہگار بوڑھون کی شفاعت کے لئے آپ نے اصحاب کو۔ اور جوانان بدکردار کی شفاعت کے لئے اپنے نوجوانون کو فدا کیا۔ اسیری و ذلت اہلِ بیت اسلئے گوارا کی کہ عورتون کی نجات ہو۔ اکثر موقعون پر آپ نے خجالت اُٹھائی تا کہ آپکے دوست اور متوسلین بروز قیامت شرمندہ نہون۔ جن موقعون پر آپ کو شرمندگی اُٹھانی پڑی اُنمین سے چند بیان کئے جاتے ہین۔ **اول** جب شبیہ پیغمبر حضرت علی اکبر نے آپ سے پانی طلب کیا۔ **دویم**۔ دو مرتبہ حضرت قاسم سے۔ اول۔ جب قاسم نے آپ سے پانی مانگا دویم۔ جبکہ قاسم نے آپ سے نصرت طلب کی اور آپ اُسکی نصرت نفرما سکے۔ **سویم** لیلےٰ مادر علی اکبر سے جب علی اکبر کے شہید ہونیکی خبر سنائی۔ **چہارم**۔ علی اصغر سے۔ کہ آپ اُسے پانی پلانے کے لئے لے گئے۔ اور تیر سہ پہلو سے وہ بچہ شہید کردیا گیا۔ **پنجم**۔ رباب مادر علی اصغر سے۔ جبکہ لاش علی اصغر اُسکے حوالہ کی۔ **ششم**۔ تمام اہلبیت سے کہ آپ اُنکی کچھ امداد نکر سکے اور نہ اُنکو اس بلا سے نجات دی۔ **ہفتم**۔ آپکو اپنی خواہر غمدیدہ جناب زینبؑ سے خجالت ہوئی۔ بلکہ یہ شرمندگی دائمی ہی۔ چنانچہ ایک خواب کے ضمن مین سکینہ سے منقول ہی کہ عالمِ رویا مین جناب فاطمہ زہرا نے سید الشہداؑ سے فرمایا کہ تم اپنی خواہر کی طرف کیون نظر رحمت نہین کرتے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے اپنی بہن سے شرمندگی ہی۔ اور میری آنکھین چار نہین ہوتین۔ اور موافق بعض عبارات منقولہ کے سر حضرت سید الشہدا بالاے نیزہ یا طشت طلا مین جب مقابل

حضرت زینب ہوتا تھا تو آنکھیں بند کر لیتا تھا۔ اور جب مقابل سے ہٹ جاتا تھا تو آنکھیں کھل جاتی تھیں۔ یہ امر بھی آپ کی شرمندگی پر دلالت کرتا ہے۔

ان تمام مطالب سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص اگر بہ نظر تفکر اپنے دفتر اعمال کو دیکھے تو اُسے ایسا ہی سیاہ دیکھے گا جیسا اس بندہ گنہگار کا نامہ عمل ہے۔ ایسی حالت میں اگر ہم لوگ امام حسین علیہ السلام سے متوسل ہوں تو انشاء اللہ مایوس و ناامید نہ ہوں گے کیونکہ خود آپ نے اور آپ کے عیال و انصار نے مایوس و ناامید ہو کر ہم گنہگاروں کو یاس و ناامیدی سے بچا لیا۔ اسمیں شک نہیں کہ ہم سب غریق بحر عصیان ہیں۔ اور سوائے حسین مظلوم کے ہماری بخشش کا کوئی وسیلہ اور واسطہ نہیں۔ یہاں یہ بندۂ گنہگار درگاہ کردگار میں عرض کرتا ہے۔ الٰہی۔ جب میں اپنے نامۂ عمل کو دیکھتا ہوں تو اُسے نیکیوں سے خالی اور گناہوں سے پُر پاتا ہوں۔ سفر دور و دراز درپیش ہے اور زاد راہ موجود نہیں۔ جب روز قیامت کا تصور کرتا ہوں تو تمام آدمیوں کو دو صفوں میں پاتا ہوں اصحاب یمین۔ و اصحاب شمال۔ اگر اصحاب یمین کی طرف جاؤں تو انہیں شامل ہونے کی قابلیت نہیں پاتا۔ اگر اصحاب شمال کا رخ کروں تو تیرے عذاب و عقاب سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ اس حالت میں نہایت متحیر و پریشان ہوں کہ کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ خداوندا۔ میں تجھے عقیلۃ القریش نور دیدۂ رسالت ام المصائب جناب زینبؑ کبریٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی رحمت سے میرے گناہوں سے درگذر فرما۔ الٰہ کردگارا کریما۔ اس گنہگار کو اپنے در رحمت سے مایوس واپس نہ کر۔ اور مجھے غلامان حسینؑ کے ساتھ محشور فرما۔ تیرا یہ گنہگار بندہ محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ دیکر یہ بھی عرض کرتا ہے کہ اسے حج اور زیارت چہاردہ معصومین سے مشرف فرما۔ میں تمام ناظرین سے حقیقت محمدؐ و آل محمدؐ کی قسم

دیگر استدعا کرتا ہون کہ مجھے اس دعا سے فراموش نہ فرمائین۔

اشارہ۔ چونکہ حضرت زینب ہر امتیاز مین اپنے برادر مظلوم کی شریک رہین۔ لہذا جو امام حسینؑ کے متوسلین مین ہونگے وہ اس معظمہ کے بھی متوسل شمار ہونگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مطلب ششم۔ فضائل زیارت حضرت سید الشہداءؑ فضیلت زیارت امام حسین علیہ السلام مین اخبار کثیرہ و مختلفہ وارد ہوے ہین۔ اول حقیقت زیارت بیان کی جاتی ہے پھر فضائل اور اخبار مختلف ہونے کے وجوہ تحریر کیے جائینگے۔

حدیث مذکورہ بالا مین ارشاد امام ہی۔ کہ اے پسر شبیب۔ اگر تو اس بات کو دوست رکھتا ہی کہ ایسی حالت سے تو خدا سے ملاقات کرے جبکہ تیرے ذمہ کوئی گناہ نہو تو جناب خامس آل عبا کی زیارت کر۔ واضح ہو کہ کسی مرد بزرگ کی حضوری کو زیارت کہتے ہین اور مرد بزرگ کی زیارت سے اسکا اکرام کرنا منظور ہوتا ہی۔ اور یہ مطلب بھی ہوتا ہے کہ زیارت سے اُس مرد بزرگ کا مرتبہ و بلندی مقام ظاہر ہو۔ چنانچہ جسقدر بزرگ وہ شخص ہوگا اُسیقدر اُسکی زیارت کا ثواب زیادہ ہوگا۔ عرفاً اسکی یہ نظیر ہوسکتی ہی کہ اگر کوئی امیر یا وزیر اپنے بادشاہ کی کوئی خدمت انجام دے۔ تو اُس خدمت کی اہمیت پر نظر کر کے بادشاہ اُس امیر کو مورد مرحمت شاہانہ کریگا۔ اگر اُسنے کوئی بڑی خدمت کی ہی تو بادشاہ اُسے ایسی عزت عطا کریگا کہ جو دیگر امراء و وزراء سے بالا تر ہوگی۔ اور ضرور ہی کہ تمام امراء وغیرہ اُسے اس منصب کے ملنے پر مبارکباد دینگے۔ چونکہ فرزند رسولخدا کی خدمات نہایت اہم اور دائمی ہین۔ لہذا تمام بندے اس بات پر مامور ہین کہ ہمیشہ ادائے تہنیت کرین۔ اگرچہ بعض مصلحتون سے اُسنے اس زیارت کو واجب قرار نہین دیا۔ مگر ثواب و فضیلت بہت زیادہ مقرر کر کے بندون کو موقع دیا کہ یہ ثواب حاصل کرنیکے لیے

اُس مظلوم کی زیارت کے لئے حاضر ہون - چونکہ امام حسین کی زیارت کا ثواب بہ نسبت دوسرون کے بہت زیادہ ہی - اسلیے بعض کا گمان ہی کہ یہ زیارت واجب ہی - مضامین مسطورہ کو دیکھکر دلمین یہ شبہ پیدا ہو کہ امام حسینؑ جناب رسولخدا اور دیگر بزرگون سے افضل ہین کیونکہ انکی زیارت کا ثواب دوسرون کی زیارت سے بہت زیادہ ہی - اس شبہہ کے رفع کرنے کے لیے صرف یہی کافی ہی - کہ منافقین و معاندین چاہتے تھے کہ اس نور قاہرہ محمدیہ کو بجھادین اور آپ کی مظلومیت اُنکے خیالات کی مانع تھی - لہذا آپ کے لئے یہ خصوصیت قرار دی گئی کہ آپ کی زیارت اعظم شعائر الٰہی معین کی گئی - حضرت کی زیارت کا جو ثواب ہی اُسکی مقدار سمجھنے سے عقل قاصر ہی - اسکی نسبت جو اخبار وارد ہوئے ہین ہر ایک مین راوی کی استعداد کے اندازہ سے ثواب بیان کیا گیا ہی - چنانچہ بعض روایات مین نوّے حج پیغمبر اور بعض مین ہزار حج کا ثواب کہا گیا ہی - دوسری حدیث یہ ہی - من زار الحسین عارفاً بحقہ کمن زار اللہ فی عرشہ - (جسنے آپکا حق پہچان کر حسین کی زیارت کی گویا اُس نے عرش پر خدا کی زیارت کی) - ایک اور حدیث مین ہی کہ جب زائر حسین اپنے مکان سے حرکت کرتا ہی تو ملائکہ اُسکے لئے استغفار اور ہر جگہہ اُسکا استقبال کرتے ہین - اور حضرت سید الشہداءؑ عرش کے دہنی طرف سے ملاحظہ کرتے ہین - اور اُسکی طرف متوجہ رہتے ہین - یہانتک کہ وہ کربلا پہونچتا ہی - جب وہ زائر قبہ حسینی مین داخل ہوتا ہے توسب سے پہلے اُسکا یہ اکرام کیا جاتا ہی کہ اُسکے تمام گناہ محو کردئے جاتے ہین - مثل انھین اخبار کے اور اخبار کثیرہ ہین - ان اخبارات مین جو اختلافات ہین اُنکی تاویل اسطرح ہوسکتی ہی - اولی - ثواب زیارت اسقدر کثیر ہی جو حیطہ علم سے باہر ہی

دویم۔ اختلاف مقدار ثواب زائرون کے اختلاف معرفت کی وجہ سے کم وزیادہ ہے۔
اشارہ۔ جو کچھ اخبار سے معلوم ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ حضرت سید الشہداءع پر رونا سبب بخشش گناہان ہی۔ ان معنی سے کہ گناہ لوح محفوظ مین ثبت ہوتے ہین اور پھر رحمت الٰہی سے بہ برکت گریہ وہ محو کردئے جاتے ہین۔ لیکن زیارت حسین ع کی وجہ سے گناہ لوح محفوظ مین ثبت ہی نہین ہوتی۔ اسطرح کہ لوح محفوظ سے یہ معلوم ہی کہ زیارت حسین ع سے کون مشرف ہوگا۔ پس اُسکے گناہ لوح محو واثبات مین درج ہوتے ہین اور بعد زیارت وہ محو ہوجاتے ہین اور پھر کبھی لوح محفوظ مین نہین لکھے جاتے۔ یہی معنی ہین اس قول معصوم کے۔ غفر اللہ لہ ما تقدم وما تاخر۔ (اگلے اور پچھلے گناہون کو خدا بخشدیگا) اس بیان سے حقیقت اس کلام امام کی بھی معلوم ہوگئی کہ اگر تو خدا سے ایسی حالت مین ملاقات کرنی چاہے جبکہ تیرے ذمہ کوئی گناہ نہو یعنی لوح محفوظ مین کوئی تیرا گناہ ثبت نہو۔ ان الحسنات یذھبن السیاٰت (تحقیق کہ نیکیان گناہون کو دور کردیتی ہین۔)۔

اشارہ۔ فضائل زیارت سید الشہداءع اور زائرین کے مراتب کو سنکر کچھ تعجب کرنا چاہیے۔ حضرت کو یہ بدلا دیا گیا ہی ان صدمات وزحمات کا جن مین آپ مدینہ سے مکہ تک اور مکہ سے تا عراق مبتلا رہے۔ اسکے صلہ مین خلاق عالم نے آنحضرت کو ایسی کرامت عطا فرمائی جسکے بیان سے زبان اور تحریر سے قلم عاجز ہے۔ ازانجملہ یہ ہی کہ زیارت حسین ع کو دوسرون کی زیارت پر بلکہ اپنی زیارت پر فضیلت دی۔
دویم۔ زائر حسین ع کو اپنے زایر پر فضیلت وبرتری عنایت فرمائی۔ چنانچہ اول زواران حسین ع پر اور بعدہ اپنے زوارون یعنی حاجیون پر نظر رحمت کرتا ہی۔

سوئم۔ اپنی زیارت (حج) کے لئے کچھ شرائط و اجزا قرار دئے اور بغیر ان شرطوں
اور اجزا کے حج باطل اور بعض شرائط کے لئے کفارہ معین کیا۔ لیکن زیارت حسینؑ
کے لئے کوئی شرط وغیرہ مقرر نہین کی چہارم۔ زیارت سید الشہدا کو رفع درجات کا
سبب اور مقامات عالی حاصل کرنیکا ذریعہ گردانا۔ چنانچہ یہ معین کردیا کہ شب جمعہ کو
جملہ ارواح انبیا و اوصیا و مومنین و جماعت ملائکہ مقربین حضرت کی زیارت کیا کرین
لہذا جس شخص کو شب جمعہ مین زیارت حسینؑ کا شرف حاصل ہوگا اُس سے ایک لاکھ
چوبیس ہزار ارواح انبیا مصافحہ کرینگی۔ پنجم۔ سید الشہدا کا اول زائر خدائے متعال ہی۔
اگرچہ ابتدائے خلقت نور حسینی سے خلاق عالم نے آپ کی زیارت کی۔ مگر چند مرتبہ
خصوصیت سے آپ کی زیارت کی۔ اول۔ عالم مثال مین خلقت نور کے وقت۔
دوئم۔ بروقت ولادت حضرت۔ سوئم۔ لڑکپن مین جبکہ رسولخداؐ نے ارشاد کیا۔
وضع اللہ یدہ علی راس الحسین (خدا نے اپنا ہاتھ حسینؑ کے سر پر رکھا) چہارم۔
جب آپ نے مکہ سے کربلا کی طرف حرکت کی۔ اُسوقت جبرئیل حاضر تھے اور لوگونکو
آپ کی بیعت کی دعوت دے رہے تھے۔ پنجم۔ بروز عاشورا عصر کے وقت جبکہ حضرت
کی روح مبارک کو اعلیٰ علیین کی طرف لے گئے۔ ششم۔ حاملان عرش و ملائکہ مقربین
بلکہ تمام ملائکہ نے کئی مرتبہ آپ کی زیارت کی۔ اول۔ جبکہ انوار مقدسہ مشغول تقدیس
و تسبیح تھے۔ دوئم۔ جبکہ پیدایش کے وقت آپکا قنداقہ آسمان پر لے گئے۔ آپکے زمانہ
حیات مین ملائکہ مکرر زیارت سے مشرف ہوئے۔ سوئم۔ بعد شہادت ہر شب جمعہ کو زیارت
کرتے ہین۔ اسی طرح آپ کے جد و پدر و مادر و برادر اپنی زندگی بھر اس مظلوم کی
زیارت کرتے رہے۔ اور آپ کی شہادت کے وقت بھی موجود تھے۔ جیسا کہ کلام

حضرت علی اکبر سے مستفاد ہوتا ہی- اور ام سلمہ کا خواب بھی اسکا شاہد ہی- شب یلدہ ہم بھی ان بزرگوارون نے زیارت کی- جیساکہ ساربان سے منقول ہی یہ بھی احتمال ہی کہ خانہ خولی و مجلس ابن زیاد و یزید مین بھی یہ حضرات تشریف لائے ہون- بالجملہ تمام موجودات عالم آپکے زائرین تھے- اور اپنے اپنے استعداد و قابلیت کی موافق مستفیض ہوے یہ بات مسلم ہی کہ جسنے جسقدر حضرت کی زیارت کی اُسیقدر اُسکے درجات رفیع ہوے-

چونکہ حضرت زینب نے اکثر مخلوقات سے زیادہ اپنے برادر مظلوم کی زیارت کی جو آپ کے درجات و مقامات رفیعہ پر دال ہی خصوصاً اس وجہ سے کہ آپکی زیارت ہرجہت سے کامل تھی- خلقت انوار قاہرہ محمدیہ کے وقت سے آپ برابر مصروف زیارت رہین- جیساکہ ذکر کیا گیا کہ زیارت حضوری کا نام ہے- یہ محترمہ ہمیشہ حاضر خدمت سید الشہدا رہتی تھی- لیکن اس مخدرہ کی چند زیارات مخصوصہ کا بیان کیا جاتا ہے- **اول**- ایام طفولیت مین- چنانچہ جب آپ گہوارہ مین تھین توجب کسی وجہ سے یہ مظلومہ اپنے بھائی کو نہ دیکھتی تھی تو رونا شروع کردیتی تھی- **دوم** کربلا مین بوقت وداع برادر مظلوم چارمرتبہ زیارت کی- کیونکہ اہلحرم کو تسلی و تشفی دینے کی وجہ سے حضرت چار دفعہ خیمہ مین تشریف لائے اور چار مرتبہ اپنی خواہر غمدیدہ کو وداع فرمایا- **سوم**- قتلگاہ مین آپ متعدد مرتبہ زایر سید الشہدا ہوئین- پہلی مرتبہ آپ نے دیکھا کہ تلوارین حضرت کے بدن پر پڑرہی ہین- بار دیگر دیکھا کہ شمر ملعون سینۂ اقدس پر سوار ہے- جسوقت لشکر شقاوت اثر نے کربلا سے کوفہ کی طرف حرکت کی تو آپ زیارت وداعیہ کے لئے آئین اور ایسے جگرخراش بین کئے کہ ایک تزلزل ہوگیا اور دشمن تک رونے لگے- **چہارم**- کوفہ کے دروازہ شہر پر- وہانکے کوچہ و بازار مین مجلس ابن زیاد مین فقط سر مطہر کی زیارت کی **پنجم**- شہر شام کے دروازہ پر

اور شہر شام مین - مجلس یزید مین - قید خانہ مین - اور اُس مجلس مین جو بعد رہائی اہلبیت عزاداری کے لئے ترتیب دی گئی تھی اور شہدا کے سر بھی وہان موجود تھے۔ ششم شام سے واپس ہو کر جب کربلا مین آئین۔

بیانات مذکورہ بالا سے معلوم ہو گا کہ اس مخدرہ کا کسقدر مقام عالی ہے جسکے سمجھنے سے عقل قاصر ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اس مظلومہ کا قلب حرم حسین اور محل انوار حسینیہ ہے۔ کسی عارف نے کیا خوب کہا ہی کہ جو حسین کے دیدار کا مشتاق ہو وہ زینب کے دل مجروح کو دیکھے۔ یہ محترمہ دائمۃ الزیارت تھی۔

اشارہ - یہ اجر و ثواب جو زیارت حسین کے لیے مقرر کیا گیا ہی یہ بدلا ہی اُس غربت وبیکسی کا جسے رضاے خدا کے لیے سید الشہدا نے قبول کیا تھا - یہ اُس وجہ کی منافی نہین جو اس سے پہلے بیان کی گئی ہی - حسین مظلوم نے چونکہ غربت پر صبر کیا لہذا حق سبحانہ تعالے نے زائرین کے لئے بیحد وحساب ثواب اسلئے مقرر کیا کہ زوار بکثرت آئین اور آپ کا حرم غریب نہ رہے - تمام زیارات مخصوصہ اور اوقات مختلفہ مین فضیلت زیارت کا یہی راز ہی کہ کسی وقت روضۂ مطہرہ زواروں سے خالی نہ رہے - آج کوئی کربلاے معلی مین جاکر دیکھے تو معلوم ہو گا کہ سفر دور و دراز کی تکلیفین برداشت کرکے کس کثرت سے زائرین آتے ہین کہ حرم مبارک بھر رہتا ہی - یہ الطاف الٰہی نہین تو اور کیا ہی کہ کل جو حسین اسی میدان مین یکہ وتنہا کھڑا ہوا ھل من ناصر ینصرنا - (آیا ہی کوئی مددگار جو ہماری مدد کرے) پکار پکار کر کہہ رہا تھا اور کوئی نصرت کو نہ آتا تھا آج اُس شہنشاہ دو جہان کا دربار کس عروج و ترقی پر ہے کہ اچھے اچھے امرا و سلاطین آپکی آستان بوسی کو فخر خیال کرتے ہین

اشارہ - جبکہ یہ امر ثابت ہو چکا کہ زائرین سید الشہداء کو جو ثوابات ملتے ہین وہ

اجر ہی مصائب حسینی کا۔ تو یہ کہنا بے موقع نہو گا کہ یہی ثواب زائر حضرت زینب کے لیے بھی معین ہی کیونکہ یہ مخدرہ امام حسین علیہ السلام کی خدمات اسلام مین شریک غالب ہی اگر یہ مظلومہ اپنی اسیری گوارا نکرتی تو خدمات جناب سید الشہدا ناقص رہجاتین۔ جب پروردگار نے چاہا کہ شہادت حسین واقع ہو۔ جیسا کہ فرمایا۔ ان اللہ شاء ان یراک قتیلا (ترجمہ۔ بہ تحقیق کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ تجھے مقتول دیکھے)۔

RAMPUR STATE ... LIBRARY

اسی طرح اس مظلومہ کی اسیری بھی مقرر کی۔ ان اللہ شاء ان یراھن سبایا۔ (ترجمہ۔ تحقیق کہ اللہ چاہتا ہی کہ ان بیبیون کو اسیر دیکھے) پس ارادۂ الٰہی مین یہ دو مقاصد تھے۔ ایک شہادت حسین۔ دوسرا۔ اسیری زینب۔ یہ دونون مقاصد آپس مین لازم و ملزوم تھے۔ پس ان مصائب کا جو اجر بارگاہِ خداوندی سے مقرر ہوا وہ ان دونون بزرگوارون کے لیے تھا۔ چنانچہ اس محترمہ پر گریہ کرنا ایسا ہی ثواب رکھتا ہی جیسا کہ جناب سید الشہداء کے حال پر رونا جسکی تفصیل پہلے گذر چکی ہی۔

مطلب ہفتم۔ دشمنانِ امام حسین سے دشمنی رکھنے اور اُنپر لعن کرنے کا ثواب۔ واضح ہو کہ تبرا کرنا داخل فروع دین ہی۔ اور اسکا ثواب بھی کثیر ہی۔ اسکا فلسفہ بیان کرنا اس کتاب کے مقصد سے باہر ہی مختصراً اتنا لکھدینا کافی ہی کہ کتاب و سنت و عقل و اجماع سے اسکا وجوب ثابت ہی لیکن دشمنان حسینؑ سے تبرا کرنے مین ایک خصوصیت ہی۔ حدیث مذکور مین اسکے اجر و ثواب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہین کہ جو شخص دشمنانِ حسین پر لعنت کرے یعنی اُنسے تبرا کرے تو وہ بہشت عنبر سرشت مین جوار مصطفوی مین جگہہ پائیگا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ تبرا کرنا خصوصاً اعدائے سید الشہداؑ سے عبادات اہم سے ہی۔ **اول**۔ جس نے دشمنانِ حضرت سے

تبرا کیا وہ ذات اقدس واجب الوجود ہی اُسنے اپنی ذات پر واجب فرمالیا ہی کہ بندون کی توبہ قبول کرے۔ سوائے قاتلین سید الشہداءؑ کے باوجودیکہ وہ ارحم الراحمین و اکرم الاکرمین و تواب المذنبین ہی۔ اُسنے اپنی ذات پر یہ بھی واجب کرلیا ہے کہ اپنی تمام شان قہاری کا اظہار قاتلان حسین پر ظاہر فرمائے۔ **دویم**۔ جسنے ان ظالمون پر نفرین کی وہ ذات مقدس سید المرسلین ہی۔ باوجودیکہ آپ رحمۃ العالمین و شفیع المذنبین تھے اور شیطان بھی آپ کی شفاعت کا امیدوار۔ مگر قاتلان حسین اس فیض سے محروم ہین۔ بلکہ آپ نے انپر نفرین کی۔ چنانچہ ارشاد رسول ہی۔ اولٰئک لن ینالھم شفاعتی۔ (یہ وہ لوگ ہین جنکو میری شفاعت نہ پہونچیگی) **سویم**۔ انسے تبرا کرنے والے تمام انبیا و اوصیا تھے بلکہ اکثرون نے اس لعن کے ذریعہ سے بلاؤن سے نجات پائی۔ **چہارم**۔ تمام ملائکہ ان ظالمون پر لعن کرتے ہین۔ **پنجم**۔ تمام ائمہ طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین نے متعدد موقعون پر قاتلان حسینؑ پر لعنت کی **ششم**۔ تمام مومنین و مومنات جنکے دل ان ملاعین کی حرکات ناہنجار سے مجروح ہین حسینؑ کے حال پر روکر اور آنحضرت کے قاتلون پر لعن کرکے اپنے دلون کو تشفی دیتے ہین۔ **ہفتم**۔ یکہ تاز میدان غم والم ام المصائب حضرت زینبؑ نے کئی مرتبہ اور کئی موقعون پر ان پر لعن وطعن کرکے اُنکے ظلمون اور حرکات ناشائستہ کو ظاہر کیا۔ یہانتک کہ مجلس ابن زیاد مین ایسا تبرا کیا کہ اُس ملعون نے قتل جناب زینبؑ کا ارادہ کیا۔ مجلس یزید مین آپنے اُسکا کفر والحاد ایسا ظاہر کیا کہ اکثر اہل دربار منقلب ہوگئے۔ بلکہ میرا عقیدہ یہ ہی کہ سلطنت بنی اُمیہ کے درہم وبرہم ہونے کے اسباب مین سے ایک سبب اِس مخدرہ کا احتجاج بھی ہی۔

اشارہ - قاتلان امام حسینؑ پر لعن کرنیکا اسقدر ثواب اُن زبانی زخمون کے مقابل مین دیا جاتا ہی جو کربلا مین سید الشہدا کو پہونچائے گئے۔ حالانکہ وہ زخم نیزہ و شمشیر کے زخمون سے زیادہ سخت و تکلیف دہ تھے مگر حضرت نے تحمل فرمایا - جراحات السنان لہا التیام ؛ ولا یلتام ما جرح اللسان - (ترجمہ) زخم سنان بھر جاتا ہی مگر زبان کا زخم نہین بھرتا) یہی حال حضرت زینب کا بھی تھا۔ لہذا جو ان کے دشمنون سے تبرا کریگا اُسکو بھی یہی ثواب ملیگا۔

اشارۂ آخر - ان مجالس کے مقابل مین جو معاویہ علیہ الہاویہ نے جناب امیر المومنینؑ پر لعن کرنے کے لئے مقرر کین تھین تمام مومنین و مومنات پر لازم ہی کہ ہر روز حسب فرصت و تمکن دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ پر لعن کرین جو اہم عبادات سے ہی۔

مطلب ہشتم - بیان بشارت و تفضیل برائے شیعان و محبان آنحضرت - ارشاد ہوتا ہی کہ اگر کوئی چاہے کہ وہ درجات و مقامات حاصل کرے جو اصحاب سید الشہداءؑ نے کربلا مین حاصل کیے تھے - تو کربلا مین حاضر ہونیکی تمنا کرے - اس امت کے لیے یہ تفضیل الٓہی ہی کہ جب بندہ کسی نیک کام کی نیت کرتا ہی تو وہ عمل خیر اُسکے نامۂ عمل مین ثبت ہو جاتا ہی برخلاف اسکے اگر بدکام یا معصیت کا ارادہ کرتا ہی تو وہ ثبت نہین کیا جاتا - من احب عمل قوم اشرک معھم - (جو شخص کسی قوم کے عمل کو دوست رکھیگا تو وہ اس قوم کا شریک ہے) جب انبیائے سلف کو واقعۂ کربلا کی خبر دی گئی تو اکثرون نے اس موقع پر حاضر ہونے کی تمنا کی جسکی وجہ سے وہ مقامات عالیہ پر فایز ہوے۔

اول جسنے تمنائے شہادت کی وہ عقیلۃ القریش جناب زینب تھین - آپ جس وقت اپنے دونون فرزندون کو خدمت سید الشہداءؑ مین لائین تو آپ نے اس تمنا کا اظہار کیا تھا۔

باوجودیکہ آپ کی خدمات ایسی تھین کہ ہر خدمت کا اجر شہادت کے اجر سے المضاعف تھا۔ یہ نکتہ بھی ذہن مین رکھنے کے قابل ہی کہ ایسی تمنا کرنے پر ورگاہ اکرم الاکرمین سے جو ثواب مرحمت ہوتا ہی وہ ہرگز عدل کے خلاف نہین ہی۔ چنانچہ بعض بے بصیرت اشخاص کا یہ گمان ہی کہ ایک شخص نے تو اپنی جان فدا کردی اور دوسرے نے محض جان فدا کرنے کی تمنا کی اور دونون کو ایک ہی درجہ دیا گیا تو یہ بات خلاف انصاف ہی۔ اسکا جواب واضح اور صاف ہی کہ درگاہ ارحم الراحمین سے جو کچھ عطا ہوتا ہے وہ ازراہ تفضل ہے۔ وھو یعطی لمن یشاء ما یشاء کیف مایشاء (وہ جسکو چاہے اور جسطرح چاہے اور جو چاہے عطا کرتا ہے۔) البتہ اگر وہ جان فدا کرنے والے کے اجر مین کمی کرکے دوسرے شخص کو دے تو یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہی۔

اشارہ۔ صرف اظہار تمنائے شہادت پر اسقدر ثواب ملنا اُس تمنا کی مقابل ہی جو سیدالشہدا نے بروز عاشورا اظہار کی تھی۔ لیتکم فی یوم عاشورا جمیعاً تنظرونی۔ (کاش بروز عاشورا تم سب مجھے دیکھ لیتے)۔ **بشارت**۔ اگر کوئی یہ تمنا کرے کہ اے کاش مین اسوقت موجود ہوتا اور حضرت زینب کی امداد کرتا تو انشاء اللہ اُسے بھی وہی اجر ملیگا۔

مطلب نہم۔ علامات شیعہ و بیان تولا معصومین نے شیعون کی یہ علامت ظاہر فرمائی ہی۔ شیعتنا خلقوا من فاضل طینتنا یحزنون لحزننا و یفرحون لفرحنا۔ (ہمارے شیعہ اُس مٹی سے پیدا ہوئے ہین جو ہماری خلقت سے بچ رہی تھی ہمارے محزون ہونے پر محزون اور ہمارے خوش ہونے پر خوش ہوتے ہین۔) اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ فلان شخص شیعہ ہی یا نہین تو دیکھو کہ وہ ائمہ کے ایام غم مین غمگین اور ایام فرح مین خوش و مسرور رہتا ہے یا نہین۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اُسے بشارت ہو کہ وہ ایسے بلند درجہ پر پہونچے گا کہ

انبیاے مقربین بھی جسکی تمنا کرینگے۔ ایسے شخص کے لیے حق سبحانہ تعالیٰ نے کئی درجے مہیا فرمائے ہین۔ اول۔ اُسکے گناہون کو معاف فرمائیگا۔ دوسرے۔ اسکے لیے وہ عطایا وانعام مقرر کئے جو مقربین مین سے کسی کو عطا نہین کیے۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیم ؑ کے سامنے سے حجاب اُٹھائے گئے اور آپ نے وہ مدارج ومقامات ملاحظہ کئے جو شیعون کے لئے تھے۔ تو ان مدارج پر پہونچنے کی تمنا کی۔ خطاب الٰہی ہوا کہ یہ درجے شیعانِ علی کے واسطے ہین۔ یہ سنکر حضرت ابراہیم نے استدعا کی کہ اُنھین بھی شیعون مین محسوب کیا جائے۔ اور آپ کی یہ دعا مستجاب ہوئی۔ چنانچہ ایزد متعال قران مین اسکی خبر دیتا ہی۔ وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرَاهِیْمَ۔ (ترجمہ۔ اور یقیناً ابراہیم بھی انہی کے شیعون مین سے تھے)۔ واضح ہو کہ امام اور شیعہ ایک ہی مٹی سے خلق ہوئے ہین۔ امام مثل روح کے اور آدمی بمنزلہ اعضا کے ہوتے ہین۔ جب روح پر صدمہ ہوگا تو اعضا کو بھی صدمہ اور تکلیف ہوگی۔ اورجب روح کو قوت پہونچیگی تو اعضا بھی باقوت ہونگے۔ لہذا جب امام کو کوئی تکلیف یا رنج ہوگا تو اُسے تمام آدمی محسوس کرینگے۔ اسیطرح شیعون کے رنج وراحت کو امام محسوس کریگا۔

تولا کے معنی ائمہ اور اُنکے دوستون کو دوست رکھنے کے ہین۔ یہ داخل فروع دین اور داخل عبادات ہی۔ چنانچہ فرمایا۔ وما نودی بشیٔ منہا بمثل الولایۃ۔ (مثل ولایت کے کسی چیز کی منادی نہین کی گئی) اسکے وجوب پر عقل ونقل ناطق ہی۔ من احب شیئاً احب اٰثارہ (جو شخص کسی چیز کو دوست رکھے وہ اُسکے آثار کو بھی دوست رکھتا ہے)۔ جو لوگ شیعہ ہونے کا دعوی کرتے ہین اور دوستان ائمہ سے دشمنی رکھین وہ ہرگز شیعہ نہین ہوسکتے۔ انکو چاہیے کہ اپنی اصلاح کرین اور اپنے برادران دینی سے عداوت نہ رکھین۔ بہرحال جو ائمہ علیہم السلام کو دوست رکھیگا اُسے جناب زینب سے بھی محبت ہوگی۔ اور اسکے لیے کسی دلیل کی حاجت نہین

اشارہ - جو کچھ اخبار سے مستفاد ہوتا ہی یہ ہی کہ حضرت سید الشہدا کی محبت امتیاز خاص رکھتی ہی۔ چنانچہ ارشاد ہی۔ ان للحسین فی قلوب المؤمنین محبۃ مکتومہ۔ (مومنون کے دلون مین محبت حسینی پوشیدہ ہی) آپ کی محبت سرآمد طاعات وعبادات ہی اور اسکے اجر و ثواب خاص ہین جسکی وجہ یہ ہی کہ آپ نے راہ حق مین جمیع علائق دنیا سے قطع تعلق کر لیا تھا اس لئے پروردگار نے آپ کی محبت کو سرآمد عبادات قرار دیا۔ جناب رسول خدا و امیر المؤمنین و حضرت صدیقہ طاہرہ اور باقی ائمہ کو جو محبت امام حسین کے ساتھ تھی وہ باپ بیٹے یا خوردی و بزرگی کی محبت نہ تھی جیسے اکثر ہوا کرتی ہی۔ چونکہ محبت سید الشہدا اعظم مظہر محبت الٰہی تھی اور یہ حضرات فانی فی اللہ تھے۔ پس فانی فی المحبت الحسین بھی تھے۔

اشارہ - چونکہ جناب زینب اپنے برادر مظلوم کی محبت کی وجہ سے ایسے درجہ پر پہونچین جو حیطۂ تصور سے خارج ہی۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا۔ جناب زینب نے بھی محبت خدا کی وجہ سے تمام علائق سے ترک تعلق کیا۔ بدین وجہ آپ کی محبت بھی اعظم طاعات و افضل عبادات سے ہے۔

جب اس مخدرہ کے القاب کی شرح لکھنے سے فراغت ہوئی تو اب آپکے دیگر فضائل و کمالات کا تذکرہ کیا جاتا ہی۔ اور آپ کے ذکر شمائل سے ابتدا کرتا ہون۔ ای خدائے برتر مجھے توفیق نیک اور نیت خالص کرامت فرما اور وساوس شیطانی سے محفوظ رکھ۔

خصوصیت بستم - ذکر شمائل مبارک گوہر قلزم عفت دختر اسد اللہ **شعر**

یک دہن خواہم بہ پہنائے فلک | تا بگویم مدح آن رشک ملک

اجمالاً آپ کشیدہ قامت تھین۔ برخلاف اپنی مادر گرامی کے جو ضعیف الاندام تھین آپ قوی اندام تھین۔ چہرۂ انور سے رعب حیدری و جلالت پیغمبری آشکار تھی۔

اعضائے متناسبہ آپکی بزرگی وجاہت پر دال تھے۔ آپ فضائل صوریہ ومعنویہ کی مجموعہ تھیں۔ انوار قاہرہ اور صفات معنویہ میں آپ اپنے جد بزرگوار جناب رسول مختار کی فصاحت وبلاغت اور طرز گفتار میں اپنے پدر عالی مقدار حیدر کرار کی عفت وعصمت وحیا میں اپنی والدہ سیدۃ النساء العالمین کی۔ حلم وبردباری میں اپنے برادر والا اختر حسن مجتبیٰ کی۔ شجاعت واستقلال وصبر میں اپنے بھائی امام حسین کی۔ جلالت شان اور وقار وقناعت وبزرگواری میں اپنی جدہ ملیکۃ البطحا خدیجۃ الکبریٰ کی نظیر تھیں۔ ان تمام صفات کا ایک ذات میں مجتمع ہونے کا کچھ تعجب نہیں۔ کیونکہ آپ نے دامن سید الانبیا وسرور اصفیا میں تربیت پائی۔ پستان عصمت وعفت وطہارت سے دودھ پیا۔ دو گوشوارہ عرش اللہ حسنینؑ کے ساتھ رہیں۔ اللہ اللہ۔ اس ذات مقدس کو کیسی استعداد وقابلیت عطا کی گئی تھی۔ آپ کے کمالات اس عالم میں ظاہر بھی ہو گئے خدا کی قسم اگر آپ انوار مکنونۂ الٰہیہ سے نہ ہوتیں تو ہرگز ایسے مصائب کا آپ سے تحمل نہ ہو سکتا کہ جنکا دسواں حصہ بھی کسی پہاڑ پر پڑتا تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ باوجود اس جلالت کے ایسی عبادت کی اور ایسے درجات ومقامات حاصل کیے کہ جو مرتبۂ نبوت وامامت کے قریب ترین۔ بلکہ آپ کو نیابت خاصہ حاصل تھی۔ الغرض بعد جناب صدیقۂ طاہرہ فاطمہ زہراؑ تمام عورتوں میں کوئی عورت معرفت وتقویٰ وعلم وحلم وفہم وعصمت وعفت ودیانت ومتانت وطاقت وعزت وحمیت وعبادت وباقی کمالات جسمانیہ وروحانیہ میں مثل جناب زینب نہیں ہوئی اور نہ آئندہ پیدا ہو گی۔

الغرض جو کمال وخوبی ذہن میں آسکتی ہے وہ کامل طور سے آپ کی ذات میں موجود تھی اور آپ ہر امتحان میں کامیاب ثابت ہوئیں۔

خصوصیت بست و یکم - قبل ازین حال ولادت جناب زینب مین لکھا جا چکا ہی
کہ حسب بیان صاحب بحر المصائب ولادت آپ کی ماہ شعبان ۶ سنہ ہجری مین واقع ہوئی
اور اسی قول کو صاحب طراز المذہب کے قول پر ترجیح دی گئی ہی - اسکے بعد یہ تحقیق
ہوا کہ آپ سال پنجم یا ششم یا ہفتم مین پیدا ہوئین - اس اختلاف کا سبب وہ اختلاف
ہی جو ولادت امام حسین ع مین ہی - شیخ مفید علیہ الرحمہ کے نزدیک امام حسین پانچوین
شعبان ۴ سنہ ہجری کو پیدا ہوے - اور شہید کتاب دروس مین آخر ماہ ربیع الاول
۳ سنہ ہجری لکھتے ہین - بنابر قول اول حسب عادت و دستور بچون کو دو سال دودھ
پلاتے ہین جو زمانہ فصال کہا جاتا ہی - چنانچہ قرآن مجید مین ہی - وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ
ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا - (اور اسکے حمل کی اور اُسکے دودھ چھٹنے کی مدت تین مہینے ہوے)
امام حسین علیہ السلام کی یہ خصوصیت ہی کہ آپ کی مدت حمل چھ ماہ اور مدت فصال
دو سال تھی - اور نو ماہ حمل مین رہنے کی جو غالب عادت ہی - اس حساب سے
ولادت زینب عشرہ آخر ربیع الثانی ۵ سنہ ہجری مین ہونی چاہیے - اور دوسرے
قول کے بموجب ماہ محرم ۶ سنہ ہجری مین آپ پیدا ہوئین - بعض بزرگون سے منقول ہی
ما کان بین الحسین و زینب علیہا السلام الا طہر واحد او شہر واحد
(امام حسین و زینب کے درمیان ایک طہر یا ایک ماہ کا فاصلہ تھا) ان دونون فقرون
مین کچھ تفاوت نہین - اس روایت سے بھی اسکی تائید ہوتی ہی کہ امام حسین ع نے
مثل اور بچون کے شیر مادر سے پرورش نہین پائی - بلکہ سر انگشتان رسولخدا کو چوس کر
سیر ہو جاتے تھے - جیسا کہ کتاب کافی مین لکھا ہی - اس روایت کی بنا پر یہ ممکن ہی
کہ اس معظمہ کی ولادت پیدائش امام حسین ع سے دس ماہ بعد شروع ماہ جمادی الاول

۵ سنہ ہجری میں ہوئی ہو۔

بہر حال ولادت امام حسین ع کی کچھ مدت بعد نطفۂ مبارکہ جناب صدیقہ صغریٰ زینب کبریٰ صلب مقدس امیر المؤمنین سے جدا ہوکر رحم مطہرۂ صدیقۂ کبریٰ جناب فاطمۂ زہرا میں قایم ہوا۔ یہ وہی نور تھا جو قبل از خلقت آدم عالم انوار میں نور جناب سیدہ سے علیحدہ ہوکر اور اُن قندیلوں میں رہکر جو عرش پر معلق تھیں تسبیح و تقدیس حق تعالیٰ میں مشغول تھا۔ جیساکہ اس کتاب کے مقدمات میں بیان کیا گیا ہی۔ جس طرح نور فاطمہ زہرا سے وہ ظلمت دفع ہوگئی تھی جس سے فرشتے گھبرا گئے تھے۔ اسیطرح اس عالم کی ظلمت دور کرنے کے لیے پروردگار عالم نے اس محترمہ و مکرمہ کو دُنیا میں بھیجا۔

ہمارے نزدیک آپ پنجم ماہ جمادی الاول ۵ سنہ یا ۶ سنہ ہجری کو مدینۂ منورہ میں پیدا ہوئیں۔ صاحب طراز المذہب نے روایت لسان الواعظین سے استنباط کر کے آپ کی ولادت جو ماہ رمضان ۹ سنہ ہجری میں لکھی ہی یہ اکثر مطالب صحیحہ کے مخالف ہی جو صاحبان تواریخ و حدیث سے مخفی نہیں۔

بوقت وفات رسول مختار آپ کی عمر پانچ یا چھ سال کی تھی۔ اور یہ پہلی مصیبت تھی جو بچپن میں آپ پر پڑی۔ وفات پیغمبر کو ابھی تھوڑے دن گذرے تھے کہ مصیبت پر دوسری مصیبت یہ پڑی کہ وفات جناب سیدۃ النسا واقع ہوئی۔ **لمولفہ**

ہے غم انگیز عجب زینب دلگیر کا حال — زندگی بھر وہ رہی مورد آفات و ملال
گذرا اک دن بھی نہ راحت سے کجا ماہ و سال — ہر مصیبت کی صعوبت کی ہی تفصیل محال

شوہین تربت میں وہ منھ اشکوں سے دھوتے دھوتے
کٹ گئی عمر تمام آپ کی روتے روتے

سب سے پہلے وہ رسولِ دوسرا کو روئین بعد اس واقعہ کے خیر نسا کو روئین
پھر صد افسوس شہ عقدہ کشا کو روئین بعد اسکے حسنِ سبز قبا کو روئین
پھر بھی رونے سے نہ فرصت ہوئی چشمِ تر کو
روئین شبیر کو شبیر کے سارے گھر کو

بعد وفات جناب سیدہ زینب وام کلثوم اپنے پدر بزرگوار کی زیر تربیت رہین اسکے بعد جناب امیر علیہ السلام نے حسب وصیت حضرت فاطمہ امامہ سے عقد کر لیا جو آپکی خواہر کی دختر تھین جنکا شمار زنان صالحہ مین تھا۔ جناب رسولخدا بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ امامہ جب خانۂ علی بن ابی طالب مین آئین تو جناب حسنین و زینب وام کلثوم کی خدمت گذاری مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نکرتی تھین۔ وفات جناب سیدہ کے وقت حضرت زینب کی عمر تقریبًا سات برس کی تھی حسب روایت ناسخ التواریخ جب فاطمہ زہرا نے انتقال فرمایا تو حسنین اپنے پدر بزرگوار کے پاس بیٹھے ہوے رو رہے تھے۔ کہ ام کلثوم و زینب برقع اوڑھے ہوے اور ردا سے اپنے بدن کو چھپائے ہوئے آئین اور کہتی تھین۔ یا ابتاہ یا رسول اللہ۔ اب ہمین آپ کے دیدار سے یاس ہوگئی۔ بہر حال یہ دونون صاحبزادیان اپنے پدر عالیمقدار سے معارف الٓہیہ واحکام دینیہ کی تعلیم حاصل کرتی رہین۔ یہانتک کہ حدِ رُشد کو پہونچین۔

کتب تاریخ وحدیث عامہ وخاصہ سے ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت زینب عورات قریش و دختران وخواتین بنی ہاشم ودختران آل عبدالمطلب مین کثرت زُہد وعبادت وعفت وعصمت ووفور عقل وفراست وآداب وجلالت وبزرگی ومکارم اخلاق مین خاص امتیاز رکھتی تھین۔ بلکہ آپ ملیکۃ العرب والعجم حضرت خدیجہ اور صدیقہ طاہرہ

ملیکۃ الانبیاء جناب فاطمہ زہرا کا نمونہ تھیں - لہذا امیر المومنین بھی انکا خاص احترام فرماتے تھے - چنانچہ جب آپ اپنے جد عالی مقام کی زیارت کے لئے رات کو تشریف لیجانا چاہتی تھیں تو حضرت بہ نفس نفیس اہتمام فرماتے تھے - حکم دیتے تھے کہ مسجد کے تمام چراغ گل کر دئے جائیں - اور خود حضرت و حسنین آپ کے ہمراہ ہوتے تھے - اور بعد زیارت اسیطرح یہ بزرگوار اس محترمہ کو واپس لاتے - مگر مین امیر المومنین سے استغاثہ کرتا ہون کہ آپ کہان تھے جب بازار کوفہ و شام مین آپکی یہ نور دیدہ تشہیر کیجا رہی تھی شعر شامیان بستند بازو زینب و کلثوم را ✤ اے فلک آن ابتدا این انتہائے اہلبیت بعض کتب تواریخ و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مین ہی کہ اشعث بن قیس نے جو رؤسائے طائفہ کندہ سے تھا جناب امیر علیہ السلام سے درخواست کی کہ حضرت زینب کا عقد اُسکے ساتھ کر دیا جائے - یہ سنکر حضرت برہم ہوے اور فرمایا کہ اے اشعث تیری یہ جرأت کہ زینب کے عقد کی خواہش کرے - زینب شبیہہ خدیجہ اور دامان عصمت کی پلی ہوئی ہی اُسنے پستان عفت و عصمت سے دودھ پیا ہی - اگر پھر ایسی درخواست کی تو تلوار سے جواب دیا جائیگا - تیری یہ لیاقت نہین کہ تو زینب سے عقد کرے اور اُس یادگار زہرا سے بات کر سکے -

اشارہ - امیر المومنین اس بات پر راضی نہ ہوے کہ اشعث بن قیس حضرت زینب سے تزویج کرے یا اُنسے بات کرے - نہ معلوم حضرت علیؑ کی روح مبارک پر کیا صدمہ ہوا ہوگا جس وقت ابن زیاد ملعون نے بر سر دربار جناب زینب سے گفتگو کی ہوگی -

تقریبا ۲۰ سنہ ہجری مین عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے امیر المومنینؑ سے اس معظمہ کی خواستگاری کی اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہی کہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کا کچھ حال تحریر کیا جائے

جس زمانہ مین کہ جعفر ملک حبشہ مین مقیم تھے عبداللہ وہین پیدا ہوے تھے۔ آپ کی والدہ اسمار بنت عمیس تھین۔ جب ایک گروہ مسلمین کے ساتھ جعفر نے ملک حبشہ کو ہجرت کی تو اُنکے ساتھ انکی زوجہ بھی تھین۔ اُنکے بطن سے وہین تین لڑکے پیدا ہوے۔ اول عبداللہ۔ دویم عون۔ سویم محمد۔

گروہ مسلمین نے جو ملک حبشہ کو ہجرت کی تھی اُسکا سبب یہ تھا کہ کفار مکہ نے جب مسلمانون کو بہت تکلیف پہونچائی تو اُنھون نے اُسکی شکایت رسولخدا سے کی تو آنحضرت نے اُن کو اجازت دی کہ وہ ملک حبشہ کو چلے جائین۔ پس مسلمانون کی ایک جماعت وہان چلی گئی۔ جنکی تعداد عورتون اور بچون کے علاوہ اسی آدمیون سے زیادہ تھی۔ جناب جعفر رضی اللہ عنہ بھی اس جماعت مین شامل تھے۔ ام سلمہ فرماتی ہین کہ جب ہم سرزمین حبشہ پر پہونچکر نجاشی بادشاہ حبشہ کے زیر حفاظت رہے تو وہ ہم سے نہایت اچھی طرح پیش آیا۔ اور ہم ہمیشہ دین اسلام کے موافق عبادت کرتے تھے اور کوئی ہم سے معترض نہوتا تھا۔ اور کسی شخص نے ہمکو اذیت یا رنج نہین پہونچایا۔ جب کفار مکہ کو یہ حال معلوم ہوا تو انھون نے مکہ کے بیش قیمت ہدیے اور تحفے لیکر عبداللہ بن ربیعہ مخزومی اور عمرو بن العاص کو سلطان حبشہ کی خدمت مین روانہ کیا تاکہ وہ نجاشی سلطان حبشہ سے درخواست کرین کہ وہ تمام مہاجرین کو اُنکے حوالہ کر دے۔ علاوہ سلطان کے اُسکے امرا و وزرا کے لئے علحدہ تحفے بھیجے۔ جب یہ دونون نجاشی سلطان حبشہ کے دربار مین پہونچے تو اُنھون نے عرض کیا کہ کچھ نوجوان اپنے قوم و قبیلہ کے مذہب سے دست بردار ہوکر ملک حبشہ مین چلے آئے ہین۔ وہ دین عیسوی مین بھی داخل نہین ہوئے۔ بلکہ اُنھون نے

ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے۔ اشراف و بزرگان مکہ نے ہمین آپ کی خدمت مین اس لئیے بروانہ کیا ہی کہ اُن مہاجرین کو ہمارے حوالہ کردیا جاے تاکہ اُنکو لیکر ہم لوگ مکہ کو واپس ہو جائین۔ وزرا وامرا حاضرین دربار نے بھی انکی ہان مین ہان ملاکر عرض کیا کہ ضرور اُس جماعت کو انکے سپرد کر دیا جاے۔ یہ سنکر نجاشی نے غضبناک ہوکر جواب دیا کہ خدا کی قسم۔ مین ان لوگون کو جو میری پناہ مین آگئے ہین ہرگز ان کے دشمنونکے حوالہ نکرونگا۔ لیکن اُنسے گفتگو کرنے کے لیے تیار ہون تاکہ حقیقت حال کا انکشاف ہو جائے۔ پس اُسنے اصحاب رسول کو طلب کرکے ایک مجلس آراستہ کی جسمین بڑے بڑے پادریون کو بھی بلاکر بٹھایا۔ پس اُسنے مہاجرین سے دریافت کیا کہ تمنے اپنے قوم و قبیلہ سے علیحدہ ہوکر کونسا دین اختیار کیا ہی۔ اُن مین جعفر بن ابی طالب نے جواب دینے کی جرأت کی اور کہا۔ اے بادشاہ۔ ہم لوگ جاہل تھے۔ بتون کی پرستش کرنا مُردہ حیوانات کا کھانا۔ قطع رحم کرنا۔ ظلم اور چوری کرنا۔ فواحش مین گرفتار رہنا۔ ہماری عادات مین داخل تھے۔ یہانتک کہ خدائے تعالیٰ نے ہمپر ایک ایسے رسول امین کو مبعوث فرمایا جسکے حسب نسب سے ہم واقف ہین۔ اور جسکی راست گفتاری اور امین ہونے کی ہم تصدیق کرتے ہین۔ اُسنے ہمین توحید و عبادت کی تعلیم دی۔ اسنے ہمین سچ بولنے۔ نماز ادا کرنے۔ روزہ رکھنے۔ زکوۃ دینے۔ ادائے امانت۔ صلۂ رحم کا حکم دیا۔ اور زنا و فواحش۔ جھوٹ بولنے۔ یتیم کا مال کھانے کی ممانعت کی۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ ہم خدائے واحد کی عبادت کرین۔ و لا تشرك به احدا۔ (اُسکے ساتھ کیسکو شریک نکرو)۔ ہم نے اس رسول کی تصدیق کی اور اُسپر ایمان لائے۔ جب ہماری قوم کو

یہ حال معلوم ہوا تو ہم پر اسقدر ظلم وستم کرے کہ ہمین حجاز مین رہنا دشوار ہو گیا۔
ناچار ہمنے آپ کے ملک مین آکر پناہ لی اور امیدوار ہین کہ آیندہ بھی ہم آپ ہی
کی پناہ مین رہین۔ یہ سنکر نجاشی نے کہا کہ وہ آیات وکلمات جنکی نسبت تم کہتے ہو کہ تمھارا
پیغمبر خدا کی طرف سے لایا ہی اگر کچھ یاد ہون تو سناؤ۔ جعفر نے ان آیات کی قرأت کی
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۔ كٓهٰيٰعٓصٓ ذِكۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّكَ عَبۡدَهٗ زَكَرِيَّا
اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا۔ (ترجمہ۔ رحمٰن ورحیم خدا کے نام سے (شروع
کرتا ہون) کھیعص۔ یہ تمھارے پروردگار کا اپنے بندہ زکریا پر رحم فرمانیکا ذکر ہے
جبکہ اُنھون نے اپنے پروردگار کو چپکے چپکے پکارا تھا) جب پڑھتے پڑھتے اس موقع پر
پہونچے۔ وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ مَرۡيَمَ‌ۘ اِذِ انْتَبَذَتۡ مِنۡ اَهۡلِهَا مَكَانًا شَرۡقِيًّا
فَاتَّخَذَتۡ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ حِجَابًا فَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهَا رُوۡحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔
(ترجمہ۔ اور اس کتاب مین مریم کا (قصہ) بیان کرو جبکہ وہ اپنے کنبہ والون سے
الگ ہو کر جانب شرق ایک مکان مین چلی گئی۔ اور اسنے ایک آڑ کر لی پس ہم نے
اُن کی طرف اپنی روح (جبرئیل) کو بھیجا اور وہ مریم کے لیے صحیح وسالم آدمی کی صورت
بن گئی) یہ سنکر نجاشی اسقدر رویا کہ اُسکی داڑھی پر آنسو جاری ہو گئے۔ اور تمام
پادریون نے بھی اسقدر گریہ کیا کہ وہ تمام صحیفے تر ہو گئے جنکو وہ لئے ہوئے تھے۔
نجاشی کہنے لگا۔ خدا کی قسم۔ یہ آیات ویسی ہی ہین جیسے موسیٰ وعیسیٰ خدا کی طرف
سے لائے تھے۔ پس عمرو بن العاص اور اُسکے دوسرے ہمراہی سے کہنے لگا کہ قسم بخدا مین
ان کو ہرگز تمھارے حوالہ نکرونگا تم اپنی راہ لو۔ نجاشی کے پاس سے آکر عمرو بن عاص
کہنے لگا کہ مین صبح کو واپس آکر نجاشی سے اس گروہ مہاجرین کے عیوب ظاہر کرونگا۔

عبداللہ ابی ربیعہ نے کہا کہ یہ کام نکرنا کیونکہ یہ گروہ آخر ہمارا رشتہ دار ہے۔ عمرو کہنے لگا کہ مین نجاشی سے یہ بات ظاہر کرونگا کہ انکا یہ عقیدہ ہی کہ عیسیٰ بن مریم خدا کے بندہ ہین جب صبح ہوئی تو عمرو بن عاص نے نجاشی کے دربار مین حاضر ہوکر یہی بیان کیا۔ نجاشی نے صحابہ سے دریافت کرایا کہ حضرت عیسیٰ کی نسبت اُنکا کیا عقیدہ ہے۔ ام سلمہ فرماتی ہین کہ اُس وقت تک ہم کبھی ایسے خائف نہ ہوے تھے۔ پس تمام مسلمان ایک جگہ جمع ہوے اور مشورہ کیا کہ اگر سلطان حضرت عیسیٰ کی بابت سوال کرے تو کیا جواب دیا جاے۔ جعفر نے کہا کہ ہم سواے اُسکے اور کچھ نہ کہین گے جو ہمارے ابن عم جناب رسولخدا صلعم نے ہمین تعلیم کیا ہی جب نجاشی کے سامنے پہونچے اور اُسنے یہی سوال کیا تو جعفر نے جواب دیا کہ ہمارا وہی عقیدہ ہی جو ہمارے پیغمبر نے خدا کی طرف سے ہمین بتایا ہے یعنی۔ وھو عبد اللہ ورو حہ وکلمتہ القاھا الی مریم العذراء البتول۔ (وہ بندۂ خدا ہین اور اُسکی روح ہین اور آپ وہ کلمہ ہین جسے خدا نے مریم کو القا کیا) یہ سنکر نجاشی نے زمین پر ہاتھ مار کر کہا۔ ما عدی عیسے بن مریم ما قلت ھذا ھذا العود۔ مطلب یہ تھا کہ جو کچھ تمنے کہا اُس سے عیسیٰ نے تجاوز نہین کیا۔ پھر اُسنے تمام مسلمانون سے کہا کہ اب تم جاؤ تم سب امان مین ہو اور کوئی شخص تمھین تکلیف نہین پہونچا سکتا۔ یہ بھی حکم دیا کہ جو ہدیے اور تحفے اہلِ مکہ نے بھیجے ہین اُنھین واپس کیا جائے۔ کیونکہ مجھے انکی ضرورت نہین۔ جسنے مجھے ملک دلایا اُسنے مجھسے رشوت نہین لی یہ اشارہ اس طرف تھا کہ ملک حبشہ اُسکے باپ سے چھین کر دشمنون نے اُسے قید کر دیا تھا لیکن اسکے بعد خداے تعالیٰ نے نصرت کی اور اس سلطان نے اپنے باپ کا ملک واپس لیکر تخت سلطنت پر جلوس کیا تھا۔ عمرو بن عاص و عبداللہ مایوس ہوکر واپس ہوے۔

بعدہ نجاشی بھی اسلام لے آیا۔ ابو نعیم اصفہانی کی روایت کی بموجب جعفر نے ایک روز
خلوت مین اپنے رفقا سے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ آج نجاشی کی مجلس مین خطبہ
پڑھون تم مین سے کوئی شخص دربار مین کوئی بات نہ کرے۔ جب نجاشی کے دربار مین
پہونچے تو اُسکے ملازمون نے سجدہ کرنے کا اشارہ کیا۔ جعفر نے کہا کہ ہمارا تعلق اُس
جماعت سے ہی جو سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کو سجدہ نہین کرتی۔ نجاشی نے آپ کو
دیکھکر کہا کہ مین تمھارا اور اُس بزرگ کا جسکی طرف سے تم آئے ہو خیر مقدم کرتا ہون۔
اور گواہی دیتا ہون کہ حضرت عیسیٰ نے جسکے ظہور کی بشارت دی ہی وہ تمھارا پیغمبر ہی۔
اگر امور سلطنت مین گرفتار نہوتا تو مین اُنکی خدمت مین حاضر ہوکر اُنکی نعلین مبارک کو بوسہ دیتا۔
بعض مفسرین کا عقیدہ ہی کہ یہ آیۂ مبارکہ دربارہ نجاشی اور اُسکے پادریون کے نازل ہوا ہی۔
وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا
عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ۔ (ترجمہ اور جسوقت
وہ اُسے سنتے ہین جو کچھ رسول کی طرف نازل کیا گیا ہی تم دیکھتے ہو کہ اُنکی آنکھون سے
آنسو جاری ہو جاتے ہین اسلیے کہ اُنھون نے حق کو پہچان لیا ہی (اور وہ یہ) کہتے ہین
کہ ہمارے پروردگار۔ ہم ایمان لائے۔ پس تو ہم کو بھی گواہی دینے والون مین لکھ لے)
اس جھگڑے کے بعد مسلمان نہایت آسایش و آرام کے ساتھ نجاشی کے ملک مین
رہنے لگے۔ اور نجاشی کو حضرت جعفر علیہ السلام کے ساتھ الفت و محبت ہو گئی۔ اس
عرصہ مین بطن اسما بنت عُمیس سے تین لڑکے پیدا ہوے۔ جن مین عبداللہ سب سے
بڑے تھے۔ ابن جوزی اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین کہ جب عبداللہ تولد ہوے تو چند روز
بعد نجاشی کو بھی خدا نے ایک لڑکا مرحمت فرمایا۔ چونکہ نجاشی کو مدت سے لڑکا ہونیکی

آرزو تھی جواب پوری ہوئی اُسنے خیال کیا کہ بہ برکت قدوم عبداللہ ایسا ہوا ہے۔ لہذا اُسنے اپنے فرزند کا نام بھی عبداللہ رکھا۔ اور جناب جعفرؓ سے استدعا کی کہ آپ کی زوجہ اسماء بنت عمیس تھوڑا سا دودھ اُسکے لڑکے کو بھی پلا دیا کرے۔ تاکہ اِس شیر پاک سے پرورش ہونے کی وجہ سے یہ لڑکا بھی خوشخو و مجمع مکارم ہو۔

اشارہ۔ حق یہ ہی کہ نجاشی بڑا صاحب نظر تھا۔ واقعی جس نے اسماء بنت عمیس کے شیر سے پرورش پائی وہی صالح ہوا حضرت محمد بن ابی بکر کا صالح ہونا اور جناب امیر المومنینؑ ا سے اخلاص رکھنا بھی اسماء کے دودھ کا اثر تھا۔

القصہ حضرت جعفرؑ اور جملہ مہاجرین ملک حبشہ مین اقامت گزین رہے۔ تا آنکہ حضرت رسول مختارؐ ہجرت فرما کر مکہ سے مدینہ مین تشریف لے آئے۔ شروع ۷ھ ہجری مین جنگ خیبر پیش آئی۔ تمام مہاجرین و انصار مثل پروانون کے آنحضرت کے گرد جمع ہوگئے اُسوقت فی الجملہ اسلام کو ترقی بھی ہو گئی تھی۔ اسی زمانہ مین جعفر نے حبشہ سے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی جس روز جعفر پہونچے اُسی روز دست امیر المومنینؑ سے قلعۂ خیبر فتح ہوا۔ جناب رسالت مآبؐ نے اُس روز فرمایا کہ مجھے معلوم نہین کہ مین جعفرؑ کے آنے سے زیادہ خوش ہون یا قلعۂ خیبر کے فتح ہونے سے۔ پھر جعفر کی گردن مین ہاتھ ڈالکر اُنکی پیشانی پر بوسہ دیا۔ حضرت عبداللہ اُس زمانہ مین طفل خورد سال تھے۔ جب جنگ موتہ[1] پیش آئی تو رسول خداؐ نے جعفر کو سالار لشکر مقرر فرما کر علم لشکر عنایت کیا۔ موتہ پہونچکر لشکر اسلام اور لشکر جبل سے جنگ ہوئی۔ مخالفین کی تعداد سو ہزار سے زیادہ تھی جعفر نے یہ حالت دیکھکر اپنے گھوڑے کو پے کر دیا اور شمشیر کھینچکر مثل شیر غضبناک لشکر

---

[1] موتہ نواح شام مین ایک قریہ ہی جس سے بیت المقدس سے دو منزل کا فاصلہ ہی ۱۲۔

مخالف پر حملہ کیا۔ اور بہت سے کفار کو واصل جہنم کر دیا۔ تمام مسلمانون نے آپ کی پیروی کی اور اپنے اپنے گھوڑون کو پے کر ڈالا۔ نہایت سخت جنگ ہوئی۔ جعفرؑ کا یہ حال تھا کہ علم لشکر لئے ہوئے اشعار رجز پڑھتے ہوئے پے در پے مخالفین پر حملے کرتے تھے۔ کفار نے نرغہ کر کے چار طرف سے جعفر کو گھیر لیا اور آپ کا دہنا ہاتھ قطع کر دیا۔ آپ نے فوراً علم کو بائین ہاتھ سے سنبھال لیا اور اُسی طرح مصروف جنگ رہے۔ یہانتک کہ آپ کو ایک سو کاری زخم لگے اور بایان ہاتھ بھی قطع ہو گیا۔ آپ نے علم کو دونون بازوؤن سے پکڑ کر سینہ سے لگا لیا اور زمین پر نہ گرنے دیا۔ اور اُسی جوش کے ساتھ رجز پڑھکر مسلمانون کو جہاد کی ترغیب دیتے رہے۔ ایک ملعون نے آکر ایسا وار لگایا کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور آپ زمین پر گر پڑے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے فوراً بڑھکر علم لشکر لے لیا۔

بروایت علمائے عامہ وخاصہ اُسوقت حق سبحانہ تعالیٰ نے زمین کو بلند کر دیا تھا اور میدان جنگ موتہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے پیش نظر تھا اور آنحضرت تمام حال ملاحظہ فرما رہے تھے۔ یکایک آپ نے فرمایا۔ اخذ الرایۃ زید فاصیب ثم اخذھا جعفر فاصیب ثم اخذھا ابن رواحہ فاصیب۔ (ترجمہ علم زید نے لے لیا اور وہ شہید ہوئے پھر اُسے جعفر نے لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر ابن رواحہ نے لیا اور وہ بھی شہید ہوئے) آپ یہ فرما کر روتے جاتے تھے۔ بالآخر بعد فتح لشکر اسلام واپس آیا تو جناب رسولخداصؐ نے فرمایا کہ جعفرؑ کے ان ہاتھون کے بدلے مین جو میدان جنگ مین قطع ہوئے پروردگار نے اُنھین یاقوت سرخ کے دو پر عطا کیے ہین اور وہ بہشت مین پرواز کرتے ہین۔ اور حکم دیا کہ زمانہ ماتم تک جعفر کے

اہل و عیال کے لئے کھانا روانہ کیا جایا کرے۔

حضرت جعفرؓ کی شہادت ۸ھ ہجری میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر اکتالیس سال کی تھی۔ جعفر و زید و عبداللہ بن رواحہ کی لاشوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر کے قبر کا نشان مٹا دیا۔ کتاب حیوۃ الحیوان دمیری میں لکھا ہے کہ منجملہ اُن کے جنھوں نے موت کے بعد باتیں کیں جعفر طیار بھی ہیں۔ آپ نے یہ آیۂ وافی ہدایہ آخر سورہ تک تلاوت فرمایا۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔ (ترجمہ۔ اور جو لوگ راہ خدا میں قتل کئے گئے ہیں اُن کو ہرگز مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں)۔ اکثر شعرا نے آپ کے مرثیے لکھے۔

حضرت عبداللہ اُسوقت بالکل لڑکے تھے۔ ابن جوزی نے اپنے تذکرہ میں روایت کی ہے کہ عبداللہ نے یحییٰ بن ابی العلیٰ سے کہا کہ مجھے وہ وقت یاد ہے جب جناب رسول مختار نے تشریف لاکر میری مادر کو میرے باپ کی خبر شہادت سُنائی۔ مجھے اور میرے بھائی کو آنحضرت اپنے سینہ سے لگا کر ہمارے سروں پر دست شفقت پھیرتے تھے۔ اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ہمارے حق میں یہ دعا فرمائی۔ اللھم ان جعفر اقد اقدم الی احسن المثوبات فاخلفه فی ذریته احسن ما اخلفت احدا فی ذریته۔ (ترجمہ۔ بارالہا جعفر نے عمدہ ثوابوں کی طرف سبقت کی تو اُسکی ذریت میں ایسا اچھا قائم مقام کر جیسا کسی ذریت میں اچھا قائم مقام ہوا کرتا ہے)۔ اور میری ماں کو بشارت دی کہ خدائے تعالیٰ نے جعفر کو دو پر عنایت فرمائی ہیں اور وہ فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ میری والدہ اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آنحضرت کی

خدمت میں عرض کیا کہ مناسب یہ ہے کہ اس حال سے آپ اور لوگوں کو بھی مطلع فرمادیں۔
آپ مجھے ساتھ لئے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ اور بحالت حزن واندوہ منبر پر گئے اور
مجھے اپنے سامنے بٹھالیا اور لوگوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ منبر سے اُتر کر آپ مجھے
اپنے ہمراہ دولت سرا میں لے گئے اور ارشاد کیا کہ ہمارے لئے کھانا لایا جائے پہلے میں نے
کھانا کھایا اسکے بعد میرے بھائی کو طلب کرکے کھانا کھلایا۔ تین روز تک ہم جناب
رسولخدا کے ہمراہ آپ کی ازواج کے گھروں میں رہے۔ اسکے بعد ہم اپنے گھر چلے گئے
اور پھر آنحضرت ہماری ملاقات کے لیے ہمارے مکان پر تشریف لائے جبکہ میں اپنی
بکری کو دانہ کھلارہا تھا۔ یہ دیکھکر حضرت نے چشم پرآب ہوکر میرے حق میں یہ دعا فرمائی۔
اللھم بارک فی صفقتہ (خداوندا انکے گروہ میں تو برکت عطا فرما) یہ جناب سید انبیا
کی دعا کی برکت ہے کہ ہر روزگار اور معاملہ میں مجھے نفع ہوا۔
تذکرۂ ابن جوزی میں ہے کہ جب ماتم جعفر کے تین روز گذر گئے تو جناب خاتم انبیا اولاد
جعفر کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور محمد وعون وعبداللہ پسران جعفر کو اپنے پاس
طلب فرمایا۔ پھر حجام کو بلاکر اُن کے بال ترشوائے۔ اور فرمایا کہ محمد تو میرے چچا ابوطالب
علیہ السلام سے۔ عون خلق میں مجھسے مشابہ ہے۔ پھر عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد کیا۔
اللھم اخلف جعفراً فی اھلہ بخیر وبارک لعبد اللہ فی صفقتہ بیمینہ۔ (خداوندا
خیر وبرکت کے ساتھ جعفر کا قائم مقام مقرر فرما۔ اور عبداللہ کے کاروبار میں برکت عطا کر
اسکے بعد اسمار نے آکر اس الطاف وعنایت پر اظہار تشکر کیا۔ جو آنحضرت نے اولاد
جعفر کے ساتھ کیا تھا۔ آنحضرت نے اسماء سے فرمایا۔ انخافین علیھم العیلۃ
وانا ولیھم فی الدنیا والاخرۃ۔ (ان کی نسبت کیا تمھیں مفلسی کا خوف ہے

دنیا و آخرت مین مین انکا ولی ہون)۔
کتاب بحار الانوار مین علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہو کہ جب جعفر طیار درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تو جناب خاتم الانبیا نے حضرت صدیقہ طاہرہ کو ہدایت فرمائی کہ تین روز تک جعفر کے گھر کھانا بھیجین۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور اُسی روز سے یہ سنت جاری ہوئی۔
تذکرہ ابن جوزی مین ہو کہ جناب رسولخداؐ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی سفر سے مراجعت فرماتے تو سب سے پہلے اہلبیت کے لڑکون سے ملاقات فرماتے تھے۔ ایک سفر سے واپس ہونے کے وقت عبداللہ کہتے ہین کہ مین آنحضرت کی خدمت مین پہلے پہونچ گیا۔ آنحضرت نے اول مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور بعد ازان مجھے اپنے سامنے بٹھالیا۔ پھر فرزندان جناب فاطمہ مین سے ایک صاحبزادہ آیا۔ یہ یاد نہین کہ حسنؑ تھے یا حسینؑ۔ اُسے بھی آنحضرت نے سینہ سے لگا کر اپنے آگے بٹھایا۔ اور اسی طرح وارد مدینہ ہوے۔
حسن بن سعید سے روایت ہو کہ مین نے حضرت عبداللہ سے سنا کہ فرماتے تھے۔ ایک روز مین جناب رسول اکرمؐ کی ردیف مین سوار تھا کہ آنحضرتؐ نے مجھسے ایک حدیث پوشیدہ بیان فرمائی اور کسی سے ظاہر کرنیکی ممانعت کی۔ اُسی کتاب مین ہو کہ عبداللہ زبیر نے عبداللہ بن جعفر سے دریافت کیا کہ تمھین یاد ہو کہ فلان روز مین اور آپؐ و ابن عباس جناب رسولخداؐ کی خدمت مین حاضر ہوے تھے۔ عبداللہ نے کہا کہ ہان مجھے یاد ہے جبکہ آنحضرت مجھے تو اپنے ساتھ لے گئے تھے اور تمھین وہین چھوڑ گئے تھے یہ سُنکر عبداللہ زبیر نہایت خجل ہوے۔
کتاب ناسخ التواریخ مین معجزات رسول کے ذیل مین لکھا ہو کہ آنحضرت نے عبداللہ

بن جعفر کے حق مین برکت کی دعا کی تھی جسکا یہ اثر ہوا کہ عبداللہ بن جعفر مال وحشمت
سے مالا مال ہو گئے۔ اور سخاوت کا یہ حال تھا کہ اہلِ مدینہ جب کسی سے قرض لیتے تھے
تو اُسکی ادائگی کا وعدہ عبداللہ کی عطا پر مشروط کر دیتے تھے۔ ابوالفرج نے کتاب آغانی
مین روایت کی ہے کہ ایک روز جناب سید الانبیاء نے عبداللہ کو دیکھا جبکہ وہ طفل تھے۔
کہ بیٹھے کھیل رہے ہین اور مٹی کا ایک اونٹ بنا رکھا ہے۔ آنحضرت نے تبسم فرما کر دریافت
کیا کہ اسے کیا کروگے۔ عرض کیا کہ مین اسے فروخت کرونگا۔ آنحضرت نے پوچھا کہ جو اسکی
قیمت ملیگی اُسے کس کام مین لاؤ گے۔ عرض کیا کہ اُسکے خرمے خرید کر کھاونگا۔ آپ نے عبداللہ کے
حق مین دعائے خیر کی جسکے اثر سے آپ کبھی محتاج نہ ہوے اور جو معاملہ کیا اُسمین نفع ہوا۔
عبداللہ بن جعفر کی جود وسخا کے قصے اکثر کتب مین تحریر ہین۔ منجملہ اُنکے ایک یہ ہے کہ
مدینہ منورہ مین ایک عالم باعمل رہتے تھے۔ وہ کسی ضرورت سے ایک شخص کے مکان پر گئے۔
وہان اُنکی نظر مالک مکان کی کنیز پر پڑی جو نہایت حسینہ وجمیلہ تھی۔ آنکھین چار
ہوتے ہی اس عالم کا دل اُسکی زلف گرہ گیر مین اسیر ہو گیا۔ ہر چند چاہا کہ یہ راز فاش نہو
مگر حضرتِ عشق نے اپنا رنگ جمایا۔ اور لباس دانائی اتار کر جامہ رسوائی پہنایا۔ یہانتک
نوبت پہونچی کہ مثل دیوانون کے کوچہ وبازار مین پھرنے لگے۔ دوست دشمن اُنکے
حال پر افسوس کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر عبداللہ بن جعفر کے گوش زد ہوئی۔ اُس بحر کرم
ومعدن جود وعطا نے کنیز کے مالک کو طلب کیا۔ اور بالعوض چالیس ہزار درہم کے
اُس کنیز کو خرید کر اُس عالم کے حوالہ کیا۔ اُس عالم نے جب یہ دیکھا تو عبداللہ کے قدمون پر
گر کر پاؤن کے بوسے لینے لگا۔ عبداللہ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ چالیس ہزار درہم اور لاکر
عالم کے حوالہ کرے تاکہ فارغ البالی کے ساتھ یہ عیش وعشرت مین بسر کرے۔

زندگی بھر جناب رسولخداؐ فرزندانِ جعفر علیہ السلام پر شفقت فرماتے رہے۔ آپکی رحلت کے بعد اُسی طرح حضرت علیؑ بھی عنایت و مرحمت فرمایا کئے۔ یہانتک کہ عبداللہ بالغ ہوگئے۔ تمام بنی ہاشم مین عبداللہ کو حسن صورت و مال و حشمت و سخاوت کی وجہ سے امتیاز خاص حاصل تھا۔ اور جناب امیرؑ بھی آپ پر خاص عنایت فرماتے تھے جبکہ جناب زینب کی عمر شادی کے قابل ہوگئی تو عبداللہ نے اپنے چچا حضرت علی کی خدمت مین حاضر ہوکر اُس محترمہ سے عقد کی درخواست کی اور دیگر بزرگانِ بنی ہاشم نے بھی حضرت سے اس درخواست کی تائید کی۔ اُس زمانہ مین عبداللہ مین اتنی خوبیان جمع تھین کہ قریش مین کسیکو حاصل نہ تھین۔ آپ ایسے خوش رو اور صبیح تھے کہ آپ کو عبداللہ پدر بزرگوار جناب رسالت مآبؐ سے مشابہ پاکران کا نام بھی عبداللہ رکھا تھا۔ آپ بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ چنانچہ مفسرینِ قرآن اور راویان حدیث مین آپکا شمار ہے۔ علاوہ علم و دانش کے آپ حقوق امام کے عارف اور فصاحت و بلاغت مین بے مثل تھے مجالس معاویہ و یزید مین آپکے مناظرے مشہور ہین صحاح عامہ و خاصہ مین آپ سے بکثرت روایات مروی ہین۔ شرافت نسب اسی سے ظاہر ہے کہ آپ کو حضرت ختمی مرتبت سے نسبت قرابت حاصل تھی۔ اسطرح کہ عبداللہ حضرت جعفر کے فرزند اور ابو طالب و عبدالمطلب کے فرزندزادہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور امیر المومنینؑ کے بھتیجے تھے اور سید الانبیا کے ذوی القربیٰ مین داخل تھے۔ اسکے سوا آپ مالدار اور ایسے سخی تھے کہ جواد کے لقب سے مشہور تھے اکثر شاعرون نے جو اشعار آپ کی سخاوت کی تعریف مین بکثرت نظم کئے وہ آج تک کتب مین درج ہین۔ آپ کی استدعا نے بارگاہ مرتضویؑ مین درجۂ اجابت حاصل کیا

اور جناب امیر نے بعد عقد حضرت زینب کو زنان بنی ہاشم کے ہمراہ عبداللہ کے گھر روانہ فرمادیا۔ اسوقت اس مخدرہ کا سن مبارک تقریبًا گیارہ سال کا تھا چندروز کے بعد عبداللہ نے دعوت ولیمہ کی۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام حضرت زینب کے دیکھنے کے لیے روزانہ عبداللہ کے مکان پر تشریف لیجاتے تھے۔ آپ کو زینب و عبداللہ سے بہت محبت تھی۔ اور اُنکے حق مین آپ دعائے خیر فرماتے۔ اول تو اولاد جعفر ہونے کی وجہ سے اور دوسرے جناب زینب کے سبب سے جو شفقت وعنایت آپ امام حسین علیہ السلام سے کرتے تھے اسیقدر عبداللہ سے فرماتے تھے۔ زمانہ خلافت ظاہری مین جب حضرت علی نے کوفہ کو ہجرت کی تو ان دونوں کو بھی ہمراہ لیا۔ وہان جناب زینب کی یہ جلالت شان تھی کہ کوفہ وعراق کی عورتین اور امیرزادیان آپ کی زیارت کی متمنی رہتی تھین۔ اور جنھین یہ شرف حاصل ہوجاتا تھا وہ فخریہ اسکا اظہار کیا کرتی تھین۔ حضرت عبداللہ تمام غزوات اور جنگون مین علی مرتضی کے ہمراہ رکاب رہے۔ تاآنکہ حضرت نے شہادت پائی اور خلافت امام حسن کی طرف منتقل ہوئی۔ امام حسن نے پہلے معاویہ سے جنگ کی مگر پھر حسب مصلحت اُس سے صلح کرکے سنہ ہجری مین معہ اہلبیت مدینہ مراجعت فرمائی۔ ان مین جناب زینب بھی شامل تھین۔ پس تمام اہلبیت عصمت مدینہ مین رہنے لگے۔ جب امام حسن علیہ السلام زہر دغا سے شہید ہوگئے تو خامس آل عبا حضرت امام حسینؑ نے بھی اسی عہد پر عمل کیا جو حسن مجتبیٰؑ نے معاویہ کے ساتھ کیا تھا۔ اور کچھ مخالفت نہ کی۔ اب بنی ہاشم مین امام حسینؑ ہی سید وسردار تھے آپ بھی اپنی خواہر اور حضرت عبداللہ سے بیحد محبت فرماتے تھے۔

عبداللہ کی اولاد مین جو بطن حضرت زینب سے ہوئی۔ مورخین نے اختلاف کیا ہے

جو بات درست معلوم ہوتی ہو وہ یہ ہی جیسا کہ ابن جوزی نے لکھا ہی کہ آپ کے بطن سے چار لڑکے علی و عون الاکبر و محمد و عباس اور ایک لڑکی ام کلثوم ہوئی۔ منجملہ اُن کے عون و محمد میدان کربلا مین شہید ہوے جنکا حال آیندہ آئیگا۔ بحار الانوار و دیگر کتب مین مسطور ہی کہ ام کلثوم دختر جناب زینب تمام صفات و کمال و عقل و ذکاوت مین اپنا مثل نہ رکھتی تھین۔ امام حسینؑ کے زمانہ مین وہ حد رشد کو پہونچ گئی تھین۔ معاویہ بن ابی سفیان نے جو مکاری اور چال بازی مین یگانہ عصر تھا استحکام سلطنت یزید کی یہ تدبیر خیال کی کہ اگر بنی ہاشم کے ساتھ پیوند مواصلت ہو جائے تو پھر ممکن ہے کہ یہ مخالفت جاتی رہے۔ چنانچہ اُسنے اپنے عامل مروان کو لکھا کہ وہ یزید کے لئے ام کلثوم دختر عبد اللہ کی خواستگاری کرے۔ مروان نے عبد اللہ کے پاس آکر معاویہ کا پیغام پہونچایا۔ عبد اللہ نے جواب دیا کہ ام کلثوم کا مجھے اختیار نہین بلکہ ہمارے سید و سردار امام حسین علیہ السلام اس امر مین مختار ہین۔ قطع نظر اسکے کہ وہ حضرت بنی ہاشم کے سردار ہین وہ ام کلثوم کے ماموں بھی ہین۔ یہ سنکر مروان نے خدمت امام حسینؑ مین حاضر ہوکر آپ کو بھی معاویہ کے منشا سے مطلع کیا۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ مین استخارہ کر کے خدا سے مشورت کرونگا۔ جب مسجد رسول مین آدمی جمع ہو گئے تو مروان بھی اپنے ساتھ کچھ آدمی لئے ہوے حاضر خدمت امام حسین ہوا۔ اور کہا کہ معاویہ نے مجھے حکم دیا ہی کہ یزید کے لئے مین ام کلثوم بنت عبد اللہ کی خواستگاری کرون۔ اور بنی ہاشم و بنی امیہ کے درمیان صلح و دوستی برقرار لحاظ کرتے ہوے اسکا وہ مہر ادا کرون جو عبد اللہ مقرر کرین۔ علاوہ اسکے عبد اللہ کے ذمہ جو قرض ہوگا وہ بھی ادا کیا جائیگا۔ مین یزید سے واقف ہون یہ کفو

دیپیوند بے نظیر ہو گا۔ یہ مجھے معلوم ہی کہ اس پیوند پر سب لوگ آپ پر غبطہ کرین گے اور
اب بھی اکثر آدمی یزید پر غبطہ کرتے ہین۔ یزید وہ شخص ہی کہ ابر اُسکے دیدار کا محتاج ہی
دیہ کلمہ زبان عرب مین نہایت تعظیم کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہی)۔

جب مروان یہ کہکر خاموش ہوا تو ستایش یزدان و ادائے خطبہ کے بعد جناب خامس
آل عبا نے ارشاد فرمایا۔ کہ اے مروان۔ تو نے جو یہ کہا کہ ام کلثوم کا مہر عبد اللہ مقرر کرین۔
تو جو کچھ جناب رسول خدا نے اپنی دخترون اور عورتون کے لئے سنت مقرر کر دی ہے
ہم اُسکے خلاف نہین کر سکتے۔ تیرا جو یہ بیان ہی کہ عبد اللہ کا قرض ادا کیا جائے گا۔
مین دریافت کرتا ہون کہ ہماری عورتون نے کب اپنے باپون کا قرض ادا کرایا ہے۔
تیرا یہ کہنا بھی کہ اس رشتہ سے بنی ہاشم اور بنی امیہ مین صلح و آشتی ہو جائیگی غلط ہے۔
ہمین خدا کے لئے تم سے مخالفت ہی دنیا کے لئے ہم صلح کرنا نہین چاہتے۔ تیرا یہ بیان بھی
درست نہین کہ اس رشتہ مین ہمارا فائدہ ہی اور یزید سے زیادہ لوگ ہمپر غبطہ کرین گے۔
آگاہ ہو۔ جو ہم پر غبطہ کرتے ہین وہ جاہل ہین اور اُسپر غبطہ کرنے والے اہل عقل ہین
تیرا یہ کہنا بھی خلاف عقل ہی کہ سحاب دیدار یزید کا محتاج ہی۔ کیونکہ یہ مقام سوائے
ہمارے جد جناب رسالت مآبؐ کے اور کسی کے لئے نہین ہی۔ یہ فرما کر آپ نے ارشاد
کیا کہ سب لوگ گواہ ہین کہ ام کلثوم دختر عبد اللہ کا عقد مین نے اسکے پسر عم قاسم
بن محمد بن جعفر سے کر دیا۔ اور مہر سنت قرار دیا۔ اور اُسے مین نے اپنی وہ زمین ہبہ کر دی
جسکی آمدنی آٹھ ہزار دینار سالانہ ہی۔ تاکہ ان دونون کی معیشت کے لئے وہ زمین
کفیل ہو۔ مروان نے برہم ہو کر کہا کہ بنی ہاشم ہمارے ساتھ سوائے دشمنی اور مخالفت
کے اور کچھ نہ کرینگے۔ امام حسینؑ نے اُسے عایشہ بنت عثمان کا قصہ یاد دلایا۔

جس سے امام حسن ؑ عقد کرنا چاہتے تھے اور مروان نے براہ مکاری اُسکا عقد بجاے امام حسن ؑ کے عبداللہ بن زبیر سے کردیا تھا۔

واضح ہو کہ یہ قصہ عبارات وکیفیات مختلفہ کے ساتھ مختلف کتب مین تحریر ہے۔ جو حال لکھا گیا ہی یہ بھی بحار الانوار سے کسیقدر مختلف ہی۔

بہر حال علیا مخدرہ جناب زینب مدینہ مین عبداللہ کی خدمت گذاری مین مصروف رہین۔ سنہ ہجری مین جب معاویہ کے بعد یزید عنید تخت نشین ہوا تو اس ملعون نے استحکام سلطنت کی غرض سے والیِ مدینہ کو لکھا کہ امام حسین ؑ سے بیعت لے جسکی تفصیل سے کتب تواریخ وغیرہ بھری ہوئی ہین۔ امام حسین اول مدینہ سے مکہ تشریف لائے اور پھر مجبوراً آپ نے مکہ سے چلنے کا قصد کیا۔ جب حضرت زینب کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ بہت مضطر ہوئین کہ مبادا عبداللہ آپ کو اپنے بھائی کے ساتھ جانے سے منع کرین۔ بس آپ نے عبداللہ کے پاس آکر رونا شروع کیا۔ جب اُنھون نے حال دریافت کیا تو فرمایا کہ میرے بھائی کا ارادہ عراق کی طرف جانیکا ہی اور جو محبت مجھے اپنے بھائی سے ہی اُس سے آپ واقف ہین۔ چونکہ عورتین بغیر اجازت اپنے شوہرون کے کہین نہین جاسکتین۔ اسلئے اگر آپ اجازت دین تو مین اپنے بھائی کے ہمراہ جاؤن ورنہ آپکی خدمتگذاری مین رہون۔ مگر آپ یہ بھی خیال فرمالین کہ بھائی کے جانے کے بعد میرا زندہ رہنا غیر ممکن ہی۔ عبداللہ نے آپ کی حالت دگرگون اور متغیر دیکھکر کہا کہ اے بنت مرتضیٰ تم اپنی حالت غیر نکرو تمھین اختیار ہے چاہے تم اپنے بھائی کے ہمراہ جاؤ اور یا یہان رہو۔ یہ سنکر حضرت زینب خوش خوش خانۂ امام حسین ؑ مین آئین اور آخرکار ہمراہ جناب سید الشہدا مکہ سے کوچ کیا۔ جتنی مخدرات امام حسین ؑ کے ہمراہ تھین انمین سب سے زیادہ

احترام آپ جناب زینب کا کرتے تھے۔ جسپر یہ روایت شاہد ہی جو کتاب اسرار الشہادت اور دیگر کتب مین تحریر ہی۔ کہ جب امام حسینؑ نے ارادہ سفر کیا تو راوی کہتا ہے کہ مین نے دیکھا کہ تقریباً چالیس محملین آراستہ موجود تھین۔ امامؑ نے ارشاد کیا کہ بنی ہاشم مین سے ہر شخص اپنی اپنی عزیز اور محرم بی بی کو سوار کرے۔ ناگاہ ایک نوجوان جسکے رخسارون پر سبزہ نمودار تھا برآمد ہوا اور آواز دی کہ سب اس جگہ سے ہٹ جائین۔ اسکے بعد مین نے دیکھا کہ دو بیبیان برقع مین پوشیدہ آئین۔ جنکے چارون طرف کنیزین حلقہ کیے تھین۔ اور نہایت سکون و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ محمل کے قریب پہونچین۔ اُس جوان ماہرو نے اونٹ کو بٹھایا اور اپنا زانو خم کرکے ایک معظمہ کو اور اسی طرح سے خود امام حسینؑ نے دوسری مخدرہ کو محمل مین سوار کر دیا۔ جب یہ دونون بی بیان سوار ہو چکین تو مین نے کسی سے استفسار حال کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ دونون زینب و ام کلثوم دختران جناب امیر علیہ السلام اور یہ جوان ماہ بنی ہاشم حضرت عباس ابن امیر المومنین علیہ السلام تھے۔ مکہ سے چند میل منزل تنعیم پر جب حضرت نے قیام فرمایا تو عبد اللہ بن جعفر نے اپنے دونون فرزندون عون و محمد کو روانہ خدمت امام حسینؑ کیا اور یہ خط لکھا۔

اما بعد فانی اسئلک باللہ لما انصرفت حین تنظر فی کتابی ھذا فانی مشفق علیک من ھذا الوجہ الذی توجہت لہ ان یکون فیہ ھلاکک واستیصال اھل بیتک وان ھلکت الیوم طفی نور الارض فانک علم المھتدین و رجاء المومنین و لا تعجل فی السیر فانی فی اثر کتابی۔ ترجمہ۔ اما بعد مین خدا کے لیے آپ سے سوال کرتا ہون کہ جب آپ میرا یہ خط ملاحظہ فرمائین تو پلٹ آئے۔ کیونکہ مین خائف ہون آپ کے بارہ مین۔ اسوجہ سے کہ جس لئے آپ

تشریف لیجارہے ہین مبادا آپ ہلاک ہوجائین اور آپکے اہلبیت کا خاتمہ ہوجاے۔
اگر آپ ہلاک ہوگئے تو نور زمین بجھ جائیگا۔ آپ علم ہدایت ہین اور مومنین کی
امیدین آپسے وابستہ ہین۔ جانے مین جلدی نفرمائیے مین اپنے خط کے جواب کا منتظر ہون۔
اسکے بعد حضرت عبداللہ عمرو بن سعید کے پاس گئے جو یزید کی طرف سے عامل تھا۔
اور اُس سے استدعا کی کہ وہ امام حسینؑ کے نام خط امان لکھدے تاکہ وہ مکہ واپس
تشریف لے آئین۔ عمرو بن سعید نے خط امان لکھکر اپنے بھائی یحییٰ کے ہاتھ امام حسینؑ
کی خدمت مین روانہ کیا۔ عبداللہ بھی یحییٰ کے ساتھ حاضر خدمت جناب خامس آل عبا ہوے
اور واپس چلنے پر بہت اصرار کیا۔ آنحضرت نے اُنکے جواب مین فرمایا کہ مین نے
خواب مین نانا رسولخداؐ کو دیکھا اور آپ نے مجھے ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے پس
ناممکن ہی کہ مین رسول اللہؐ کی نافرمانی کرون۔ عبداللہ نے دریافت کیا کہ آخر وہ کیا
حکم ہے۔ فرمایا جب تک مین زندہ ہون اُسے زبان سے نہ نکالونگا۔ یہ سنکر عبداللہ نے
سمجھ لیا کہ حضرت اب واپس نہ ہونگے۔ تب عون و محمد اپنے دونون فرزندون کو بلاکر وصیت
کی کہ وہ حضرت کی رکاب سعادت سے الگ نہون۔ اگر جانبازی کا موقع ہو تو اُس سے
بھی دریغ نہ کرین۔ بعدہٗ عبداللہ یحییٰ کے ہمراہ مکہ واپس چلے آئے۔
یہان یہ شبہہ ہوسکتا ہی کہ عبداللہ بن جعفر نے عمداً امام حسینؑ کی نصرت سے دریغ کیا
مین عرض کرتا ہون کہ بلحاظ مقامات و درجات حضرت عبداللہ معمولی آدمی نہ تھے
امام کے حقوق کے بھی عارف تھے۔ جیسا کہ انکے حالات سے معلوم ہوتا ہی جو
قبل ازین بیان کئے گئے۔ اسکے علاوہ امام حسینؑ کو انسے اور انھین امام حسینؑ
سے خاص محبت تھی۔ یہ بہت ممکن ہی کہ جناب خامس آل عباؑ نے بقیہ بنی ہاشم کی

حفاظت کی غرض سے اِنھیں مدینہ مین رہنے کا حکم دیا ہو۔ کیونکہ یزید ملعون ہرگز یہ نہین چاہتا تھا کہ بنی ہاشم مین سے ایک شخص بھی زندہ رہے۔ چونکہ عبد اللہ فضائل ذاتی وجود و سخا کی وجہ سے صاحب اثر تھے اسلیے یہ امر بعید نہین۔ جیسے بوقت جنگ تبوک جناب رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کو مدینہ مین چھوڑ دیا تھا۔ آنحضرتؐ کے پیش نظر یہی امر تھا کہ حضرت علیؑ کی وجہ سے اہلِ مدینہ مخالفین کے شر سے محفوظ رہین۔ یہی وجہ بیان ہوسکتی ہے یہ بات کسی طرح قیاس مین نہین آتی کہ جو شخص اپنے دو فرزندون کو قربان کرنے پر راضی ہو وہ اپنی جان دینے سے دریغ کرے۔ جہانتک عقل سلیم گواہی دیتی ہے ہرگز ایسا نہین ہوسکتا اسکی تائید اِس روایت سے بھی ہوتی ہی کہ حضرت عبد اللہ کے پاس جب خبر شہادت عون و محمد پہونچی تو آپ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا ایک غلام تھا جسکی کنیت ابو السلاسل تھی۔ جب اُسنے اپنے آقازادون کی خبر شہادت سنی تو کہنے لگا۔ ھذا ما لقینا من الحسین بن علی۔ (یہ مصیبت ہمپر حسینؑ بن علیؑ کی وجہ سے پڑی)۔ یہ کلمات سنکر عبد اللہ بہت برہم ہوئے اور اپنی کفش اُسکے سر اور مُنھ پر مار کر کہا۔ یا بن اللخنا للحسین تقول ھذا واللہ لو شھدتہ لاحببت ان لا افارقہ حتے اقتل معہ واللہ انہ لما یسخو بنفسے عنہما ویعزی عن المصاب بھما انھما اصیبا مع اخی وابن عمی مواسین لہ صابرین معہ (ترجمہ۔ اے ولد الزنا۔ حسین کو تو یون کہتا ہی۔ بخدا اگر میرے سامنے یہ واقعہ ہوتا تو بغیر قتل ہوے اُنسے جدا نہوتا۔ بخدا مین نے اپنے نفس کو کیون نہ قربان کیا۔ وہ دونون میرے بھائی اور ابن عم کے ساتھ ہمدردی اور صبر کر کے شہید ہوگئے۔) ان کلمات سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عبد اللہ طالب شہادت تھے۔ جب ان کے درجات و مقامات پر نظر کی جاتی ہے تو یہی وجہ قوی معلوم ہوتی ہی۔

بہر حال جناب زینب کو علم تھا کہ اس سفر مین کیا کیا مصائب واقع ہونگے۔ پھر بھی سرور و انبساط کے ساتھ اپنے بھائی کے ساتھ روانہ ہوئین۔ جب ابن عباس نے امام حسینؑ سے اصرار کے ساتھ عرض کیا کہ آپ تشریف نہ لیجائین۔ اور حضرت نے اسے منظور نہ فرمایا۔ تو ابن عباس نے عرض کیا کہ اگر آپ مرنے کے لیے جاتے ہین تو ان عورتون اور بچون کو کیون اپنے ہمراہ لیے جاتے ہین۔ جناب زینب پس پردہ سے ابن عباس کی آواز کو شناخت کر کے برہم ہوئین۔ اور فرمایا۔ اے ابن عباس ح افسوس ہی کہ تم ہمارے سید و سردار کو یہ مشورہ دیتے ہو کہ ہمین ساتھ نہ لیجائین۔ خدا کی قسم مین ہرگز اپنے برادر غریب کو نہ چھوڑونگی۔

جب امام حسینؑ منزل خزیمہ پر پہونچے اور ایک شبانہ روز وہان قیام فرمایا۔ صبح کو حضرت زینب نے خدمت برادر مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ رات کو کسی حاجت کی وجہ سے جب مین خیمہ سے باہر آئی تو مین نے ہاتف کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنا الا یا عین فاحتفلی بجھد + ومن یبکی علی الشہداء بعدی + علی قوم تسوقہم المنایا + بمقدار الی انجاز وعد۔ (اے آنکھ آنسو بہانے مین کوشش کر + میرے بعد شہدا پر کون روئیگا + اُس قوم پر جنکو موت ایفاے وعدہ کے لیے وعدہ گاہ پر لیے جاتی ہی +)۔ پھر عرض کیا کہ یہ اشعار مصیبتون کے آنے کی خبر دے رہے ہین۔ ارشاد فرمائیے کہ اشارہ کسکی طرف ہے۔ جناب سید الشہداؑ نے فرمایا۔ یا اختاہ کل الذی قضی فہو کائن (اے بہن۔ جو قضا و قدر کو منظور ہوگا وہی ظہور مین آئیگا۔

ہر منزل پر قریب قریب ایسے ہی سوانح پیش آئے جو اکثر کتب مین لکھے ہوے ہین۔ بہ لحاظ اختصار یہان انکی تفصیل ترک کی جاتی ہے۔

کربلا مین پہونچکر حضرت زینب نے اپنے برادر مظلوم کی محبت مین ایسے مصائب اُٹھائے کہ جنکی حد نہین۔ منجملہ اُنکے یہ ہی کہ نہایت کشادہ پیشانی کے ساتھ اپنے دونون بچون کو لباس جنگ پہناکر خدمت سید الشہدا مین لائین۔ اور عرض کیا کہ نادار بہن کا یہ ہدیہ قبول فرماکر انھین اجازت جہاد عطا فرمایئے بعد اجازت امام حسین ؑ اول محمد بن عبداللہ بن جعفر نے میدان مین آکر یہ رجز پڑھا۔ نشکوالی اللہ من العدوان + قتال قوم فی الوری عمیان + قد ترکوا معالم القران + ومحکم التنزیل والتبیان + واظہروا الکفر مع الطغیان (ہم اللہ سے دشمنون کی شکایت کرتے ہین۔ اور اُس قوم کی جدال وقتال کی جو دنیا مین آنکھین نہین رکھتی۔ انھون نے علم قران وآیات محکمات وتنزیل وتبیان کو چھوڑدیا اور انتہائی کفر کو ظاہر کیا)۔ یہ رجز پڑھکر آپ نے حملہ کیا اور دس منافقون کو واصل جہنم کردیا۔ آخر عامر بن نہشل التمیمی نے آپکو شہید کیا۔ پھر عون بن عبداللہ نے میدان مین آکر یہ رجز پڑھا۔ ان تنکرونی فانا بن جعفر + شہید صدق فی الجنان لازہر + یطیر فیہا بجناح اخضر + کفی بہذا شرفا فی المحشر (اگر تم مجھے نہین جانتے ہو آگاہ ہو کہ مین فرزند جعفر ہون جو سچے شہید ہین اور جنت مین ہین وہ سبز پرون کے ساتھ جنت مین پرواز کرتے ہین اور یہی شرف انھین محشر مین کافی ہی)۔

محمد نے تین سوار اور آٹھ پیادے قتل کیے۔ اور آخر مین عبداللہ بن بطہ الطائی اور بروایتے عبداللہ بن قطبۃ التہامی لعنہ اللہ کی ضرب سے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ انتہائی صبر حضرت زینب کا یہ ہی کہ کبھی اپنے فرزندون کے نام لیکر بین نہین کیے۔ اگر روئین یا بین بھی کیے تو اپنے برادر مظلوم کا نام لیکر۔

بھائی کی محبت مین آپ نے قید کی مصیبت اُٹھائی اور وہ ذلت گوارا کی جو کربلا سے

کوفہ تک ہوئی۔ کوفہ کی ذلتوں اور مصیبتوں کو کم نہ خیال کرنا چاہیے۔ کیونکہ آپ کوفہ مین حضرت زینب وام کلثوم ایک حصہ عمر تک بطور شہزادیوں کے رہین تھین۔ آپکی جلالت شان اُس زمانہ مین یہ تھی کہ بڑے بڑے امیرون اور سردارون کی عورتونکو آپ تک پہونچنا مشکل تھا۔ اُس عزت کے بعد اس ذلت وخواری کے ساتھ اُسی کوفہ مین داخل ہونا۔ اگر خیال کیا جائے تو سخت ترین مصیبت تھی۔ کربلا سے کوفہ کی طرف اہلبیت کی روانگی کے حالات کتب تواریخ مین اس طرح لکھے ہین کہ غارت خیام کے بعد عمر ابن سعد نے اپنے کشتگان نجس کے دفن کرنیکا حکم دیا۔ اور دوسرے روز بعد عصر اہلبیت کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ ہر طایفہ اور قبیلہ کے سردار کو ایک ایک سر تقسیم کر دیا گیا۔ اس خیال سے کہ اگر درمیان راہ کوئی خون خواہی آل محمد ونصرت اہلبیت کا خیال کرے تو یہ دیکھکر کہ تمام قبائل اسمین شریک ہین اُسے جرأت نہوگی۔ سر جناب سید الشہدا خولی کے حوالہ کیا۔ جسکی وجہ اہل تحقیق نے یہ لکھی ہے کہ عمر ابن سعد اور خولی کے مابین پہلے سے کچھ رنجش تھی۔ اب عمر سعد نے اُس سے اس بات پر صلح کر لی کہ امام حسین ع کا سر اُسے دیا جائے گا۔

یہ لٹا ہوا قافلہ دوسرے روز شام کے وقت پشت دروازہ کوفہ پر پہونچا۔ شہر کے باہر کوفہ کا ایک محلہ تھا جسمین ایک عورت پردہ نشین دوستدار اہلبیت رہتی تھی۔ اُسوقت وہ مومنہ سجادہ پر بیٹھی ہوئی مشغول عبادت تھی اُسے واقعہ کربلا کی مطلق خبر نہ تھی۔ ناگاہ اُسنے شور وغوغا سنا اور دریافت حال کے لئے برقع اوڑھکر اپنے کوٹھے پر آئی۔ دیکھا کہ فوج گران چلی آرہی ہے اور اُنکے ساتھ کچھ نورانی سر نیزون پر علم ہین۔ کچھ عورتین اسیر و دستگیر ایسی محملون مین بیٹھی ہوئی ہین کہ جن پر نہ پوشش ہین اور نہ اور کسی قسم کا

پردہ ہی- اور نہ ان عورتون کے سرون پر ردائین ہین- فرط خجالت و شرمندگی سے یہ عورتین سر جھکائے ہوے پانی پانی ہوئی جاتی ہین- سب سے آگے ایک معظمہ کو دیکھا کہ سر جھکائے ایک بچہ کو گود مین لئے بیٹھی ہی- اور وہ بچہ باربار اس بی بی سے پانی طلب کرتا ہی- چونکہ پانی موجود نہ تھا اسلئے وہ مخدرہ نہایت خجل اور پریشان ہی- یہ دیکھکر یہ زن عفیفہ بیتاب ہوگئی اور دریافت کیا کہ تم کس قوم اور قبیلہ سے ہو- اُس بی بی نے سر اٹھا کر کہا کہ ہم اسیران آل محمدؐ اور آنحضرت کی اولاد ہین- یہ سنکر وہ مومنہ مُنھہ پر طمانچے لگانے لگی- اور پوچھا کہ اے زن قد خمیدہ خدا کے لیے جلد اپنا نام بتا- کیونکہ مین تجھے دختر شیر خدا سے مشابہ پاتی ہون- یہ بھی بیان کر کہ سب سے آگے نیزہ طویل پر یہ کسکا سر ہے- اُس محترمہ نے سر بلند کر کے فرمایا کہ کیا دریافت کرتی ہی مین زینب بنت امیر المؤمنینؑ ہون اور یہ سر میرے برادر مظلوم حسینؑ کا ہی- یہ سنتے ہی وہ عورت بہ تعجیل تمام گھر مین آئی اور جسقدر چادرین یا لباس اُسکے پاس تھا لاکر اسیرون کی نذر کر دیا- ایک روز بعد اہل حرم کو داخل کوفہ کیا گیا- تمام اہل کوفہ بغرض تماشا لباس فاخرہ پہنے ہوئے بازارون مین جمع تھے- اسوقت ام حبیبہ نے اہلبیت سے ملاقات کی جسکی تفصیل کتب مقاتل مین لکھی ہوئی ہے- اہلحرم کی اس حالت زار پر رحم کھاکر اہل کوفہ خرما وغیرہ بچون کو دیتے تھے- ام کلثوم اُنھین بچون کے مُنھ سے نکالکر پھینک دیتی تھین- اور فرماتی تھین- اے اہل کوفہ- ہم آلِ محمدؐ ہین اور صدقہ ہم پر حرام ہے- یہ ممکن ہی کہ یہان ام کلثوم سے مراد حضرت زینب ہی ہون اور آپ کی کنیت سے تعبیر کیا گیا ہو- کیونکہ ہر وقت آپ ہی بچون کی نگہداری و حفاظت فرمایا کرتی تھین- اول- بچون کا اضطرار اس درجہ پر نہ پہونچا تھا کہ صدقہ انپر حلال ہو جاتا- دوسرے بوجہ غیرت آپ کو

گوارا نہوا کہ یہ رطب بچے کھائین۔ اس حالت مین بھی آپ امر بہ معروف ونہی از منکر فرماتی تھین۔ اہلِ حرم کی حالت دیکھکر بہت سے اہلِ کوفہ رونے بھی لگے۔ اسی موقع پر آپنے وہ مشہور خطبہ ارشاد فرمایا جسکو سنکر اہل کوفہ کے دل منقلب ہو گئے۔ جو آخر کتاب مین نقل کیا گیا ہے۔

جب ابن زیاد ملعون کو اہلبیت کے آنے کی خبر ہوئی تو اُسنے دربار عام کیا جس مین ہر طرح کے آدمی موجود تھے اور سرہائے شہدا کے ساتھ اہلحرم کو اپنے سامنے طلب کیا۔ جب اہلبیت داخل دربار ابن زیاد ہوے تو جناب زینب ایک گوشہ مین بیٹھ گئین اور کنیزین حلقہ باندھکر آپ کے چارطرف کھڑی ہوگئین۔ ابن زیاد نے دریافت کیا کہ یہ کون عورت ہی۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب تیسری مرتبہ اُسنے پوچھا تو ایک شخص نے کہا کہ یہ زینبؑ دختر علی بن ابی طالبؑ ہے۔ اُس ملعون نے آپکو مخاطب کر کے کہا الحمد للہ الذی فضحکم واکذب احدثتکم (خدا کا شکر ہی کہ تمکو فضیحت ہوئی اور جو تمنے ایجاد کیا تھا وہ جھوٹ ہوا) حضرت زینب نے فرمایا۔ الحمد للہ الذے اکرمنا بنبیہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وطہرنا من الرجس تطہیرا انما یفتضح الفاسق ویکذب الفاجر وھو غیرنا۔ (خدا کا شکر ہی کہ جسنے ہمکو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی وجہ سے مکرم کیا اور رجس سے ایسا پاک کیا جو پاک کرنے کا حق ہی۔ فاسق کی فضیحت اور فاجر کی تکذیب ہوئی جو ہمارے اغیار ہین)۔ ابن زیاد بے حیا نے پھر کہا کیف رایت صنع اللہ باخیک الحسین (جو تمھارے بھائی حسین کے ساتھ اللہ نے کیا اسمین تمھاری کیا راے ہے)۔ اُس مظلومہ نے ارشاد کیا۔ ما رایت الا جمیلا ھولاء قوم کتب اللہ علیھم القتل فبرزوا الی مضاجعھم وسیجمع اللہ بینک

وبینہم وتبحاجون وتختاصمون عندہ وان لک یا ابن زیاد موقفا فاستعد له جوابا وانی لک به فانظر لمن الفلج یومئذ ثکلتک امک یا ابن مرجانہ۔ (مین نے تو اچھا ہی دیکھا۔ وہ گروہ جنکی قسمت مین شہید ہونا لکھا تھا وہ اپنی خوابگاہ کی طرف گیا۔ عنقریب خدا اُنکو اور تمکو جمع کریگا اور وہ خدا کے سامنے تم سے دعویٰ کرینگے۔ اے ابن زیاد۔ تیرے لئے حساب کی جگہ ہے تو بھی جواب کے لئے مستعد رہ۔ تیرے پاس جواب کہان ہی۔ دیکھین اُس روز کون رستگاری پاتا ہی۔ اے پسر مرجانہ تیری مان تیرے ماتم مین روئے)۔

یہ سنکر ابن زیاد کو غصہ آیا۔ اور اُس مظلومہ کو قتل کرنا چاہا۔ عمرو بن حریث بھی دربار مین موجود تھا اُسنے کہا۔ اے امیر۔ یہ عورت ہی۔ اور جو کچھ اس ستم رسیدہ نے کہا ہے اُسکا برا نہ ماننا چاہیے۔ دوسری مرتبہ پھر ابن زیاد نے حضرت زینبؑ سے کہا کہ حسین و گنہ گاران اہلبیت کے قتل ہونے سے میرے قلب کو شفا ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ لعمری لقد قتلت کھلی وابرزت اہلی وقطعت فرعی واجتثثت اصلی فان کان هذا شفائک فقد اشتفیت۔ (مجھے اپنی جان کی قسم ہی تو نے ہمارے بوڑھون کو قتل کردیا ہمارے اہل کو نکال دیا۔ ہمارے شاخ کو کاٹ دیا اور جڑ کا ریشہ ریشہ کردیا۔ پس اگر اسی مین تیری شفا ہی تو ضرور شفا پائی)۔

ابن زیاد ملعون نے یہ سنکر کہا کہ یہ عورت بہادر اور سجع وقافیہ کے ساتھ بات کرتی ہے۔ پس اُس ملعون نے حکم دیا کہ جب تک یزید کا فرمان آئے اہلِ حرم کو مسجد جامع کے قریب ایک خرابہ مین رکھا جائے جس سے یہ غرض تھی کہ کوئی شخص اہلحرم کے پاس نہ آئے۔ اگر کسی خفیہ جگہ اہلبیت قید ہوتے تو ممکن تھا کہ بعض مؤمنین دوستداران علیؑ

چھپکر اُنسے ملنے کے لئے جاتے۔ مگر چونکہ مسجد جامع گذرگاہ عام تھی اسلیے کوئی ابن زیاد کے خوف سے وہان نہین آسکتا تھا۔ جب تک اہلبیت اس خرابہ مین مقید رہے سوائے کنیزون کے کہ جن پر اسیری کی زحمت گذری ہوئی تھی اور کوئی اُن کے دیکھنے یا اُنکا حال پوچھنے کے لئے نہ آیا۔ چنانچہ خود حضرت زینب کے کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہی۔ آپ نے فرمایا۔ لا یدخلن علی عربیۃ الا ام ولد و مملوکۃ فانھن سبین وقد سبینا۔ (ہمارے پاس کوئی عربی عورت نہ آتی تھی سوا ام ولد یا کنیزون کے وہ بھی قید رہ چکین تھین اور ہمین بھی کنیزین سمجھتی تھین)۔

یہ مخدرات ۱۲ یا ۱۳ محرم کو کوفہ مین آئین۔ اسکے بعد ابن زیاد نے دمشق کو قاصد روانہ کیا تاکہ یزید کو اس واقعہ کی اطلاع دے اور یزید کا حکم لائے کہ ان اسیرون کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ یزید ملعون نے حکم دیا کہ سرہائے شہدا اور اہلحرم دمشق مین آئین اور اُنکے ہمراہ کافی فوج کسی سردار کی سرکردگی مین ہونی چاہیے تاکہ راہ مین کوئی فتنہ برپا نہو۔ یہ حکم پہونچتے ہی ابن زیاد بدنہاد نے تین روز تک سامان کیا۔ اور تیسرے روز لشکر نے آکر اُس خرابہ کا محاصرہ کرلیا جہان اہلحرم قید تھے۔ لڑکے اور بچے ڈر ڈر کر ماؤن کی گودیون مین چھپنے لگے۔ اور وہ ملاعین اہلبیت کو لیکر روانہ شام ہوے۔ موافق بعض روایات کے سترہ صفر کو کربلا پہونچے اور بیسوین صفر تک وہان مقیم رہے۔ بعض مورخین لکھتے ہین کہ بروز اربعین اہلبیت جو کربلا مین آئے تھے وہ شام کو جاتے ہوے کربلا مین مقیم ہوے تھے نہ کہ واپسی شام کے وقت ایسا ہوا تھا۔ کیونکہ ابن زیاد کا یزید کو خبر دینا اور یزید کا جواب بھیجنا اور پھر اہلبیت کا کوفہ سے شام تک جانا اور پھر وہان سے واپس کربلا آنا چھتیس ۳۶ دن مین نہین ہوسکتا۔ العلم عند اللہ۔ راہ شام مین

دیر راہب وغیرہ کے واقعات اسقدر مشہور ہین اور مختلف کتب مین لکھے ہوے ہین کہ جنکے لکھنے کی یہان ضرورت نہین۔

جب دمشق چار فرسخ رہ گیا تو لشکر نے معہ الحرم وہان قیام کیا اور یزید سے داخل شام ہونے کی اجازت طلب کی۔ اُس ملعون نے ایک دن مقرر کیا۔ اُس روز اہلبیت کو لیکر یہ ملاعین شام کی طرف چلے شہر دمشق مین تماشائیون کا بڑا ہجوم تھا اور باجے بجابجا کر خوشیان منا رہے تھے۔ یہان بھی لوگ بطور صدقہ روٹیان اور خرمے بچون کو دیتے تھے مگر جناب زینب بچون سے خرمے وغیرہ لیکر پھینک دیتی تھین۔ اور فرماتی تھین۔ ویحکم ایھا القوم الظالمون اما تستحیون من اللہ العظیم ولا تخافون۔ (اے قوم ظالمین۔ تمپر وائے ہو۔ خدائے عظیم سے نہ تم حیا کرتے ہو اور نہ اُس سے ڈرتے ہو)۔ بعدہ آپ نے شمر سے فرمایا کہ مین تجھسے ایک حاجت رکھتی ہون اور وہ یہ ہے کہ ہماری محملون کے قریب شہدا کے سر ہین اور لوگ اُنھین دیکھنے کے لئے جمع ہوتے ہین اور ساتھ ہی ہمین بھی دیکھتے ہین۔ ان سرون کو ہمارے محملون کے پاس سے علیحدہ کر دے تاکہ لوگ اُنھین دیکھنے مین مصروف ہو جائین اور ہم پر نامحرمون کی نظر نہ پڑے۔ اس ملعون نے نیزہ دارون کو حکم دیا کہ سرون کو محملون کے قریب رکھین تاکہ اہلبیت پیغمبر کے نزدیک تماشائیون کا مجمع رہے۔

سہل سے منقول ہے کہ مین نے دیکھا کہ آدمیونکا ایک گروہ کثیر دروازہ خیزران کی طرف سے باہر جا رہا ہے۔ مین بھی اُنکے پیچھے چلا۔ مین نے دیکھا کہ سترہ سر آگے اور اُنکے عقب مین کچھ قیدی ہین۔ جو ایسے اونٹون پر سوار ہین جن پر کوئی پردہ نہین۔ امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک جس نیزہ پر تھا اُسے شمر ملعون لئے ہوئے تھا۔ اور وہ ملعون فخریہ کہتا تھا۔

انا صاحب الرمح الطویل انا صاحب الدین الاصیل انا قتلت ابن سید الوصیین واتیت برأسه الی یزید امیر المومنین ۔ (ترجمہ ۔ میں طویل نیزہ والا ہوں ۔ میں اصلی دین کا پیرو ہوں ۔ میں نے فرزند سید الوصیین کو قتل کیا اور امیر المومنین یزید کے لئے اُسکا سر لایا ہوں) اُسکو سنکر جناب زینبؑ وام کلثوم فرماتی تھیں ۔ کذبت یا لعین ابن اللعین الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین یا ویلك تفتخر علی یزید ملعون ابن الملعون بقتل من ناغاہ جبرئیل ومن اسمه مکتوب علی سرادق عرش رب العالمین ومن ختم اللہ بجدہ سید المرسلین وقمع بابیه سواد المشرکین فمن این مثل جدی محمد المصطفیٰ وابی علی المرتضیٰ وامی فاطمه الزہراء صلوات اللہ علیهم اجمعین ۔ (ترجمہ ۔ اے لعین ابن لعین تونے جھوٹ کہا ۔ آگاہ ہو کہ قوم ظالمین پر خدا کی لعنت ہے ارے تجھپر ویل ہو ۔ تو یزید ملعون ابن ملعون پر فخر کرتا ہے ۔ اس شخص کے قتل کی وجہ سے جسکا جھولا جبرئیل ومیکائیل نے جھولایا اور جسکا نام عرش کے پردوں پر لکھا ہوا ہے ۔ اور جسکے نانا سید المرسلین پر نبوت ختم ہوئی ہے ۔ اور جسکے باپ نے مشرکین کی بنیاد اکھاڑ دی ہو ۔ کون شخص میرے جد محمد مصطفیٰ اور باپ علی المرتضیٰ اور ماں فاطمہ زہرا کا مثل ہے) خولی ملعون نے یہ سنکر اُس مخدرہ سے کہا کہ آپکی مقفی عبارت قابلِ تعریف ہے ۔ کیوں نہو آپ بڑے فصیح کی دختر خود فصیح ہیں ۔ پس اہلِ بیت کو مسجد جامع کے سامنے لاکر ٹھہرایا ۔ بروایت شعبی سر حضرت عباس کو ایک نیزہ طویل پر رکھے ہوئے ثعلبی بن مرۃ الکلبی لئے ہوئے تھا اور یہ اشعار پڑھتا تھا

انا صاحب الرمح الطویل الذی به ۔ اصول علی الاعداء فی حومة الحرب
طعنت به آل النبی محمد ۔ لان بقلبی منهم اعظم الکرب

(ترجمہ: میں طویل نیزہ کا مالک ہوں۔ میں نے اس سے جنگ میں دشمنوں پر حملہ کیا تھا۔
آل محمد پر میں نے اس سے وار کیا کیونکہ میرے دل میں اُنکی طرف سے بڑا رنج تھا)۔
حضرت کلثوم نے فرمایا اے ملعون تجھپر خدا کی لعنت ہو۔ تو آل محمد کے قتل کرنے پر فخر کرتا ہے۔
اُس ملعون نے اُس معظمہ کو اذیت پہونچانی چاہی مگر لوگوں کے کہنے سے باز رہا۔
اہلحرم صبح کو داخل شام ہوئے تھے۔ تمام بازاروں اور کوچوں اور محلہ یہود میں تشہیر
کرنے کے بعد قریب غروب آفتاب یزید کے دارالامارۃ کے سامنے پہونچے۔ چونکہ وقت
تنگ ہو گیا تھا رات کو اہل بیت ایک خرابہ میں اسیر رہے۔ دوسرے روز یزید نے
اہلِ حرم کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ یزید نے اہلبیت رسالت کو کئی مرتبہ طلب کیا ہے۔
اول مرتبہ تمام بزرگان بنی امیہ و یہود و نصاریٰ حاضر دربار تھے۔ جب اہلحرم کو دربار
میں لانیکا حکم دیا تو سبکو ایک رسن میں باندھا۔ چنانچہ بیمار کربلا حضرت امام زین العابدینؑ
فرماتے ہیں۔ لما وفدنا الی یزید بن معاویہ اتو بالحبال وربقونا مثل الاغنام
وکان الحبل فی عنقی وعنق ام کلثوم وبکتف زینب وسکینہ والبنات
وکلما قصرنا عن المشی ضربونا حتی اوقفونا بین یدی یزید وھو علی سریر مملکتہ
(ترجمہ۔ جب ہم کو یزید ابن معاویہ کے پاس لیجانا چاہا تو وہ لوگ رسیاں لائے اور
ہم کو بھیڑ بکریوں کی طرح باندھا۔ میرے اور ام کلثوم کی گردن میں رسی بندھی تھی
اور زینب و سکینہ اور دیگر لڑکیوں کے شانے بندھے ہوئے تھے اور جب کوئی چلنے
میں کمی کرتا تھا تو اشقیا ہمکو مارتے تھے۔ تا اینکہ ہمکو یزید کے سامنے لیجا کر کھڑا کیا جسکہ وہ
تخت پر بیٹھا تھا)۔ جناب زینب نے جو احتجاجات فرمائے۔ اُنھیں اگر بہ نظر غور دیکھا جائے
تو معلوم ہو گا کہ شام میں آپ نے اسلام کی کسقدر خدمت کی۔ چنانچہ ابتدائے

حکومت سے معاویہ نے اہلِ شام کو اسقدر اپنا گرویدہ کر لیا تھا کہ اگر وہ خدائی کا دعوی کرتا تو شاید اہلِ شام اُسے بھی قبول کر لیتے۔ محمدؐ و آل محمدؐ کی برائیان اُنکے ذہن نشین کین تھین کہ انکا قتل کرنا ثواب جانتے تھے۔ امیر المومنین کے ساتھ جو اہلِ شام نے کیا وہ ظاہر ہے۔ مگر عالمہ غیر معلمہ جناب زینبؑ نے جو کچھ ارشادات فرمائے اُن سے اہلِ شام کی آنکھین کھُل گئین۔ اور خواب غفلت سے بیدار ہو گئے۔ اور ایک ایسی آگ مشتعل ہو گئی جسنے آخرین یزید و بنی امیہ کی سلطنت کو جلا کر خاک کر دیا۔ اسی لئے یزید کو بغاوت کا خوف ہوا اور اُسنے بظاہر اہلِ بیت کی دلجوئی کرنی شروع کی۔ اور اپنے آپ کو بری کرنیکی غرض سے اُسنے تمام الزام ابنِ زیاد کے سر تھوپا۔ آخر اُسنے سمجھ لیا کہ دمشق مین اہلبیت رسول کا رہنا خطرہ سے خالی نہین ہے۔ اس لئے اُسنے حضرت سجاد سے عرض کیا کہ آپ کو اختیار ہے خواہ آپ مدینہ تشریف لیجائین یا یہین مقیم رہین۔ اسکے جواب مین اہلبیت کی طرف سے کہا گیا۔ کہ جب سے ہم امام حسینؑ سے جدا ہوے ہین۔ تیری فوج نے ہمین دل بھر کر نہین رونے دیا۔ ہم چاہتے ہین کہ اول ہم اپنے عزیزون کو جی بھر کر رو لین اور بعدہ ہم مدینہ روانہ ہو جائین۔ یزید نے ایک مکان خالی کرا دیا اور وہان مجلس ماتم قائم کر کے اہلبیت مصروف گریہ وزاری ہوے۔ کوئی قریشی یا ہاشمی عورت دمشق مین ایسی نہ رہی جس نے آکر اہلِ حرم کا ساتھ نہ دیا ہو۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس مین حضرت زینبؑ نے سرہائے شہدا بھی طلب فرمائے تھے۔ اسقدر شور گریہ و بکا بلند ہوا جو نمونہ قیامت تھا۔ ناظرین خیال کر سکتے ہین کہ اہلِ بیت کی اس گریہ و بکا کا اثر اہلِ شام کے دلون پر کیا ہوا ہوگا۔ اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگون کے دل اہلِ بیت کی طرف مائل ہو گئے اور اُن سے ہمدردی

پیدا ہوگئی۔ بنی امیہ سے عموماً اور یزید سے خصوصاً نفرت کا اظہار ہونے لگا۔ یزید نے بھی اس راز کو سمجھا اور اُسے بھی انقلاب کا خوف ہوا۔ اُسنے یہی مصلحت سمجھی کہ جلد سے جلد اہلبیت کو شام سے رخصت کردے۔ چنانچہ اُسنے امام زین العابدینؑ کو طلب کیا۔ جب جناب زینبؑ کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے حضرت سجادؑ سے کہا۔ یا قرۃ عینی و ثمرۃ فوادی لا تتکلم الا بکلام ھین و قول لین فانہ ظالم عنید و شقی شدید لا یخاف من اللہ و عذابہ و لا یستحیی من رسول اللہ و ولیہ۔ (ترجمہ اے میری آنکھوں کی روشنی اور اے میرے پارہ جگر۔ یزید سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا کیونکہ وہ بڑا ظالم اور شقی ترین مردم ہی۔ وہ عذاب خدا سے نہین ڈرتا اور نہ ولی خدا سے حیا کرتا ہی)۔

جب سید سجادؑ مجلس یزید مین پہونچے تو یزید نے تعظیم دیکر آپکو صدر مجلس مین بٹھایا اور کہا۔ یا علی بن الحسینؑ جو کچھ آپ کی حاجت ہو اُسے بیان فرمایئے۔ فرمایا۔ اے یزید مجھے تجھسے کچھ احتیاج نہین ہی۔ دوسرے۔ مین اپنی پھوپھی جناب زینبؑ سے دریافت کیے بغیر کچھ نہین کہہ سکتا کیونکہ وہی ہم تمام اسیرون اور یتیمون کی غمگسار ہین۔ یزید نے حکم دیا کہ دربار مین پردہ داری کا انتظام کرکے عزت و احترام کے ساتھ اہلبیت کو لایا جائے جب اہلحرم آئے تو انھون نے رونا شروع کیا۔ یزید اُن سے ملائمت اور خلق کے ساتھ پیش آیا۔ اور اُن کو اختیار دیا کہ چاہے وہ دمشق مین رہین یا مدینہ تشریف لیجائین۔ اُسوقت حضرت زینب صدائے وا اخاہ۔ وا ذلتاہ بلند کرکے رونے لگین۔ یزید نے دریافت کیا کہ یہ کون معظمہ ہی جو اس درد کے ساتھ روتی ہی۔ جب اُس ملعون کو معلوم ہوا کہ یہ جناب زینبؑ ہین تو اُسنے شرم و ندامت کے ساتھ کہا کہ اے دختر حیدر کرار۔ اب گریہ و زاری سے کچھ فائدہ نہین۔ صبر فرما کر اپنے بھائی کے

پس ماندون کی پرستاری ونگہداری مین مشغول رہیے۔ یقین ہی کہ مدینہ مین آپ خوش رہینگی۔ حضرت زینبؑ نے فرمایا۔ مدینہ جانا میرے غم کو اور تازہ کریگا۔ اور برادر مظلوم کی یاد کسی وقت دل سے فراموش نہ ہوگی۔

اہلبیت کے دمشق مین قیام کرنے کی نسبت اہل حدیث وارباب تاریخ نے اختلاف کیا ہی۔ بعض چالیس روز اور بعض چھ ماہ اور بعض سترہ روز اور بعض صرف آٹھ روز لکھتے ہین۔ بہر حال یزید نے حکم دیا کہ تمام اسباب جو لوٹا گیا تھا وہ اہلِ حرم کو واپس کر دیا جائے۔ اور عزت واحترام کے ساتھ اہلِ بیت روانہ مدینہ ہون۔ نعمان بن بشیر کو مع ایک رسالہ کے انکی حفاظت کے لئے متعین کر کے ہدایت کی کہ اہل حرم کے راحت وآرام کا خیال رکھے۔ جب قیمتی پوششون سے آراستہ ہو کر محملین آئین تو جناب زینب نے ارشاد کیا۔ اجعلوھا سوداء حتی یعلم الناس انا فی مصیبۃ و عزاء لقتل اولاد الزہراء علیہم السلام۔ (ترجمہ۔ انکو سیاہ کر دو تاکہ لوگ واقف ہو جائین کہ ہم مصیبت اور عزائے قتل اولادِ زہرا مین ہین)۔ موافق بعض روایات کے سر جناب سید الشہدا بھی حوالہ امام زین العابدین کر دیا۔ جب اہلِ بیت محملون مین سوار ہو کر روانہ ہونے لگے تو یزید نے نعمان بن بشیر کو طلب کر کے مکرر تاکید کی کہ علی بن الحسینؑ کو معہ ان عورتون کے بحفاظت مدینہ پہونچائے۔ اہل شام اور آل ابی سفیان کی عورتین لباس سیاہ پہنکر اہلبیت کے رخصت کرنے کے لیے دار الامارۃ تک آئین۔ اہلِ بیت اُس جاہ وحشم کو یاد کر کے جو مدینہ سے روانگی کے وقت تھا گریہ وبکا کرنے لگے۔ اور حاضرین اہلِ شام مین شور گریہ بلند ہوا۔

جس منزل پر یہ قافلہ پہونچتا تھا تو نعمان بن بشیر مع اپنے رسالہ کے کچھ دور خیمہ زن

ہوتا تھا۔ اور اہلِ حرم نوحہ سرائی مین مشغول ہوتے تھے۔ کربلا پہونچنے مین بہت اختلاف ہی
کہ وہ روز اربعین تھا یا کوئی اور دن تھا۔ اور جابر سے ملاقات ہوئی یا نہین۔ چونکہ یہ
بحث موضوع کتاب سے خارج ہی اس لئے ترک کی جاتی ہی۔

جب مدینہ کے نزدیک پہونچے تو اہلِ حرم نے شہر سے باہر قیام کیا۔ اور تمام اسباب
سید الشہدؑا کو سامنے رکھکر مشغول نالہ و بکا ہوے۔ ناگاہ اہل مدینہ اور زنان مہاجر و انصار
کے آنے کا غلغلہ ہوا۔ حضرت سجادؑ نے حکم دیا کہ اُنکا استقبال کیا جائے۔ مدینہ کی عورتین جب
روتی پیٹتی داخل خیمہ ہوئین اور معلوم ہوا کہ مردون مین سوائے امام زین العابدین اور
کوئی زندہ واپس نہین آیا تو ہنگامہ محشر برپا ہو گیا۔ کچھ عورتین ام کلثوم کو اور کچھ حضرت
زینب کو پرسا دینے لگین۔ اور بار بار حضرت زینب سے حال دریافت کرتی تھین۔ اس
مظلومہ نے کہا کہ کس زبان سے حال بیان کرون۔ زبان مین اتنی قوت نہین ہے۔
مین تو اپنی زندگی سے بیزار ہون۔ اے زنانِ قریش۔ وائے دختران نبی ہاشم۔
اگر مین مشرح حال بیان کرون تو تم سب مجھے ہی ملامت کرو گی کہ مین کیسے زندہ رہی
پھر مجملاً آپ نے اپنی مصیبتون اور بنی امیہ کے ظلمون کا حال بیان کیا۔ جسکو سُنکر
کسی مین تاب ضبط باقی نہ رہی اور سب عورتین بیتاب ہو کر رونے لگین۔ باہر مردون
نے جناب بیمار کربلا سے عرض کیا کہ اب شہر مین چلنا مناسب ہی۔ جب یہ مصیبت زدہ
قافلہ مدینہ مین داخل ہوا تو ہر طرف صدائے واحسینا۔ وامظلوما کی بلند ہوئی۔ اتفاقاً
وہ روز جمعہ تھا۔ شور گریہ و بکا سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ جناب رسولخداؐ نے آج ہی
اس دنیا سے رحلت فرمائی ہی۔ جب حضرت زینب نے قبر رسول سے مخاطب ہو کر کہا۔
یا جداہ انی ناعیۃ الیک ولدک الحسین۔ (اے نانا مین آپ کے فرزند حسینؑ کی

سنانی لائی ہون)۔ تو لوگ اپنا سر و سینہ پیٹنے لگے۔ اور فرط گریہ سے کسیکو ہوش نہ رہا۔ آپ نے قبر رسولؐ اور فاطمۂ زہرا پر جو کلمات کہے وہ کتب مقاتل مین لکھے ہوئے ہین یہان اعادہ کی ضرورت نہین۔ تمام اہلِ مدینہ پندرہ روز تک سوگواری مین مصروف رہے۔ اگرچہ جسوقت سے خبر شہادت امام حسینؑ مدینہ مین آئی تھی ایک جماعت اُسی وقت سے عزادار سید الشہدا تھی مگر یہ پندرہ روز اس سے علحدہ تھے بعد واقعۂ کربلا حضرت زینبؑ نے تمام عمر گریہ وزاری مین صرف کی۔ چنانچہ آپ کا قد مبارک خمیدہ اور بال سفید ہو گئے تھے۔ اب آپکی وفات کا ذکر کیا جاتا ہی۔

آپکا یوم وفات ابھی تک تحقیق نہین ہوا۔ اور علیٰ ہذا آپ کے جائے دفن مین بھی اختلاف ہی۔ بعض آپ کی قبر مدینہ مین بتاتے ہین۔ بعض کہتے ہین کہ شام مین اور بعض کے نزدیک آپ مصر مین دفن ہوئین۔ اور بعض کتب مقاتل مین لکھا ہی کہ اہل بیت کے مدینہ مین پہونچنے سے چار ماہ بعد حضرت ام کلثوم نے وفات پائی۔ اور آپ کی وفات سے اسّی روز بعد حضرت زینبؑ نے اس دنیا سے رحلت کی۔ اور مدینہ مین دفن ہوئین۔ بوقت وفات آپکی عمر شریف پچپن۵۵ اور چھپن۵۶ سال کے درمیان تھی۔ بعض کہتے ہین کہ آپ کو مصر مین قناطر السباع مین دفن کیا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ نزدیک شام آپ مدفون ہوئین۔ اور وہان آپکا قبہ بھی بنا ہوا ہی جو زیارتگاہ خاص وعام ہی۔ جو شام مین دفن ہونے کے قائل ہین وہ کہتے ہین کہ آپکو دوبارہ اسیر کیا گیا تھا۔ یہ بات بعید معلوم ہوتی ہی۔ کیونکہ اول مرتبہ اسیری اہلبیت سے جو ذلت یزید کو حاصل ہوئی اور بغاوت وانقلاب کا خوف ہو گیا تھا۔ ایسی حالت مین یزید کو دوبارہ اسیر کرنے کی کسی طرح جرأت نہین ہو سکتی تھی۔ بعض کا

یہ کہنا کہ احتراماً آپ کو طلب کیا تھا بعید از عقل ہی - کیونکہ یزید کو اہلِ بیت کے ساتھ عقیدہ باطنی نہ تھا کہ وہ اس طرح طلب کرتا - اور اُسے رعب حق بھی اس امر کا مانع تھا - بلکہ اُسے سلطنت کی طرف سے یہ خوف تھا کہ ایسا ہو کہ پھر کوئی فتنہ پیدا ہو - یہ بات بھی بالکل غلط ہی کہ بعد وفات عبداللہ بن جعفر یزید آپ سے عقد کرنا چاہتا تھا - یہی بات درست معلوم ہوتی ہی کہ آپ مدینہ میں دفن ہوئین - یہ ممکن ہی کہ مصر مین آپ کی ہمنام بنی ہاشم سے کوئی معظمہ دفن ہوی ہون -

مگر صاحب کتاب طراز المذہب لکھتے ہین کہ کتاب لوار الشہادت و بحر المصائب مین کتب عدیدہ سے نقل کیا گیا ہے کہ بعد شہادت حضرت سید الشہدا اہلِ مدینہ کو یزید ملعون سے نفرت پیدا ہو گئی تھی اور اُسکے فسق و فجور کو دیکھکر وہ یزید پر لعنت کرتے تھے - آخر کار سب نے اُسکی امارت سے انکار کر دیا - ادھر عبداللہ زبیر نے خلافت کی تمنا مین یزید سے مخالفت اختیار کی - یہ خبرین یزید تک پہونچین - اور اُس سے یہ بھی کہا گیا کہ لوگ بکثرت امام زین العابدینؑ سے بیعت کر رہے ہین - اُسے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبداللہ بن جعفر شوہر جناب زینبؑ نے وفات پائی - لہذا اُس ملعون نے یہ خیال کیا کہ اس بہانہ سے اہلِ بیت کو پھر شام مین طلب کرے اور جب اہلِ بیت یہان آجائین تو جناب زینبؑ سے عقد کرے - یہ سوچکر اُسنے مسلم بن عقبہ کو لشکر کثیر کے ساتھ روانہ کیا کہ اہلِ مدینہ کو قتل کر کے محلہ بنی ہاشم کو ویران کر دے - اور اہلِ بیت کو اسیر کر کے دوبارہ شام مین لائے - چنانچہ اس خبیث نے ایسا ہی کیا - اور اہلبیت کو احترام کے ساتھ روانہ شام کر دیا - مگر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ پہلی اسیری سے زیادہ اس مرتبہ سختی کی گئی اور سب کو غل و زنجیر پنھائے گئے - یہانتک کہ بچون کے ساتھ بھی سختی کی گئی اور رسن مین

انکی تشنگی و گرسنگی پر کچھ رحم نہین کیا جاتا تھا۔ جب سواد شہر دمشق نظر آنے لگا تو جناب زینبؑ بہت مضطر و پریشان ہوئین۔ اور رو رو کر درگاہ خدا مین عرض کیا۔ کہ اے پروردگار مہربان اور اے پناہ بیکسان۔ مجھ غریب کی حالت پر رحم فرما۔ اور مجھے موت دے تاکہ مین دوبارہ مجلس یزید شوم مین حاضر نہ ہون۔ ناگاہ آپ علیل ہوئین۔ آپ بستر بیماری پر بدون تیمارداری پڑی ہوئین تھین کہ آپ نے حضرت سید سجادؑ کو طلب کر کے فرمایا کہ میرا وقت وفات نزدیک ہی۔ چند وصیتین کرنی چاہتی ہون۔ اول یہ کہ میرے بھائی نے تمام بچون اور عورتون کو میرے سپرد فرمایا تھا اب مین انھین آپکے سپرد کرتی ہون۔ انکی حفاظت و غمخواری سے غافل نہ رہیے۔ دوسرے۔ جب مجلس یزید مین پہونچو تو اس ملعون سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا اور کوئی سخت جواب نہ دینا۔ ایسا نہو کہ برہم ہو کر وہ ملعون تمھارے قتل کا حکم دے۔ چونکہ مین نہونگی تمھین کون اُسکے گزند سے بچائیگا۔ تیسرے۔ جب تم شام مین پہونچو تو اپنے باپ کے سر کو میرا سلام کہنا اور میری طرف سے اُسکے بوسے لیکر عرض کرنا آپ کی آتش فراق نے زینب کو جلا ڈالا اور اُسکا دل کباب ہو گیا۔ چوتھے۔ یہ کہ عورتین مجھے غسل و کفن دین اور تم مجھپر نماز پڑھنا۔ پانچوین۔ یہ کہ بعد دفن تم میری قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔ یہ کہکر وہ مخدرہ یہ خیال کر کے رونے لگی کہ کسی نے حسینؑ مظلوم کو غسل و کفن نہ دیا۔ اور بجائے قرآن خوانی کے اُنکی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ اسکے بعد آپ نے تمام عورتون اور بچون کو طلب کیا اور ان سب سے رخصت ہوئین اور کلمہ پڑھتی ہوئی اس جہان سے انتقال فرمایا۔ اہلبیت مین صدائے گریہ و نالہ بلند ہوئی۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے کسیکو اُس گروہ ملعون کے پاس بھیجکر اس مظلومہ کے غسل کے لیے پانی طلب کیا۔ انھین سے

ایک ملعون نے کہا کہ تم خارجی ہو اور تمھین غسل دینا جائز نہین۔ آپ نے ایک آہ بھر کر اُس جسد مقدس کو غسل کے بدلہ تیمم دیکر دفن کر دیا۔ دوسری روایت مین ہی کہ آپ نے دعا فرمائی اور پانی ظاہر ہوا اور غسل دیکر حوالی شام مین دفن کرکے آپ زوانہ دمشق ہوے۔ کتاب انوار الشہادت مین کتاب تبصرۃ الذاکرین کے حوالہ سے مسطور ہی کہ شیخ محمد بغدادی شافعی نے کتاب منتخب السیر مین لکھا ہی کہ بعد شہادت حضرت امام حسینؑ یزید ملعون اپنے افعال شنیعہ کو پوشیدہ کرنا چاہتا تھا۔ اور ابن زیاد کو قتل سید الشہدا کا باعث قرار دیکر اُس سے اظہار کراہت کرتا تھا۔ جب عبد اللہ بن جعفر نے انتقال کیا تو اُس نے ایک خط امام زین العابدینؑ کی خدمت مین روانہ کیا۔ جسمین ارادت و خلوص کا اظہار کرکے تلافی گذشتہ کرنی چاہی۔ پھر لکھا۔ مجھے تحقیق معلوم ہی کہ جسکا بدن اولاد فاطمہ کے بدن سے مس ہوگا۔ اُسپر آتش دوزخ کچھ اثر نکریگی اور وہ داخل بہشت ہوگا۔ اس لئے مین حضرت زینبؑ سے عقد کرنا چاہتا ہون۔ آپ اُنھین عزت و احترام کے ساتھ روانہ دمشق فرمادین۔ امام نے جب یہ خبر اپنی پھوپی سے بیان کی تو آپ رونے لگین۔ سید سجاد نے فرمایا۔ اے پھوپی۔ آپکا یہ سفر سفر آخرت ہی۔ آپ گریہ وزاری نہ کرین انشاء اللہ آپ یزید کی صورت بھی نہ دیکھینگی۔ کیونکہ حوالی شام مین آپکا انتقال ہوگا۔ آخر کار حسب ارشاد امام آپ نے سفر شام اختیار کیا۔ جب آپ اس مقام پر پہونچین جہان آپکا مدفن ہی تو یزید کے واصل جہنم ہونے کی خبر پہونچی۔ مصائب شام کا تصور کرکے جب حضرت زینبؑ کا دل بہت گھبرایا تو آپ اُس باغ مین چلی گئین جو خیمہ کی پشت پر واقع تھا۔ رات کا وقت تھا۔ آپ باغ مین نہر کے کنارہ پر بیٹھکر رونے لگین اور اتنا روئین کہ بیہوش ہوکر نہر مین گر گئین۔ جس سے نہر کا پانی بند ہوگیا۔

یہ دیکھکر باغبان بیلچہ لئے ہوے وہان آیا۔ اُسنے دیکھا کہ کسی چیز کے گرنے اور حائل ہونے سے پانی جانیکا راستہ بند ہورہا ہی۔ لہذا اُسنے نہایت قوت سے بیلچہ لگایا جس سے آپ کی پیشانی زخمی ہوکر سر پھٹ گیا۔ اور آپ نے چیخ ماری۔ آپ کی خادمہ اُسی حالت مین آپ کو خیمہ مین لے آئی۔ خیمہ مین جب شور گریہ بلند ہوا تو مالک باغ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ اُسنے حاضر خدمت ہوکر معذرت کی اور معافی کا خواستگار ہوا۔ حضرت زینب نے اس شرط پر اُسے معاف کر دیا کہ اسی باغ مین آپکا مقبرہ بنایا جائے۔ مالک باغ نے اسے منظور کر لیا۔ حضرت زینبؑ نے اُسی ضرب کے صدمہ سے وفات پائی اور اُسی باغ مین دفن ہوئین۔

اسی روایت کی بنا پر کہا جاتا ہی کہ اہل بیت کو دوبارہ اسیر کر کے شام مین لے گئے۔ یہ بھی لکھا ہی کہ حضرت سجادؑ نے فرمایا کہ بہ نسبت پہلی اسیری کے دوسری قید زیادہ سخت تھی پہلی دفعہ جب ہمین مجلس یزید مین لے گئے تھے تو ہماری گردنون مین رسی بندھی ہوئی تھی۔ اور دوسری مرتبہ ہماری گردنون مین زنجیرین تھین۔ پہلی مرتبہ ہمارے سرون پر لکڑیان مارتے تھے۔ دوسری اسیری کے موقع پر ہمارے سر و پشت پر نیزے لگاتے تھے۔ پہلی مرتبہ خرابہ مین اور اس مرتبہ زندان تیرہ و تاریک مین ہمین قید کیا تھا۔ پہلے دمشق کی کنیزین ہمین دیکھنے آیا کرتی تھین۔ مگر اس مرتبہ قید خانہ کا دروازہ اس طرح بند کر دیا گیا تھا کہ کوئی ہم تک نہین پہونچ سکتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ جب ہمین مجلس یزید مین لے گئے تو اُسکے محل کے متعدد دروازے تھے۔ اور ہر در پر سپاہی ننگی تلوارین لئے کھڑے تھے۔ جب ہم کسی دروازہ پر پہونچتے تھے تو سپاہی سخت زبانی سے پیش آکر بچون کو تلوارون سے ڈراتے تھے

اور ان تیمون کے رونے پر کچھ رحم نہ کھاتے تھے۔

کنز الانساب مین لکھا ہی کہ مسجد بنی امیہ مین ایک طاق مخصوص تھا جسمین سر امام حسین علیہ السلام رکھا جاتا تھا۔ اور اُس مین سر مبارک کا خون جم گیا تھا۔ جب مسیب خزاعی نے خروج کیا اور اہل بیت اطہار کو کوہ لبنان سے باہر لایا۔ تو جب حضرت زینب خاتون کی نظر اُس خون پر پڑی اُسیوقت جوار رحمت حق سے واصل ہوئین۔ اُسی طاق کے قریب آپکا مدفن ہوا اور اُسپر ایک مسجد بنا کی گئی جسے مسجد اکبر کہتے ہین۔ بعض کتب متاخرین مین لکھا ہی کہ حضرت زینب کی تربت منورہ بموجب روایات صحیح حوالی شام کے ایک قریہ مین ہی۔ جو زیارت گاہ خاص و عام ہی۔ بعض لکھتے ہین کہ ایک زمانہ مین مدینہ رسول مین نہایت سخت قحط پڑا۔ عبداللہ بن جعفر مع اہل وعیال ملک شام کی طرف اس ارادہ سے چلے گئے کہ جب قحط رفع ہو جائیگا تو پھر مدینہ واپس آجائینگے۔ آپکا قیام اُسی موضع مین تھا جہان مزار حضرت زینبؑ ہی۔ وہین حضرت زینب نے انتقال فرمایا اور وہین سپرد خاک کی گئین۔ یہ جملہ اخبار درباب مزار حضرت صدیقہ صغریٰ زینب کبریٰ اور دوبارہ اہلبیت کا اسیر ہوکر شام مین جانا اور حضرت زینب کا وفات پانا جو روایات متعددہ سے تحریر کیے گئے ہین۔ کئی وجوہ سے قابل اعتماد نہین۔ کتب متقدمین مین انکا کہین ذکر نہین یہ امر تحقیق شدہ ہی کہ عبداللہ بن جعفر نے یزید کے واصل جہنم ہونے کے سالہا سال بعد وفات پائی۔ یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ عبداللہ کی حیات مین یزید ملعون حضرت زینب سے عقد کی خواہش کرتا۔ دوسرے یزید کو اندیشہ پیدا ہو گیا تھا جسکی وجہ سے اہلبیت کو عزت و احترام کے ساتھ روانہ مدینہ کیا تھا اور حضرت علی ابن الحسینؑ سے

عذرخواہی کرکے چاہتا تھا کہ آنحضرت اُس سے راضی اور خوشنود ہو جائین۔ علاوہ اسکے جب یزید نے ابن عقبہ کو مع لشکر مدینہ بھیجا تھا تو خاص طور سے اُسے ہدایت کردی تھی کہ وہ جناب سید الساجدینؑ اور اہلبیت رسول سے کچھ متعرض نہو۔

جو وصیتین حضرت زینبؑ کی طرف منسوب کی گیئن ہین اُنھین دیکھکر عقل ہرگز قبول نہین کرتی کہ ایسی معظمہ جو حسب قول معصوم عالمہ غیر معلمہ۔ عارفہ۔ کاملہ ہو وہ امام زمان حجت یزدان سے ایسی باتین کہے۔ سر حسینؑ کیا اُسوقت شام مین تھا یا اُسکے لیے کوئی مقام معین تھا جو آپ نے امام کو یہ وصیت کی کہ میری طرف سے سر حسینؑ کے بوسے لینا۔ کنز الانساب مین جو کچھ مسطور ہی وہ قطعی درجہ اعتبار سے ساقط ہی۔ اس کتاب کے دیگر مضامین کو اگر دیکھا جاے تو وہ خود اسکے شاہد ہونگے۔ یہان ان اخبار کے نقل کرنے سے صرف یہ مطلب تھا کہ ناظرین کو رطب و یابس سے آگاہی ہو جاے اور جو امر قابل تردید ہو اُسکی طرف اشارہ کردیا جائے۔ تاکہ ناظرین کو شبہہ نہو۔ جو بات صحیح معلوم ہوتی ہی وہ یہی ہی کہ بعد مراجعت شام حضرت زینبؑ نے مدینہ طیبہ مین وفات پائی اور وہین دفن ہوئین۔ اب رہا یہ امر کہ آپ نے کس وقت وفات پائی اُسے خدا جانتا ہے مجھسے جناب آقا محمد رضا صاحب طبا طبائی یزدی بنیرۂ جناب حجۃ الاسلام جناب آقا سید محمد کاظم صاحب طبا طبائی مجتہد نجف نے بیان فرمایا کہ تحقیقاً مزار جناب زینبؑ شام کے قریب ہی۔ اس صورت مین اُس روایت کو ماننا پڑیگا کہ عبداللہ بن جعفر آپ کو اپنے ہمراہ شام لے گئے اور وہین آپ نے وفات پائی۔ العلم عند اللہ۔

لیکن مومنین کو لازم ہی کہ مدینہ یا مصر یا شام مین جہان کہین ممکن ہو اس مظلومہ کی زیارت کرین۔ کیونکہ آپ کی زیارت کا ثواب بھی امام حسینؑ کی زیارت سے کم نہین

اللھم ارزقنی زیارتھا وشفاعتھا واحشرنی معھا۔

خصوصیت بست ودویم۔ واضح ہو کہ لفظ انسان اُسی پر صادق آتا ہے جو موت اختیاری تک پہونچا ہو۔ انسان کی تعریف یہ ہی جو اس قول پر شاہد ہے۔ الانسان حیوان ناطق مائت۔ انسان مرنے والا حیوان ناطق ہی یہ تعریف حیوان غیر ناطق پر صادق نہین آتی۔ کیونکہ انسان وحیوان مطلق ہین گویائی ہی سے تمیز ہوتی ہے۔ اس آیہ مین بھی اسی کی طرف اشارہ ہی۔ وموتوا قبل ان تموتوا (مرجاؤ قبل اسکے کہ موت آئے)۔ موت اختیاری کے چار درجے ہین۔

اول۔ **موت احمر**۔ جسے موت الجامع وجہاد اکبر بھی کہتے ہین کیونکہ یہ سب مرتبون کی جامع ہی۔ اسکی تعریف یہ ہی کہ نفس امارہ سے مقابلہ کرکے اُسے مغلوب کرے۔ ارشاد نبوی ہی۔ علیکم بالجھاد الاکبر۔ (تم پر جہاد اکبر لازم ہی)۔

دوسرے۔ **موت ابیض**۔ اُسے کہتے ہین کہ بھوک کا تحمل کرے۔ اسکی وجہ سے قلب منور ہوتا ہی اور صاف باطنی وروشن ضمیری حاصل ہوتی ہی۔ حالت گرسنگی مین بندہ درگاہ احدیت سے بہت قریب ہوتا ہی۔ لہذا انبیائے عظام واولیائے کرام اغلب اوقات بھوکے رہتے تھے۔

تیسرے **موت اخضر**۔ ہی جسکا مطلب یہ ہی کہ ایسا لباس پہنے جو قیمتی نہو۔ کیونکہ ایسا لباس موجب تواضع ہی۔ جیسا کہ قیمتی لباس موجب تکبر ہے۔ تمام انبیا واوصیا واولیا نے یہ مرتبہ حاصل کیا۔ یہ درجہ بعد ختمی مرتبت کے جس بزرگ کو حاصل ہوا وہ حضرت علی علیہ السلام تھے۔ جیسا کہ خود فرماتے ہین۔ لقد رقعت مدرعتی ھذہ حتی استحییت من راقعھا۔ (مین نے اپنے لباس مین اسقدر پیوند

لگائے کہ اب مجھے درزی سے بھی شرم آتی ہے)۔

چوتھے۔ **موت اسود** سے یہ مراد ہے کہ اہلِ دنیا کی ملامت و اذیت کا تحمل کرے اولیائے حق نے ہمیشہ یہی کیا۔ چنانچہ جو پیغمبر پروردگار کی طرف سے مبعوث ہوا اول اُسکی اُمت نے اُسکا مذاق اُڑایا اور بدگوئی کی۔

جسنے یہ درجے کامل طور سے حاصل کیے وہ صدیقۂ صغریٰ جناب زینب تھیں آپنے اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرکے موت احمر کا وہ درجہ حاصل کیا کہ عقل بشر حیران ہے۔ ازانجملہ مقام خاتمیت ہے۔ جس طرح آپ کے جد بزرگوار خاتم الانبیا۔ اور حضرت حجت عجل اللہ تعالیٰ خاتم الاوصیا ہیں۔ اسی طرح آپ دنیا کی منتخب عورتوں مین خاتم نسا ہین۔ موت ابیض کی تکمیل آپ نے سفر اسیری شام مین فرمائی۔ بقول بعض مورخین ملاعین اہلبیت رسول مختار کو تیسرے روز کھانا اور پانی دیا کرتے تھے۔ اور وہ بھی اسقدر کم ہوتا تھا کہ سیر ہو کر نہ کھا سکتے تھے۔ ایک روز قیدخانہ شام مین امام زین العابدینؑ نے اپنی پھوپی کو دیکھا کہ بیٹھکر مشغول نماز ہین۔ جب تحقیق حال کیا تو معلوم ہوا کہ اپنے حصہ کا کھانا آپ بچون کو کھلا کر خود بھوکی رہتی ہین۔ اور اب اسقدر طاقت نہین کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکین۔ موت اخضر کے درجہ کی نسبت اتنا لکھنا کافی ہے کہ بعد واقعۂ کربلا آپ نے کبھی لباس فاخرہ زیب بدن نہین فرمایا۔ اور سفر شام مین تو جو لباس آپکے بدن پر تھا وہ بھی درست نہ تھا۔ موت اسود کا درجہ حاصل کرنے کے لئے آپنے بنی امیہ کے تکلیف پہونچانے یا ناسزا کہنے پر جو تحمل فرمایا وہ طاقت بشری سے باہر تھا۔ مجلس ابن زیاد و مجلس یزید ملعون وغیرہ مین جو آپ نے مخالفین کو جوابات دئے یا احتجاجات فرمائے وہ اسلئے نہ تھے کہ آپ تحمل سے عاجز تھین بلکہ اسلئے کہ اگر آپ ایسا

نکرتین تو آل محمدؐ کی حقانیت ظاہر نہ ہوتی۔

خصوصیت بست وسویم - جتنے کمالات انسانیت ومقامات ہین وہ امتحان کی وجہ سے معین کیئے جاتے ہین - ہر شخص خواہ وہ کسی درجہ کا ہو اُسے یہ مقام طے کرنا چاہیے - اہلِ معرفت اس مقام کو میزان اور فصل الخطاب کہتے ہین - اسے مقام ترقی بھی کہا جاتا ہی - کیونکہ اگر امتحان مین پورا اُترا تو مقام قرب مین پہونچ جاے گا - اس ترقی کو قوس صعودی کہین گے جو کمال انسانیت ہی - اگر امتحان مین ناکامیاب رہا تو درجۂ حیوانیت پر پہونچیگا - اور اسکو ترقی معکوس یا قوس نزولی کہین گے - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہی - خلق اللہ تعالیٰ فی الملا ئکۃ عقلاً بلا شہوۃ وخلق اللہ تعالیٰ فی البہا ئم شہوۃ بلا عقل وخلق الانسان من کلیہما فمن غلب عقلہ فہو خیر من الملا ئکۃ ومن غلب شہوتہ فہو شر من البہا ئم اولئك کالانعام بل ہم اضل سبیلا - (خداے تعالیٰ نے ملا ئکہ مین عقل بلا شہوۃ پیدا کی - اور جانورون مین شہوت بلا عقل اور انسان مین دونون چیزین پیدا کین جس نے عقل کو غالب کیا وہ ملا ئکہ سے بہتر ہی اور جس کی شہوت غالب ہوئی وہ جانورون سے زیادہ شریر ہے - وہ لوگ مثل جانورون کے ہین بلکہ اُن سے زیادہ گمراہ ہین) انسانیت وحیوانیت کے درمیان مین بھی حد ہی اسی وجہ سے انسان کی یہ تعریف کی گئی ہی الانسان حیوان ناطق فانہ معجون مرکب من جزئین جزء علوی لمناسبۃ العوالم العلویہ وجزء سفلی مناسبۃ العوالم السفلیۃ - (انسان حیوان ناطق اور معجون مرکب ہی جسمین دو جزو ملے ہین - ایک جزو اعلیٰ عالم علویہ کی مناسبت سے - دوسرا جزو ادنیٰ عالم سفلیہ کی مناسبت سے) -

امتحان ہی کے ذریعہ سے انسان ان دونون مین سے کسی عالم مین پہونچتا ہی- اس درجہ کو تمام مخلوقات کے لئے عمومیت دی گئی ہی- اور تمام انبیا و اوصیا و اولیا اور تمام بندے خواہ وہ مومنین ہون یا کفار اسمین شامل ہین- دو آیتون سے بھی اسکی تائید ہوتی ہی

اول- اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ-

(ترجمہ- کیا آدمیون نے یہ گمان کر رکھا ہی کہ وہ اتنا کہکر چھوٹ جائینگے کہ ہم ایمان لے آئے اور اُن کی آزمائش نہ کی جائیگی- دوسری آیت- وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ-

(ترجمہ- اور ہم تمکو ضرور تھوڑے سے خوف سے اور کچھ بھوک سے اور کچھ مالون اور جانون اور پھلون کے نقصان سے آزمائینگے اور (اے پیغمبر) ان صبر کرنے والون کو خوشخبری پہونچا دو-) بندون کی حالت مین جو فرق ہی وہ کیفیت امتحان کی وجہ سے ہے- ہر شخص کا امتحان اسکی استعداد کے انداز کے موافق لیا جاتا ہی- اور اُنکے رنج اور تکالیف سے اُنکے درجے معلوم ہوتے ہین- بعضون کا فقر و فاقہ سے بعض کا اولاد کے مرنے سے- کسی کا بھائیون کی مصیبت کا تحمل کرنے سے امتحان لیا جاتا ہی- اور جنکا مرتبہ زیادہ بلند ہوتا ہی وہ اس سے زیادہ مصیبتون اور تکلیفون مین مبتلا ہوتے ہین- یہ مطلب عرض کرنے کے بعد ہم کہتے ہین- کہ حضرت زینبؑ کا جیسا سخت امتحان لیا گیا ایسا امتحان کسی کا نہین ہوا- اور انبیائے مقربین مین سے کسی پر ایسی مصیبتین اور بلائین نازل نہین ہوئین یہ مخصوص امتحان سوائے امام حسینؑ اور حضرت زینبؑ کے اور کسیکا نہین لیا گیا-

جناب زینبؑ کے امتحانات اغلب سفر کربلا مین لیے گئے- در حقیقت زمین کربلا

اُس مخدرہ کے لئے معراج یا محل قرب الٰہی تھی - ان امتحانات مین کامیاب ہوکر وہ درجات حاصل کیئے جنھین کوئی حاصل نہ کرسکا - انتہا یہ ہے کہ اتنا قرب خدا میسر ہوا کہ اپنے جد بزرگوار جناب رسول مختار سے شباہت پیدا کرلی جن کے حق مین ارشاد حق ہے - ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّیٰ فَکَانَ قَابَ قَوسَینِ اَوْ اَدنیٰ - (ترجمہ - پھر وہ اور قریب ہوا پھر معلق ہوگیا پھر دو کمان کا فاصلہ رہا یا کچھ کم) -

اس موقع پر مختصراً ان چند امتحانات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس محترمہ کے لئے گئے - آپ کا امتحان خوف کے ذریعہ سے لیا گیا - خوف بھی وہ خوف کہ ایک غریب عورت اور تمام جہان دشمن تشنگی و گرسنگی کے ذریعہ سے امتحان لیا گیا جس کے بیان سے دل سوختہ ہوتا ہے - مال سے امتحان لیا گیا - اور مال دنیا سے کچھ آپ کے پاس نہ رہا حتی کہ کانون کے گوشوارے بھی چھین لئے گئے - تمام تکلیفات جسمانی و روحانی جوارح قلبی کے متحمل ہونے سے آپ کے نفس کا امتحان ہوا - اولاد کے مرنے سے امتحان لیا گیا کہ دونون فرزند شہید ہوگئے اور آپ نے اُف تک نہ کی - بلکہ فرزند برادر جناب علی اکبر کے شہید ہونے سے امتحان ہوا جسے آپ اپنی اولاد سے زیادہ دوست رکھتی تھین - سب سے زیادہ سخت امتحان یہ تھا کہ آپ کے بھائی آنکھون کے آگے عالم بیکسی مین شہید ہوئے بھائی بھی وہ بھائی جو سرپرست ہونے کے علاوہ سردار جوانانِ بہشت بھی ہو -

اشارہ - حضرت زینبؑ کے ہر امتحان مین خصوصیتین اور امتیازات ہین - جن بلاؤن اور اذیتون سے آپکا امتحان لیا گیا اُن سے کسیکا امتحان نہین لیا گیا - خوف سے جو امتحان لیا گیا اُسمین ایک خصوصیت خاص تھی اور یہ امتحان کئی مرتبہ لیا گیا - ایک خوف تو وہ تھا جو روانگی مکہ کے وقت سے کربلا پہونچنے تک ہر منزل پر ہوتا تھا - ایک خوف

اُسوقت ہوا جبکہ امام مظلوم کی ملاقات لشکر حر سے ہوئی - روز عاشورا دن بھر آپ خوف مین مبتلا رہین مخصوصاً اُسوقت جبکہ وداع آخر کے لیے سید الشہدا خیمہ مین تشریف لائے - وہ خوف بھی غضب کا خوف تھا جبکہ لشکر اعدا لوٹنے کے واسطے داخل خیام ہوا - کوفہ و شام مین متعدد مرتبہ آپ خائف ہوئین -

کئی بھائیون کے شہید ہونے سے جو امتحان لیا گیا وہ بھی نہایت سخت تھا - خصوصاً ایسے بھائی کا شہید ہونا جیسے جناب سید الشہدا تھے - جنکی محبت آپکو اسدرجہ تھی کہ آپ اسپر راضی تھین کہ امام حسینؑ سے اعدائے دین دست بردار ہو جائین اور آپ کو قتل کر دین سخت ترین امتحان تو یہ تھا کہ یہ تمام مصیبتین ایک ہی روز پڑین - اور ان تمام بلاؤن کے ذریعہ سے ایک ہی دن امتحان لیا گیا - بار الہا - اس وجود مبارک کی کیسی استعداد اور عقل تھی کہ ان تمام امتحانات مین کامیاب ثابت ہوئی - اور ہر حال مین ثابت قدم رہی - ان تمام باتون پر نظر کرنے کے بعد کہہ سکتے ہین کہ جو استعداد اس معظمہ کو ملی تھی ویسی استعداد انبیائے اولوالعزم مین بھی کسیکو نہ تھی - دوسرے - ہر شخص کے درجہ اور مقام کا اندازہ اُسکے امتحانات سے کیا جاتا ہے - پس آپ کے مقامات و درجات کو عقل بشر نہین سمجھ سکتی -

خصوصیت بست و چہارم - اس عالم مین بطریق قوس صعودی کمالات مین اول درجہ معرفت ہی جو سرچشمہ کمالات ہی - اور عقل بھی اسکے واجب ہونیکا حکم دیتی ہے - خلاق عالم نے خلقت انس و جن کی علت غائی اس طرح بیان فرمائی ہی وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون - (اور نہین پیدا کیا ہم نے جن و انس کو مگر یہ کہ وہ عبادت کرین) بعض مفسرین نے لیعبدون کی تفسیر لیعرفون کی ہی یعنی اُنکی معرفت حاصل کرین -

جو ذریعہ ہی تشخیص کمالات ومقامات کا۔ چنانچہ ارشاد ہی۔ المعروف بقدر المعرفة (پہچانا جاتا ہے بقدر معرفت کے)۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا ہی کہ رکوع وسجود کے طول پر خیال نہ کرو۔ بلکہ اُسکی معرفت کی موافق تقرب حاصل ہوگا۔ اہلِ معرفت کے درجات جو خداوندعالم نے مقرر فرمائے ہین وہ قیاس بشری سے بالاتر ہین کسیکو ایسی کامل معرفت میسر نہین ہوئی جیسی حضرت ختمی مرتبت اور شاہ ولایت کو حاصل تھی۔ چنانچہ حضور نے خود ارشاد فرمایا۔ یا علی ما عرف اللہ الا انا وانت۔ (یا علی خدا کو کسی نے نہین پہچانا مگر مین نے اور تمنے)۔ بعد چہاردہ معصوم کے کسیکو سوائے حضرت زینبؑ درجہ معرفت نہین ملا ہرچند کہ آپ کے مراتب عرفان وایقان کو بیان کرنا چھوٹا منھہ بڑی بات ہے۔ مگر محض اسلئے کہ ناظرین کے دیدۂ دل منور ہوکر اس مخدرہ کی معرفت حاصل کرین چند مقامات کا ذکر کیا جاتا ہی۔ **اول**۔ جبکہ حضرت ابا الفضل العباس بچہ تھے ایک دن بغرض تعلیم امیرالمؤمنینؑ نے عباس سے ارشاد فرمایا کہ کہو ایک۔ عباس نے جب ایک کہا تو پھر آپ نے فرمایا کہ کہو۔ دو عباس نے عرض کیا کہ جس زبان سے مین نے ایک کہا ہی اُسی زبان سے دو نکہونگا۔ جناب امیر نے انکا بوسہ لے لیا۔

حضرت زینبؑ نے عرض کیا کہ آیا آپ مجھے دوست رکھتے ہین یا نہین۔ حضرت نے فرمایا کہ ہین ضرور تمھین دوست رکھتا ہون۔ عرض کیا۔ الحب للہ ومنک الشفقة علینا (محبت اللہ کے واسطے ہے اور ہمپر آپکی شفقت ہی) حضرت نے بہت تعریف کی۔ اگر اس سوال وجواب کو کوئی بغور وتامل ملاحظہ کرے تو معلوم ہوگا کہ حضرت زینبؑ نے اپنے پدر بزرگوار کے کلام کی کسطرح تاویل فرمائی ہے۔ اور آپکی معرفت کسقدر بڑھی ہوئی تھی۔ **دوئم**۔ بروز عاشورا جبکہ آپ اپنے دونون فرزندون عون ومحمد کا ہاتھ پکڑے ہوے

جناب سید الشہدا کی خدمت مین حاضر ہوئین اور عرض کیا کہ ان دونون کو خدا کی راہ مین قربان
کیا جائے۔ اُسوقت آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر عورتون کے لئے جہاد جائز ہوتا تو مجھے
اپنی جان نثار کرنے مین دریغ نہوتا۔ یہ آپ کی معرفت تھی۔ جسنے آپ کو اپنے فرزندون
کے قربان کرنے پر آمادہ کیا۔ اور اپنی آنکھونسے اُنکی زخمی لاشین دیکھین مگر کچھ مضطر نہ ہوئین۔
اشارہ۔ منقول ہی کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے چاہا کہ قربانی کے لیے اسمٰعیل کو
لیجائین تو اُنکی والدہ گرامی سے فرمایا کہ اسمٰعیل کو اچھا لباس پہناؤ کہ مین اُسے ایک
دوست کے یہان مہمان لئے جاتا ہون۔ جب خلیل اللہ اسمٰعیل کو لے گئے اور قربانی
کرنی چاہی اور خلاق عالم نے اُنکے ذبح سے حفاظت فرما کر خلیل اللہ سے خطاب فرمایا۔
وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ (اور ہم نے اُسکا فدیہ ایک بڑی قربانی مقرر کی ہے)
جب خلیل اللہ اسمٰعیل کو واپس لائے اور حضرت ہاجرہ مادر اسمٰعیل کو یہ حال معلوم ہوا
اور دیکھا کہ چھری کے اثر سے آپکا گلا سُرخ ہو گیا ہی تو غش کھا کر زمین پر گر پڑین۔
یہ بین تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا۔ حضرت زینبؑ نے بجائے لباس کے اپنے دونون
فرزندون کو جن مین ہر ایک اسمٰعیل عصر تھا خود اپنے ہاتھ سے اسلحۂ جنگ سے آراستہ
کر کے مرنے کے لئے میدان جنگ مین روانہ کر دیا۔ اور جب اُنکی لاشین آئین تو رونا
کیسا آپ نے اُنھین اسلئے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا کہ مبادا میرے برادر مظلوم کو خجالت ہو
لیکن علی اکبر کی خبر شہادت کو سنکر آپ بیحد مضطر ہوئین۔ سویم۔ بروز عاشورا بعد
شہادت جناب سید الشہداؑ آپ نے رو کر درگاہ پروردگار مین عرض کیا۔ خداوندا
آلِ محمدؐ کی اس قلیل قربانی کو اپنی رحمت سے قبول فرما۔ یہی وہ کلمات ہین جنسے
آپ کے معرفت و ایقان کا پتہ چلتا ہی۔ یہ کلمہ سوائے پیغمبر اور ائمۂ طاہرین کے کوئی

نہین کہہ سکتا۔ چونکہ یہ مخدرہ معرفت کے ایسے درجہ پر پہونچی ہوئی ہے لہذا عام آدمی آپ کی معرفت سے عاجز ہین۔

خصوصیت بست و پنجم۔ درجات و مقامات رفیعہ سے محبت خداوندی بھی ہے۔ اس بیان سے پہلے یہ لکھنا مناسب ہی کہ حکما کا قول ہی۔ طبقات مردم مین سے ہر ایک کسی صفات الٰہیہ کا مظہر ہی۔ لیکن یہ لحاظ حضرات انبیا کی ذاتون مین بھی رکھا گیا تھا۔ کہ اُن مین سے ہر ایک ذات کسی کمال کی مظہر تھی۔ چونکہ یہ حضرات اسمار الٰہیہ تھے۔ اور ہر اسم سے خداوند عالم کی ایک صفت کا اظہار ہوتا ہی۔ جیسے حضرت داؤد مظہر عدالت تھے یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ۔ (اے داؤد۔ ہمنے تمکو اس زمین مین خلیفہ مقرر کیا ہی پس تم لوگون کے ما بین ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا کرو) حضرت سلیمان مظہر حشمت الٰہی تھے۔ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ (ہمنے اُسنے ایسا ملک عطا کیا جو اُسکے بعد کسی کو سزاوار نہین) اسی طرح حضرت یوسف مظہر جمال حق و یحییٰ مبین جلال و قہاریت و ابراہیم مظہر محبت الٰہی تھے۔ گروہ انبیا مین جناب رسالتمآب کی ذات ستودہ صفات جملہ کمالات الٰہیہ کی مظہر تھی۔ اول عالم ملکوت مین تمام فرشتے آپ سے مستفیض ہوتے رہے۔ آخر مین اسلیے کہ آپ عالم صفات و اسمار کی بھی سیر فرما کر جامع اسماء و صفات ہو جائین۔ اور اہل عالم انبیائے سابقین کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے اس قابل ہو گئے ہین کہ آپ کی حضوری کا شرف حاصل کرین۔ اور یہ عالم شہود بھی آپ کے وجود مقدس سے نورانی ہو۔ اسلئے حق تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو اس دنیا مین بھیجا۔ آنحضرتؐ کے کمالات و فیوضات تمام انبیا سے زیادہ تھے۔ کیونکہ تمام انبیا معلول تھے۔ یعنی جتنے انبیا گذرے ہین وہ سب آپکی وجہ سے پیدا ہی ہو۔ کیونکہ آپ باعث خلقت عالم ہین۔

غرضکہ آنحضرتؐ تمام اسمار الٰہیہ و مظہر کمالات ربانیہ کے مجموعہ تھے جیساکہ خود ارشاد فرماتے ہین
بعثت لاتمم مکارم الاخلاق - (مین مبعوث ہوا ہون تاکہ اخلاق حسنہ کو پورا کرون)
آپ کی بعثت کی غرض بھی کہ تمام نقائص رفع ہو کر کمالات الٰہیہ کا اظہار ہو جائے - یہ آیہ شریفہ
بھی اسی پر دلالت کرتی ہی - وانک لعلی خلق عظیم - (اور بیشک تمھارا خلق بہت بڑھا
ہوا ہی) - ان تمام بیانات سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت کو تمام انبیا پر فضیلت و سیادت حاصل ہی -
آپکے بعد آپ کے کمالات حضرات ائمہ طاہرین کو پہونچے - یعنی یہ بزرگوار بھی مظہر
کمالات ہوے - اُنکے علاوہ اہلبیت مین سے خاص خاص ذاتین بھی اس مقام عالی پر
پہونچین - جیسے حضرت فاطمہ زہرا و جناب زینبؑ - اب ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ ان
دونون ذاتون پر ان کمالات کی تطبیق ہوتی ہی -

مقام محبت بڑا مقام عالی ہی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ اسکے مظہر تھے - اس درجہ تک
پہونچنا آسان نہین ہی - اسکے متعلق متعدد نام ہین - منجملہ اُن کے حبیب ہی جو مقام محبت
مین اعلیٰ درجہ ہی اور مختص تھا حضرت ختمی مرتبت کے ساتھ اور آنحضرت حبیب اللہ تھے
چونکہ آپ سلسلہ حضرت ابراہیم مین ہین اسلیے آپ خلیل اللہ بھی ہین - حدیث قدسی ہی -
من طلبنی فطلبتہ ومن طلبنی وجدنی ومن وجدنی عرفنی ومن عرفنی عشقنی ومن عشقنی
عشقتہ ومن عشقتہ قتلتہ ومن قتلتہ انا دیتہ - (ترجمہ - جو میرا طالب ہوا
مین بھی اسکا طالب ہوا اور جو میرا طالب ہوا اُسنے مجھے پایا اور جسنے مجھے پایا اس نے
مجھے پہچانا اور جسنے مجھے پہچانا وہ مجھپر عاشق ہوا اور جو مجھپر عاشق ہوا مین بھی اُس پر
عاشق ہوا اور جسکا مین عاشق ہوا اُسکو مین نے قتل کیا اور جسکو مین نے قتل کیا اُسکا
خون بہا مین خود ہون) - ان کلمات سے خدا کے عاشقانِ حقیقی کے مقامات کا پتہ

چلتا ہی - اسی مقام پر پہونچنے سے حضرت ابراہیم خلعت خلت سے سرفراز ہوے -
اور یہ مقام آپ کو اسلیے حاصل ہوا کہ آپکا اتصال جناب رسالت مآب ص سے تھا
اور اسپر بہت سے اخبار شاہد ہین جنکا یہان بیان کرنا بحث سے خارج ہی - مجملاً یہ ہی کہ
خلیل اللہ نے اپنا تمام مال راہ خدا مین صرف کر دیا - اور محبت خدا کی وجہ سے آپنے اپنے
فرزند اسماعیل کو خلاق عالم کی راہ مین قربانی کرنی چاہی - اور آپ آتش نمرود کے
متحمل ہوے اور آگ گلزار ہو گئی - جیسا کہ ارشاد حق ہی - قلنا یا نار کونی بردًا و
سلامًا علےٰ ابراھیم - (ہم نے کہا کہ اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا مگر سلامتی کے
ساتھ) - اگر سلامًا نہ ہوتا تو شاید وہ آگ اسقدر سرد ہوتی کہ جسکی ٹھنڈک سے
حضرت ابراہیمؑ جان بر نہو سکتے -

جب ہم حضرت زینبؑ کے حالات کی طرف دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ آپ یکہ تاز
محبت اور رضا نی دریائے اُلفت احدیت ہین - آپ محبت خدا مین اسقدر محو تھین کہ جو
بلا یا مصیبت آئی اُسے راہ حق مین بکمال خوشی اور خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کیا - اسی
محبت کی وجہ سے مقام امن و امان (مکہ) کو چھوڑ کر آپ کربلا مین تشریف لائین - بروز
عاشورا جو مصیبتین آپ پر پڑین اگر اُن کی تفصیل کی جائے تو علیحدہ کتاب ہو سکتی ہے -
اگر خلیل اللہ نے اپنا تمام مال راہ خدا مین صرف کیا - تو اِس مظلومہ نے بھی ایسا ہی کیا اور
سر کی چادر تک دیدی - اگر خلیل محبت ربّ جلیل مین ایسے ثابت قدم تھے کہ وہ اسلئے
حاضر ہوئے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے فرزند اسماعیل کو راہ خدا مین قربانی کرین - تو اس
محبوبۂ الٰہی نے اپنے دو اسماعیل راہ خدا مین فدا کئے - اگر ابراہیم پر آتش نمرود گلزار
ہو گئی - تو یہ مکرمہ بھی اِس امت کے نمرودیون کی آگ کی متحمل ہوئی - بلکہ اسپر

آمادہ ہو گئی کہ اگرچہ خود جل کر خاک ہو جائے مگر حجتِ خدا سیّد الساجدینؑ سالم رہیں۔ چنانچہ۔ جب ستمگاروں نے خیموں میں آگ لگا دی تو جنابِ زینبؑ نے تمام بی بیوں کو خیموں سے باہر نکل جانے کی ہدایت کی تاکہ آگ سے محفوظ رہیں۔ لیکن خود خیمہ میں موجود رہیں تاکہ سید سجاد کو اس آگ سے نجات دیں اگرچہ آپ فدا ہو جائیں۔ راوی کہتا ہے کہ اہلِ بیت کے خیمے جل رہے تھے تو دیکھا کہ ایک بی بی ان جلتے ہوئے خیموں میں چلی جاتی تھی اور کبھی باہر نکل آتی تھی میں نے بڑھ کر عرض کیا کہ اے معظمہ کیا اپنے آپ کو اس آگ میں جلا دو گی۔ فرمایا۔ اے شخص کیا پوچھتا ہے۔ میرا ایک بیمار بھتیجا اس خیمہ میں بستر بیماری پر پڑا ہوا ہے اور کوئی اتنا نہیں کہ اُسے اُٹھا کر باہر لائے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ تو جل جائے اور میں زندہ رہوں۔

اشارہ۔ جب حضرت سید الشہداؑ راہِ محبت خدا میں شہید ہوئے تو بموجب حدیث قدسی جو ابھی بیان ہوئی خداوند عالم خود آنحضرت کا خونبہا ہو گیا۔ یہ مظلومہ بھی محبت پروردگار میں اس دنیا سے گئی بلکہ شہید ہوئی۔ اسلئے انکا خونبہا بھی خود خلاقِ عالم ہو گیا۔

خصوصیت بست و ششم۔ منجملہ درجات عالیہ و مقامات سامیہ کے خوف الٰہی ہے۔ انبیائے متقدمین میں حضرت یحییٰ اس کمال کے مظہر ہیں۔ جو اس صفت سے متصف ہو درگاہ احدیت میں اُسے بیشمار درجے عطا ہونگے۔ قرآن کریم میں حضرت یحییٰ کی جو مدح کی گئی وہ تمام درجوں کی جامع ہے۔ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (اور سردار اور شہوتوں سے باز رہنے والا اور نبی صالحین سے ہو گا) یہ مقام مخصوص

اہلِ علم حقیقی کے لیے ہی۔ جیساکہ ارشاد ہی۔ انما یخشے اللہ من عبادہ العلماء۔ بندون مین سے علماء ہی اللہ کا خوف کرتے ہین) معلوم ہوا کہ جسقدر علم اور معرفت کی زیادتی ہوگی اُسیقدر خوف الٰہی بھی زیادہ ہوگا۔ جنھین یہ درجہ حاصل ہی اُنکے لیے بیحد ثواب مقرر ہی۔ سب سے کم ثواب یہ ہی کہ جمیع عذابات سے امن رہیگا۔ اور بروز قیامت جسدن سب ترسان اور لرزان ہونگے یہ لوگ امن وامان کے ساتھ نعمات خداوندی سے فیضیاب ہونگے۔

جناب زینبؑ کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ اسمین بھی یگانہ روزگار تھین آپ کے اِس کمال کے شاہد آپکا علم اور آپ کے عبادات وطاعات ہین۔ جنسے خوف خدا کا اظہار ہوتا ہی۔ سفرِ شام مین آپ محافظ اہلِ بیت تھین۔ اور جب ملاعین کسی کے تازیانہ لگانے کا ارادہ کرتے تھے تو آپ سامنے آجاتی تھین۔ گویا دوسرون کو بچاکر خود خریدار بلا ہوجاتین۔ مگر اسپر بھی عبادات بدنیہ واجبیہ ومستحبہ قضا نہوتی تھین۔ اور نماز شب تو اس سفر مین کبھی فوت ہی نہین ہوئی۔ اور یہ جب ہی ہوتا ہے کہ حد درجہ کا خوف خدا ہو۔

اشارہ۔ خوف خدا کی وجہ سے حضرت یحییٰ کو تکلیفین پہونچین جو آپ کے رفعت مقام کا باعث ہوئین۔ اس مخدرہ نے بھی مصائب مین گرفتار ہوکر تحمل کیا۔ اسلیے ہر مصیبت کے صلہ مین انکا درجہ بھی بلند ہوا۔ مگر ان دونون کے مصائب مین یہ فرق تھا کہ یحییٰ گنے ہوئے مصائب او رحضرت زینبؑ کے مصائب غیر محدود ہین۔ مثلاً۔ جب یحییٰ نے دیکھا کہ سلطان وقت زنا کرنا چاہتا ہی تو حضرت نے خوف خدا کی وجہ سے اُسے منع فرمایا۔ اسیطرح جب مجلس ابن زیاد مین اس مظلومہ نے دیکھا کہ حجت خدا سے

انکار کیا جاتا ہی۔ بلکہ چاہتے ہین کہ حجت خدا کو قتل کردین تو صرف خوف الٰہی سے امر بمعروف و نہی از منکر فرماکر ان ملاعین کو قتل سید سجادؑ سے باز رکھا۔ یحییٰ کا سر طشت طلا مین رکھکر بادشاہ کے سامنے لایا گیا تھا۔ اس معصومہ نے بچشم خود دیکھا کہ اُسکے برادر مظلوم کا سر طشت طلا مین رکھکر یزید ملعون کے سامنے رکھا گیا۔ اگر بجائے خود زینب کا سر قلم کیا جاتا تو آپ کو اسقدر ناگوار نہوتا جسقدر اس نظارہ سے دل پر قلق ہوا کہ یزید امام حسینؑ کے لبون کو چوب بید سے کھولتا تھا۔ اور وہ ملعون شطرنج کھیلنے اور شراب پینے مین مشغول تھا۔

خصوصیت بست و ہفتم۔ درجہ تسلیم و رضا بھی درجات رفیعہ سے ہی۔ اسکا حاصل کرنا بہت مشکل ہی۔ کیونکہ قضائے الٰہی پر راضی رہنا اور جو مصیبت یا مشکل خدا کی طرف سے آئے اُسے صمیم قلب سے تسلیم کرکے شاکر رہنا کچھ آسان کام نہین ہی بلکہ بہت دشوار ہے۔ اس مقام کے حاصل کرنے والون کے لیے ثواب عظیم اور درجات عالیہ مقرر ہین۔ خازن بہشت کا نام رضوان ہی۔ رضا اور رضوان ایک ہی مادہ سے ماخوذ ہین۔ صاحب تسلیم و رضا کو چونکہ گلزار جنان مین جگہ ملتی ہی اسلیے خازن بہشت کا یہ نام رکھا گیا۔ حدیث مین مین وارد ہی۔ الاسلام التسلیم۔ (اسلام تسلیم کا نام ہے)۔ تسلیم و رضا کے مظہر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین۔ انبیائے سلف جب اس درجہ پر پہونچے اور امت نے نافرمانی کی تو ان انبیا نے نفرین کی۔ حضرت ختمی مرتبت کو باوجودیکہ تکلیفات جسمانی و روحانی پہونچین مگر آپ کبھی دل تنگ نہ ہوئے بلکہ برخلاف اسکے آپ یہی دعا فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا۔ تو انھین ہدایت فرما کہ یہ میرے مرتبہ سے واقف ہون۔ ان تکلیفون کی شکایت سے کبھی آپ کی زبان آشنا نہ ہوئی۔ بلکہ ہمیشہ شکر ہی کرتے رہے۔

جب آنحضرت تسلیم ورضا کے اس درجہ پر پہونچ گئے تو پروردگار بھی انسے راضی ہوا اور حضرت نے جو اُس سے طلب کیا اُسکی درگاہ سے عطا ہوا۔ اور بروز قیامت جب تک آنحضرت شفاعت کئے جائینگے وہ ارحم الراحمین آپ کی امت کے گنہگارونکو بخشے جائیگا۔ چنانچہ اپنے کلام پاک مین فرماتا ہی۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔ (اور آگے چل کر تمہارا پروردگار تمکو اسقدر عطا فرمائیگا کہ تم خوش ہو جاؤ گے)۔ یہ دونون مقامات آنحضرت سے اہلبیت تک پہونچے۔ چنانچہ حدیث مین وارد ہی کہ زمانہ پیری مین جابر بن عبداللہ انصاری علیل ہوے۔ اور حضرت امام محمد باقر ؑ انکی عیادت کو تشریف لے گئے۔ فسئلہ عن حالہ فقال جابر صرت بحیث ان الھرم احب الی من الشباب والمرض من الصحۃ والموت من الحیٰوۃ فقال الباقر علیہ السلام اما انا فان اعطانی اللہ تعالیٰ الھرم فہو احب وان اعطانی الشباب فہو احب وان امرضنی فالمرض وان صححنی فالصحۃ وان اماتنی فالموت وان احیانی فالحیٰوۃ فقبل جابر وجہہ وقال صدق رسول اللہ صلعم فانہ قال انت تصادمن ولدی من اسمہ اسمی ویبقر العلم بقراکما یبقر الثور الارض۔

(ترجمہ۔ آپ نے جابر کا حال دریافت کیا۔ جابر نے عرض کیا کہ اس حال مین ہون کہ بہ نسبت شباب کے مین پیری کو اور مرض کو صحت سے اور موت کو حیات سے زیادہ دوست رکھتا ہون۔ امام محمد باقر ؑ نے فرمایا۔ آگاہ ہو اگر خدا مجھے پیری عطا کرے تو وہ محبوب تر ہی اور اگر شباب عطا کرے تو وہ محبوب تر ہی۔ اگر مرض دے تو مرض محبوب ہی اگر صحت دے تو صحت محبوب ہی موت دے تو موت محبوب ہی اگر زندہ رکھے تو حیات محبوب ہی جابر نے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور عرض کیا کہ جناب رسولخدا ؐ نے سچ فرمایا ہی کہ اے جابر

تم میرے اُس فرزند سے ملاقات کروگے جسکا نام میرا نام ہوگا اور علوم کو اسطرح شگافتہ کریگا جیسے بیل زمین کو شگافتہ کرتا ہی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ جابر اپنے حال پر صبر کر رہے تھے اور امام محمد باقر علیہ السلام نے اُنھیں تسلیم و رضا کی تعلیم دی۔

حضرت زینبؑ نے اپنے جدامجد جناب رسولخداؐ کی پیروی کی۔ سفر کربلا و کوفہ و شام مین آپ کو جو تکلیفین پہونچین۔

یا جناب سیدالشہداؑ اور عون و محمد اور تمام عزیزون کے شہادت پانے سے جو صدمات پہونچے۔ یا بھوک اور پیاس کی اذیت اُٹھائی۔ یا آپ کی ہتک حرمت کی گئی ان سب مصائب کو آپ نے نہایت خوشی کے ساتھ برداشت کیا۔ باوجود اسکے کہ آپ ملاعین کو سزا دے سکتی تھین۔ اگر آپ کو یہ منظور ہوتا اور آپ نفرین فرماتین تو فوراً لشکر یزید پر عذاب الٰہی نازل ہو جاتا۔ لیکن اہلِ عالم پر اپنا تحمل و تسلیم و رضا ظاہر کرنا منظور تھا اسلئے آپ خاموش رہین۔ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہی کہ عمر ابن سعد نے چاہا کہ نسل نبوت کو قطع کردے اور آل محمدؐ کا تختۂ عالم پر نشان نہ چھوڑے۔ اسی غرض سے اُسنے خیام اہل حرم مین آگ لگانے کا حکم دیا۔ کیونکہ اُسے یہ خوف ہو گیا تھا کہ اگر عورتون اور بچون کے قتل کرنے کا حکم دیگا تو شاید اہل لشکر اُسکی تعمیل نہ کرین یا بغاوت پر آمادہ ہو جائین۔ اسلئے اسنے یہ ترکیب کی۔ اور اُسکا خیال تھا کہ خیمون کے ساتھ تمام بی بیان اور بچے جل کر خاک ہو جائینگے۔ اور آسانی سے اُسکا دلی مقصد پورا ہوگا۔ اُس ملعون نے یہ خیال نہ کیا کہ زمین کبھی انوار محمدیہ یعنی حجت خدا سے خالی نہ رہیگی۔ جب ہر طرف سے خیمے جلنے لگے تو جناب سید سجادؑ

بستر بیماری پر بیہوش پڑے تھے۔ حضرت زینب نے آکر انھیں چونکایا اور دریافت کیا کہ اے فرزند۔ خیمون مین آگ لگ رہی ہی۔ بتاؤ اسوقت ہمین کیا کرنا چاہیے۔ اور ہم کس امر کے مکلف ہین۔ حضرت نے فرمایا کہ ان خیمون سے نکل کر اپنی جان بچاؤ۔ اہل حقایق سے پوشیدہ نہین کہ اُس مظلومہ کے دریافت کرنے کی یہی غرض تھی کہ اے حجت خدا و امام زمان ورائے عالم اسرار الٰہی۔ آپ بتائین کہ ان عورتون کی نسبت رضائے خدا کیا ہی۔ اگر رضائے الٰہی یہی ہی کہ خیمون کے ساتھ ہم بھی جل جائین تو ہم حاضر ہین۔ لیکن ارشاد امام زین العابدین سے اس محترمہ نے سمجھ لیا کہ رضائے خدا اسی مین ہی کہ ہم خیمون سے الگ ہو کر زندہ رہین۔ لہذا آپ نے تمام عورتون اور بچون کو خیمون سے باہر نکل جانے کی ہدایت کی۔ لیکن حضرت سجاد کے بچانے کے لئے آپ بذات خود ثبات قدمی کے ساتھ موجود رہین۔ اور جہانتک ممکن ہوتا تھا آپ اُس حجت خدا سے آگ دفع کرتی تھین۔ حمید ابن مسلم کا بیان ہی کہ آپ سے آگ جسقدر نزدیک ہوتی جاتی تھی اُسی قدر آپ سرگرمی کا اظہار فرماتی تھین۔ اسی ثبات قدمی کی وجہ سے آپ خلیل اللہ سے گوے سبقت لے گئین۔

ازانجملہ آپکا وہ ارشاد ہی جو پہلے لکھا گیا کہ بعد شہادت سید الشہداء آپ نے ہاتھ اُٹھا کر درگاہ خدا مین عرض کیا کہ بار الہا۔ آل محمد کی اس قربانی کو قبول و منظور فرما۔ آپکا یہ فقرہ انتہائے درجہ تسلیم و رضا کو ظاہر کرتا ہی۔

اشارہ۔ جب یہ معظمہ تسلیم و رضا کے اس درجہ پر پہونچ گئی تو بروز حشر خدائے متعال آپ کی خاطر سے اسقدر گنہگارون کو بخشیگا کہ آپ راضی ہو نگی۔

یا ارحم الراحمین۔ اے قادر مطلق۔ مین تجھے اس مظلومہ کی جاہ و جلال کی قسم دیکر

عرض کرتا ہون کہ بوقت مرگ اس محترمہ کو میرے بالین پر پہونچا۔ اور اس بندہ روسیاہ کے گناہون کو اس مخدرہ کے صدقہ سے عفو فرما۔

خصوصیت بست و ہشتم۔ بلاؤن مین مبتلا ہونیکا بھی خداوند عالم نے بڑا اجر مقرر کیا ہی۔ اور یہ مقام بھی مخصوص مقامات سے ہی۔ جسقدر بلائین اور صدمات زیادہ ہونگے اُسیقدر تقرب خدا زیادہ حاصل ہوگا **شعر** ہر کہ در ین بزم مقرب تراست + جام بلا بیشترش میدہند + اسکی تائید مین اخبار حد تواتر کو پہونچے ہوے ہین۔ ازانجملہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہی۔ قال قال رسول اللہ ان عظیم البلاء یکافی بہ عظیم الجزاء فاذا احب اللہ عبدا ابتلاہ بعظیم البلاء فمن رضی فلہ عند اللہ الرضا و من سخط فلہ عند اللہ سخط و فی حدیث اخر قال اذا احب اللہ قوما او احب عبدا صب علیہ البلاء صبا فلا یخرج من غم الا وقع فی غم فقال ع ان لاھل البلاء فی الدنیا درجات فی الآخرۃ ما لا تنال بالاعمال حتی ان الرجل تیمنی ان جسدہ فی الدنیا کان یقرض بالمقاریض مما یری من حسن ثواب اللہ لاھل البلاء۔ **ترجمہ**۔ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ بڑی بلا کا بدلا بڑی جزا ہی جب اللہ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہی تو اُسے بڑی بلا مین مبتلا کرتا ہی۔ جو شخص اُسپر راضی ہوا تو اللہ بھی اُس سے راضی ہی اور جو ناراض ہوا اللہ بھی اُس سے ناخوش ہی۔ دوسری حدیث مین ہی جب اللہ کسی قوم یا بندہ کو دوست رکھتا ہی تو اُسپر مصیبتین ڈالتا ہی۔ پس ایک غم سے نہین نکلتا کہ دوسرا غم وارد ہوتا ہے پھر فرمایا۔ اہل بلا کے واسطے آخرت مین کچھ درجات ہین کہ اُن پر بغیر اعمال کے فائز نہین ہوتا تا اینکہ انسان ضرور تمنا کرے گا

کہ اُسکا جسم دنیا مین مقراض سے پارہ پارہ کیا جاتا اور وہ درجے ملتے جو اہل بلا کے لئے ہین)۔

علاوہ ان اخبار کے جب ہم خاصان خدا اور اہل دنیا کی سوانح عمریون پر نظر کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ مقربین درگاہ احدیت کی تمام عمرین سختی اور مشقت مین اور اہلِ دنیا کی عمرین عیش و عشرت مین بسر ہوئین۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بلیات کا وارد ہونا درجات بلند ہونے کی علامت ہی۔ کیونکہ خلاق عالم کا معاملہ اپنے بندون کے ساتھ ویسا ہی ہی جیسا بندے آپس مین کرتے ہین۔ چنانچہ ہر شخص اپنے دوست کے لئے اچھی ہی چیز کی خواہش کرے گا۔ ایسے ہی پروردگار ہر نعمت اپنے خاص بندون اور مقربین کو عطا فرماتا ہی۔ اسکی حکمت ظاہر ہی۔ چونکہ حق تعالیٰ کا کوئی کام عدل سے خالی نہین۔ لہٰذا اُس نے بنظر مصلحت ایک طرف تو محنت و بلا اور دوسری طرف نعمات آخرت کو خلق فرمایا۔ اور ہر اپنے بندہ کو مختار کیا کہ وہ ان دونون مین سے کسی ایک کو پسند کرلے۔ پس جس نے اس عالم مین تکلیف گوارا کر کے بلا و مصیبت کو اختیار کیا اُسے دوسرے عالم مین ابدی نعمتین عطا ہوئین۔ اور جس نے یہان کی نعمتون کو اختیار کیا وہ آخرت کی نعمتون سے محروم رہا۔ چنانچہ اس حدیث سے بھی یہی مطلب ظاہر ہوتا ہے۔ الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر۔ (دنیا مؤمن کے لئے قیدخانہ اور کافر کے لئے جنت ہی)۔ یا دوسری حدیث ہی۔ الدنیا حرام علےٰ اھل الاخرة والاخرة حرام علے اھل الدنیا۔ (دنیا اہل آخرت پر آخرت اہلِ دنیا پر حرام ہی)۔ اسی سبب سمجھنا چاہیئے کہ انبیا و اوصیا و خاصان خدا مین سے جسکا درجہ زیادہ رفیع ہی اُسیقدر

اُسپر زیادہ مصیبتین نازل ہوئین۔
اگر حالات جناب زینبؑ پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ آپ کتنی بلاؤن اور مصیبتون مین مبتلا ہوئین کثرت مصائب وبلا سے معلوم ہوتا ہی کہ آپکا درجہ کسیقدر بلند ہے جو آپ کو ان مصائب کے برداشت کرنے سے ملا جو تمام انبیا کے مصائب سے زیادہ سخت تھے۔ اسی قاعدہ سے اگر کہا جائے کہ آپ کا رتبہ بعض انبیا سے بالاتر تھا تو شاید غلو نہو گا۔

اشارہ ، حدیث سے ظاہر ہوتا ہی کہ اس امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل سے افضل ہین۔ پس اس مخدرہ کے بعض انبیا سے افضل ہونے مین کیا شبہہ ہو سکتا ہی۔ علماء کو بوجہ اُنکے علم وہدایت کے انبیائے بنی اسرائیل سے افضل کہا گیا ہی۔ اور یہ دونون باتین آپ کی ذات مقدس مین بدرجہ اتم واکمل موجود تھین۔

خصوصیت بست ونہم۔ منجملہ اوصاف حمیدہ واخلاق پسندیدہ کے ایک صفت جلیلہ صبر بھی ہی۔ جسکی نسبت کہا گیا ہی کہ اگر کسی عارف کامل مین صبر نہو گا تو وہ کسی درجہ یا مقام پر نہ پہونچیگا۔ جس کسی کو کوئی درجہ یا مقام ملا وہ صبر ہی کی بدولت ملا۔ اور جس نے دامن صبر کو چھوڑ دیا وہی کمالات سے محروم رہا۔ لہذا ارشاد ہی۔ من لا صبر له لا ایمان له (جس مین صبر نہین اُسمین ایمان بھی نہین) حدیث قدسی ہی) یا عیسےٰ تخلق باخلاقی ومن اخلاقی الصبر۔ (اے عیسےٰ میرے اخلاق اختیار کرو اور میرے اخلاق مین سے صبر ہی) پھر ارشاد ہی۔ الصبر من الایمان۔ (صبر ایمان ہی) دوسری جگہہ ارشاد ہی۔ الصبر نصف الایمان۔ صبر نصف ایمان ہی۔ ایک اور حدیث ہی۔ الصبر راس الایمان الصبر ہو الایمان۔

(صبر ایمان کا سر ہی اور صبر ہی ایمان ہی۔ (صبر کے تین درجے ہین مصیبت پر صبر کرنا۔ اطاعت خدا پر صبر کرنا۔ ترک معصیت پر صبر کرنا۔ ہر ایک کے لیے جدا جدا ثواب ہین۔ چنانچہ حدیث مین وارد ہی۔ قال رسول اللہ صلعم الصبر ثلاثۃ صبر عند المصیبۃ وصبر عند الطاعۃ وصبر عند المعصیۃ فمن صبر علی المصیبۃ حتی یردھا بحسن عزائھا کتب اللہ لہ ثلثمائۃ درجۃ ما بین الدرجۃ الی الدرجۃ کما بین السماء والارض ومن صبر علے الطاعۃ کتب اللہ لہ ستمائۃ درجۃ ما بین الدرجۃ الی الدرجۃ کما بین تخوم الارض الی العرش ومن صبر علی المعصیۃ کتب اللہ تسعمائۃ درجۃ ما بین الدرجۃ الی الدرجۃ کما بین تخوم الارض الی منتھی العرش۔ (ترجمہ۔ فرمایا جناب رسول خداؐ نے۔ صبر تین ہین مصیبت کے وقت صبر کرنا۔ طاعت کے وقت صبر کرنا معصیت کے وقت صبر کرنا۔ جو شخص مصیبت پر صبر کرے اور اُسکی شکایت نہ کرے تو تین سو درجے اُسے عطا ہونگے۔ اور ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک زمین وآسمان کا فاصلہ ہوگا۔

جو شخص طاعت پر صبر کرے تو اللہ اُسے چھ سو درجے عطا کریگا۔ ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک زمین وعرش کا فاصلہ ہوگا۔ جو معصیت پر صبر کرے گا تو اُسے نوسو درجے عطا کریگا۔ ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک زمین اور منتہا ے عرش کا فاصلہ ہوگا۔)۔

یہ ثوابات محض صابرون کے لئے مقرر ہین۔ لیکن یہ بھی ممکن ہی کہ بعض صابرین خصوصیات وامتیازات کی وجہ سے اس سے زیادہ بھی ثواب پائین۔

اس کمال کے مظہر حضرت ایوب تھے۔ جنھین بلاؤن کی فوجون نے چار طرف سے

گھیر لیا تھا اور آپ نے ثبات قدمی کے ساتھ صبر فرمایا۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو حضرت ایوبؑ صبر کے انتہائی درجہ تک نہین پہونچے تھے۔ کیونکہ جب ناموس کا معاملہ آگیا تو آپ نے بیتاب ہوکر درگاہ کبریا مین عرض کیا۔ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ (مجھے بیماری نے بہت ستایا ہی حالانکہ تو سب رحم کرنے والون سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے)۔ صفت صبر کے حقیقی مظہر جناب امام حسین علیہ السلام اور حضرت زینبؑ تھین۔ یہ دونون ایک جان دو قالب تھے۔ سید الشہداء نے اسقدر صبر فرمایا کہ زیارت ناحیہ مقدسہ مین ہی۔ بقد عجبت من صبرک ملائکۃ السموات (ملائکہ آسمان آپ کے صبر سے متعجب ہوگئے)۔ چونکہ آپ نے صبر کے تمام مراتب کو مع خصوصیات زائد ادا فرمایا۔ اسلئے ملائکہ آنحضرت کے صبر سے اسلئے متعجب ہوئے کہ اس سے پہلے ایسا صبر کسی سے ظہور مین نہین آیا۔ حضرت زینبؑ چونکہ تمام مصائب مین اپنے برادر مظلوم کی شریک تھین۔ انھون نے بھی بہر حال صبر فرمایا۔ آپکے صبر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہی کہ جسکی محبت جسقدر زیادہ ہوگی اُسیقدر اُسکی مفارقت کا رنج زیادہ ہوگا۔ حضرت زینبؑ و امام حسینؑ کی باہمی محبت ظاہر و مشہور ہی۔ پس اُس معظمہ کا ایسے بھائی کی جدائی پر صبر کرنا معمولی بات نہین۔ صرف امام حسینؑ کی محبت کی وجہ سے آپ نے تمام تعلقات کو ترک کردیا۔ مگر بھائی کا ساتھ نچھوڑا آپ نے اپنے دونون فرزندون کی شہادت پر گریہ و بکا نہ کی مگر جب علی اکبر شہید ہوئے تو آپ خود رفتہ ہوگئین۔ اپنے برادر مظلوم کی جدائی پر جو آپ روتی تھین وہ اسلئے نہ تھا کہ صبر کرنے سے آپ عاجز تھین۔ بلکہ امام حسینؑ پر رونے کا ثواب عظیم ہے۔ اسلئے اِس ثواب کے حاصل کرنیکے واسطے آپ روتی تھین۔ اطاعت خدا مین صبر کرنے مین بھی آپ وحید العصر تھین جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔

اجمالاً یہ ہی کہ انکی عمر کی کوئی ساعت ایسی نظر نہین آتی جو عبادت وطاعت خدا سے خالی ہو۔ ترک معصیت پر صبر کرنے کی نسبت کچھ لکھنے کی حاجت نہین کیونکہ آپ معصوم تھین۔ آپ کا یہ صبر دیکھکر ہم کہہ سکتے ہین۔ لقد عجبت من صبرھا ملائکۃ السمٰوات ۔(آپ کے صبر کو دیکھکر ملائکہ آسمان تعجب کرتے تھے)۔ خود جناب زینبؑ کا قول ہی۔ سا صبر حتے یعجز الصبر عن صبری ۔ (مین اتنا صبر کرونگی کہ صبر بھی میرے صبر سے عاجز آئیگا)۔

خصوصیت سی ام ۔ مواسات بھی اوصاف پسندیدہ سے ہی اور اُسکی تعریف یہ ہی کہ بوقت مصیبت کسی برادر مومن کی مدد کرنا اور اُسکا ساتھ دینا۔ مواسات کی دو قسمین ہین۔ مالی وفعلی ۔ اگر دو آدمیون مین ایک مالدار اور دوسرا فقیر اور بے بضاعت ہو اور مالدار اپنے مال کا کچھ حصہ اُس مرد فقیر کو عطا کرے تو یہ مواسات مالی ہوگی۔ اگر ان دونون مین سے کوئی گرفتار مصیبت ہو اور دوسرا اُسکے بچانے کی کوشش کرے تو اُسے مواسات فعلی کہین گے ۔ یہ بھی ممکن ہی کہ ان قسمون کے علاوہ اور کسی طرح بقصد مواسات امداد کی جائے ۔ یہ صفت عقلاً وشرعاً قابل تعریف ہی۔ اور اکثر اخبار اسکی نسبت وارد ہوے ہین ۔ چنانچہ ایک حدیث ہی جسمین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے معلی بن خنیس سے حقوق برادران بیان فرمائے ہین ۔ اُس مین ارشاد کیا ہے۔ والحق الخامس ان لا تشبع ویجوع وان لا تروی ویظمأ وتلبس ویعرے (پانچوان حق یہ ہی کہ تو پیٹ بھر کر کھانا نہ کھا جبکہ وہ بھوکا ہو اور نہ پانی پی جبکہ وہ پیاسا ہو۔ لباس نہ پہن جبکہ وہ برہنہ ہو) ۔ یہ عین مواسات ہی جو ہر انسان اور ہر مسلمان کے لئے لازم ہی۔ اصول کافی مین ہی۔ عن ابی عبداللہ قال المسلم اخ

المسلم لا یظلمہ ولا یخذ لہ ولا یخونہ ولحق علی المسلمین الاجتہاد فی التواصل والتعاقد والتعاون والتعاطف والمواسات لاھل الحاجۃ وطعاطف بعضہم علی بعض حتی تکونوا کما امرکم اللہ عزوجل رحماء بینکم متراحمین مغتمین لما غاب عنکم من امرھم علی ما مضی علیہ معشر الانصار علی عھد رسول اللہ ص (امام جعفر صادق ع نے فرمایا۔ برادر مسلم کا حق دوسرے مسلمان پر یہ ہی کہ نہ اُسپر ظلم کرے نہ اُسے محروم کرے اور نہ اُس سے خیانت کرے۔ حق مسلمانوں پر یہ ہی کہ صلہ رحم کریں آپس بین امداد اور مہربانی کرین۔ اہل حاجت سے مواسات اور ایک دوسرے کے ساتھ نوازش کرین تا انیکہ ایسے ہو جاؤ جیسا خدا نے حکم دیا ہی کہ آپس بین ایک دوسرے پر ترحم کرو اور جب ایک دوسرے سے جدا ہو تو افسوس کرو۔ جیسے انصار عہد رسول اللہ ص بین کیا کرتے تھے)۔

اصول کافی بین ہے۔ عن ابی اسماعیل قال قلت لابی جعفر جعلت فداک ان الشّیعۃ عندنا کثیر فقال فھل یعطف الغنی علی الفقیر و یتجاوز المحسن عن المسئ و یتواسون فقلت لا فقال لیس ھؤلاء شیعۃ الشّیعۃ من یفعل ھذا۔ (ابی اسماعیل سے مروی ہی کہ مین نے امام محمد باقر سے عرض کیا کہ مین آپ پر فدا ہون ہمارا گروہ شیعہ بہت ہی۔ فرمایا۔ کہ آیا غنی فقیر پر مہربانی کرتا ہی اور احسان کرنے والا گناہ کرنے والے سے درگذر کرتا ہی۔ اور آپس بین مواسات کرتے ہین۔ مین نے عرض کیا نہین۔ فرمایا کہ یہ شیعہ نہین ہین۔ شیعہ وہ ہی جو یہ امور کرتا ہو)۔

ان اخبار سے ظاہر ہوتا ہی کہ مواسات یعنی ایک دوسرے کی مدد کرنے کو علامت مسلم وشیعہ قرار دیا گیا ہے۔ اسلام بین سب سے پہلے جس نے مواسات کی وہ امیر المومنین

حضرت علی علیہ السلام تھے۔ چنانچہ روز احد جبرئیل نے جناب رسالت مآب ؐ سے عرض کیا۔ ان ھذا لھی المواساۃ من علی۔ الخ۔ (یہ مواسات ہی جو علی نے نبی سے کی۔ الخ) بعد حضرت علی کوئی ایسا نہ ہوا جو اس صفت مین کامل ہوتا۔ یہانتک کہ واقعہ کربلا ہو۔ اور بروز عاشورا حضرت عباس نے سید الشہدا کے ساتھ حد درجہ کی مواسات کی جس کی تعریف مین زبان قاصر ہی۔ جسوقت آپ داخل فرات ہوئے اور پانی چلو مین لیکر پینے کے واسطے اُٹھایا۔ تو فوراً بھائی کی تشنگی یاد آئی۔ اور پانی چلو سے پھینک دیا۔ اور پیاسے دریا سے باہر آگئے۔ اگر خیال کیا جائے تو آپ بھی بیحد پیاسے تھے۔ جب پانی میسر ہوا تو آپ نے تصور کیا ہوگا کہ یہ پانی امام حسین ؑ تک پہونچ جائے۔ یہ آپ کی انتہائی جوانمردی اور مواسات تھی۔ آپ کی زیارت مین بھی اسی کی تعریف کی گئی ہی۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہی۔ فنعم الاخ المواسی لاخیہ۔ (کیا اچھا ہے وہ بھائی جو اپنے بھائی سے مواسات کرے)۔

روز عاشورا جس معظمہ نے ہر موقع پر مواسات کی وہ جناب زینب ؑ ہین۔ آپ نے مکہ سے اپنے برادر مظلوم کے ساتھ روانہ ہوکر غربت و تشنگی و گرسنگی ہین۔ ظاہری و باطنی زخمون ہین۔ گرفتاری و اسیری ہین۔ غرض ہر وقت اور ہر موقع پر آپ نے بھائی کے ساتھ مواسات کی۔ یہانتک کہ بازار کوفہ ہین جب برادر مظلوم کا سر بریدہ دیکھا تو آپ نے چوب محمل پر سر مارا کہ آپکا سر مبارک زخمی ہوگیا۔ حضرت سید الشہدا پر جو مصیبت پڑی جناب زینب ؑ بھی اُس قسم کی مصیبت مین مبتلا ہوئین جو انتہائی مواسات ہے۔ اگر لاش امام حسین ؑ بیکفن رہی تو آپ کے سر پہ بھی ردا نہ تھی۔

خصوصیت سی و یکم ۔ غیرت بھی علامات ایمان سے ہی اور اُسکا شمار بھی اوصاف

حسنہ مین ہی- مؤمن غیور کی تعریف و مدح کثیر اخبار مین کی گئی ہی- یہ صفت بنی ہاشم مین عموماً اور خاندان رسالت مین خصوصاً پیدائشی تھی- غیرت کی کئی قسمین ہین غیرت بر دین- غیرت بر جان و ناموس- غیرت بر حفظ اموال- جناب سید الشہدا کو اس صفت مین امتیاز خاص حاصل تھا- جسقدر بھی مصائب آپ نے برداشت فرمائے ان سب کا سبب بھی غیرت دین تھی- اسی غیرت دین کا یہ اثر تھا کہ آپ کی موجودگی مین مجلس معاویہ مین کوئی شخص امیر المؤمنین ع پر سب یا تبرا کرنیکی جرأت نہین کر سکتا تھا- روز عاشورا بعد اتمام حجت جو آپ نے اپنے فضائل و مناقب بیان فرمائے اور مخالفین نے اُنکو تسلیم کیا اسکی وجہ بھی آپ کی غیرت دین تھی- چنانچہ جب آپ نے لشکر شام کو مخاطب کرکے فرمایا کہ کیا تم مجھے قتل کروگے- تو ان ملاعین نے جواب مین کہا- انما نقاتلک بغضاً لابیک (ہم تم سے اسوجہ سے لڑتے ہین کہ تمھارے باپ سے عداوت ہی) یہ سنکر آپ کے دریاے غیرت مین تلاطم ہوا- اور فرمایا- انا ابن علیّ الطہر من آل ہاشم- مین اس علی کا فرزند ہون جو آل ہاشم مین اعلیٰ درجہ کا طاہر ہے)- اور فرمایا- اے قوم- باوجود ان فضائل و مناقب کے جنکو تم نے تصدیق کیا- مجھے فخر ہے کہ مین اولاد علی سے ہون جو بنی ہاشم مین طیب و طاہر تھا-

یہ بھی حضرت کی غیرت دینی تھی جو یزید سے بیعت کرنیکی مانع ہوئی- چنانچہ آپ نے فرمایا- الموت اولی من رکوب العار- (ذلت کی بہ نسبت موت بہتر ہی) غرضکہ مختلف موقعون پر جناب سید الشہدا علیہ السلام کی غیرت دینی کا اظہار ہوا-

ناموس کی نسبت جو غیرت تھی وہ بھی کئی مرتبہ ظاہر ہوئی- چنانچہ جب تک آپ زندہ رہے تو آپ کو ناگوار ہوتا تھا کہ کوئی خیمہ کا نام بھی زبان پر لائے- اُسپر یہ روایت مشہورہ

بشاہد ہی کہ جب آپ داخل فرات ہوئے اور چلو مین پانی لیکر چاہا کہ نوش فرمائین- تو ایک ملعون نے آواز دی کہ اے حسینؑ تم یہان پانی پی رہے ہو اُدھر لشکر تمھارے خیمون پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہی- باوجودیکہ آپ جانتے تھے کہ یہ بات بالکل جھوٹ ہی- مگر پانی پینے سے غیرت مانع ہوئی اور بہ تعجیل آپ خیمون کی طرف تشریف لائے- دوسرے جب آپ پشت رہوار سے زمین پر تشریف لائے تو زخمون کی کثرت اور بدن سے خون نکل جانے کی وجہ سے آپ مین بالکل قوت باقی نہ رہی تھی- بے حس وحرکت زمین پر پڑے ہوئے تھے- شجاعت حسینی کسی کو قریب نہ آنے دیتی تھی- اور اہلِ لشکر کو آپ کی زندگی اور موت مین شبہہ تھا- لہذا اہلِ لشکر نے یہ چال چلی کہ ایک جماعت کو خیام حسینی پر حملہ کرنے کا حکم دیا- وہ ملاعین جانتے تھے کہ اگر حسینؑ زندہ ہین تو اسے گوارا نہ کرینگے- چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ شور سنکر حضرت اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا- یا شیعتہ اٰل ابی سفیان ان لم یکن لکم دین ولا تخافون المعاد فکونوا احرارا فی دنیاکم- (اے گروہ دوستان آل ابو سفیان- نہ تم دیندار ہو اور نہ قیامت سے ڈرتے ہو تم دنیا کے غلام ہو)- آخر مین فرمایا- انا الذی اقاتلکم وتقاتلونی والنساء ما علیھن جناح- (مین تمھین قتل کرتا ہون تم مجھے قتل کرو عورتون کا کچھ گناہ نہین)- ماحصل اس اشارہ کا یہ تھا کہ جبتک مین زندہ ہون حرم محترم سے متعرض نہو- غیرت کی وجہ سے آپ نے اپنی شہادت کو غارت حرم سے مقدم فرمایا-

بعد جناب سید الشہدا صفت غیرت مین دختر حیدرؑ حضرت زینبؑ بے مثل تھین غیرت دین کی وجہ سے آپ ان مصائب کی متحمل ہوئین- اس سفر مین جب کبھی

آپ نے اپنے آباؤ اجداد کی مذمت سنی تو باوجود ان مشکلات کے جن مین آپ مبتلا تھین۔ بوجہ غیرت کبھی تردید کرنے سے باز نہین رہین۔ اسی غیرت کی وجہ سے بازار کوفہ مین آپ نے ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ جسے سنکر لوگون کی گردنین جھک گئین۔ دربار مین جب ابن زیاد نے زبان درازی کی اور رسولخدا کی تکذیب کی تو آپ کی غیرت نے آپ کو خاموش نہ رہنے دیا اور اس مخدرہ نے اپنے خاندان کے فضائل بیان کرکے یزید ملعون اور اُسکے متبعین کی ایسی برائیان اظہار فرمائین۔ اور بنی امیہ کی ایسی تفضیح کی کہ ابن زیاد نے آپ کے قتل کا حکم دیا۔ مجلس یزید مین بھی آپ نے اظہار حق سے درگذر نہین فرمایا۔

اشارہ۔ بعض موثقین نے کتاب تبر المذاب اور مقتل اقدالی یزدی سے نقل کیا ہے کہ جب اہلحرم دروازۂ شام پر پہونچے حضرت زینبؑ نے شمر ملعون کو طلب کرکے اُس سے کہا کہ ہمکو اس دروازہ سے نہ لیچل۔ کیونکہ اِدھر آدمیون کا بہت ہجوم ہے۔ اور کسی ایسے دروازہ سے ہمین داخل کر کہ جدھر اژدحام کم ہو۔ اُس مردود نے آپ کے ارشاد پر کچھ اعتنا نہ کی۔ بلکہ تازیانہ لیکر بہ گستاخی پیش آیا۔ جس سے دختر حیدر کرار کو جلال آگیا۔ اور زمین کی طرف خطاب کرکے کہا کہ اس ملعون کو اس گستاخی کی سزا دے۔ فوراً شمر ملعون تا کمر زمین مین غرق ہوگیا۔ نزدیک تھا کہ وہ مردود غرق زمین ہوکر واصل جہنم ہو کہ امام حسینؑ کی آواز آئی۔ یا اختاہ اصبری واحتسبی فی مرضات اللہ۔ (اے بہن صبر کرو اور خدا کی مرضی پر راضی رہو)۔ یہ آواز سُنکر اُس محترمہ نے زمین کو شمر کی رہائی کا حکم دیا۔ اگرچہ یہ کتابین میری نظر سے نہین گذرین لیکن جناب زینبؑ سے ایسی کرامات وخرق عادات کا ظاہر ہونا بعید نہین ہے۔

کیونکہ آپ کے جد امجد باعث خلقت کل موجودات ہین اور جملہ انبیا آپ سے متوسل رہے۔

خصوصیت سی و دوئم۔ خاندان جناب رسولخداؐ سے محبت کرنا بھی بہترین عبادت ہی چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ محبت سب بندون پر واجب قرار دی۔ یہی محبت اجر رسالت رسولؐ ہے اگر کوئی شخص تمام عمر ہر قسم کی عبادتین بجالائے لیکن اُسے محبت اہلِ بیت نہ ہو تو وہ داخل بہشت نہوگا۔ ہر شخص کو جو درجات و مقامات درگاہ احدیت سے عطا ہوتے ہین وہ محبت اہلبیت کی کمی وزیادتی کے لحاظ سے عطا ہوتے ہین۔ جیساکہ بیان ہوچکا ہی لیکن محبت سیدالشہداؑ مین ایک خصوصیت ہی جسکو مومنین کے دل ہی خوب جانتے ہین۔ آپ کی محبت کے ثوابات اسقدر ہین کہ جو تحریر وتقریر سے باہر ہین۔ لہذا وہ تمام محبتین وشفقتین جنکا اظہار رسول خداؐ کی ذات سے ہوتا تھا وہ ایسی نہ تھین جو باپ دراولاد مین ہوا کرتی ہین بلکہ آنحضرتؐ اُن مقامات اور درجون سے واقف تھے جو محبان حسینی کے لیے مقرر تھے۔ آپ امام حسین عؑ سے بیحد محبت فرماتے تھے کہ ان درجات کو بھی حاصل فرمائین۔

جیسی محبت حضرت زینبؑ کو امام حسینؑ کے ساتھ تھی کہین اسکی بھی مثال نہین ملتی۔ بعض مورخین نے لکھا ہی کہ جناب زینبؑ جب بچہ تھین اور گہوارہ مین آرام کرتی تھین توجب تک امام حسین عؑ سامنے رہتے تھے آپ خاموش رہتین لیکن جب حضرت نظر سے علیحدہ ہوجاتے تھے تو آپ رونے لگتین۔ جب آپ نماز ادا کرنے کا ارادہ فرماتین تو اقامت سے پہلے آپ روئے مبارک سیدالشہداؑ کی طرف نظر کرتی تھین اسکے بعد نماز شروع کرتین۔ اس سے زیادہ اور کیا محبت ہوتی کہ آپ نے اپنے برادر مظلوم کی محبت مین حرم رسول کو چھوڑا جو جائے امن تھا۔ حالانکہ ابن عباس نے ازروے اخلاص مکہ مین امام حسینؑ کو

عورتون کے ہمراہ نہ لیجانے کا مشورہ دیا تھا جو حضرت زینبؑ کو ناگوار ہوا اور ابن عباس سے شکایت کی۔ ان کو نہ صرف امام حسینؑ سے محبت تھی بلکہ آثار حسین ہونے کی وجہ سے علی اکبرؑ کو آپ اسقدر دوست رکھتی تھین کہ بنی ہاشم مین کسی سے آپ کو ایسی محبت نہ تھی۔ اور علی اکبرؑ کی شہادت پر آپ اسقدر روئین کہ بنی ہاشم مین سے کسی کی شہادت پر آپ ایسی بیقرار نہ ہوئین تھین۔ جو محبت زینبؑ و حسینؑ مین تھی اُسکا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ایسے بہن بھائی نہ پیدا ہوے اور نہ آیندہ ہونگے۔ سلام اللہ علیہا۔

اشارہ۔ علاوہ امام حسینؑ کے حضرت زینبؑ کو جو محبت خاندان رسولؐ سے تھی اُسکی ایک مثال اور پیش کی جاتی ہے۔ کتاب انوار الشہادت مین لکھا ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام جب خیام لوٹ کر اُنھین آگ لگا دی۔ تو تمام بچے اور بی بیان مثل اوراق مصحف جنگل مین پریشان ہوگئین۔ جناب زینبؑ نے سب کو جمع کر کے ایک طرف خاک پر بٹھا دیا۔ جب رات قریب آئی تو آپ نے فضہ کو عمر سعد کے پاس بھیجکر یہ پیغام دیا کہ اسوقت ہمارے پاس کوئی خیمہ نہین جس مین ہم اپنے بچون کو لیکر رات بسر کرین۔ ان یتیمون کے حال پر رحم کر اگر ہو سکے تو ایک خیمہ بھیجدے۔ اُس ملعون نے اول کچھ اعتنا نہ کی مگر بعد ایک نیم سوختہ خیمہ بھیجدیا۔ آپ نے تمام بی بیون اور بچون کو اُس خیمہ مین بٹھا کر ام کلثوم سے فرمایا کہ ہر شب تو علی اکبرؑ و قاسمؑ و عباسؑ ہمارے خیمون کی پاسبانی کیا کرتے تھے۔ مگر اب ان مین کوئی باقی نہین اور یہ سب قتل گاہ مین آرام کر رہے ہین۔ اور کوئی ایسا نہین جو ان لاوارث بی بیون اور بچون کی آج حفاظت کرے۔ میرے برادر مظلوم نے ان سب کو میرے سپرد فرمایا ہے اور

یہ سب امانت رسولؐ ہین - لہذا انکی پرستاری مجھپر فرض ہی - پس ہم اور تم آج رات بھر ان کی حفاظت کرین - چنانچہ یہ دونون خیمہ کے گرد پھرتی رہین - کچھ رات گذرنے کے بعد جناب زینبؑ نے دیکھا کہ ایک شخص خیمہ کی طرف آرہا ہی - آپنے بڑھکر آواز دی کہ اے بندہ خدا یہان حرم رسولخداؐ بے والی و وارث پڑے ہوے ہین - روتے روتے ابھی ہمارے بچے سوئے ہین - ہم غریبون کے پاس مال دنیا سے کچھ باقی نہین - اگر تجھے دوبارہ ہمارا لوٹنا ہی منظور ہی تو صبح لوٹ لینا - مگر اُس سوار نے کچھ پروانہ کی - آخر زینبؑ نے بڑھکر گھوڑے کی باگ تھام کر کہا کہ تو کچھ خدا سے حیا نہین کرتا آخر تیرا کیا مطلب ہی - یہ سنکر اُس شخص نے آہ سرد بھر کر کہا - اے بہن - بہن تمھارا بھائی حسینؑ ہون اور تمھاری حفاظت کے لیے آیا ہون - تم جاکر خیمہ مین آرام کرو - یہ سنکر حضرت زینبؑ رونے لگین اور آپ نظرون سے غائب ہو گئے -

خصوصیت سی و یکم - ایک خصوصیت اس معظمہ کی یہ بھی ہی کہ آپ کو اپنے برادر مظلوم کی طرف سے بروز عاشورا نیابت خاص حاصل ہوئی تھی - یہ مرتبہ قریب امامت ہی - چنانچہ شب عاشور کو اپنے بھائی کی جدائی کا خیال کرکے آپ بہت بیتاب تھین - سید الشہدا نے صبر کی ہدایت فرماکر تصریح کے ساتھ آپکی نیابت کا اعلان فرمایا - کئی امور آپ کی نیابت کے شاہد ہین - **اول** - کتاب اکمال الدین و غیبت شیخ طوسی و بحار الانوار جلد دس مین علی بن احمد مہزیار نے سنداً احمد بن ابراہیم سے روایت کی ہی - قال دخلت علی حکیمہ بنت محمد بن علی الرضا اخت ابی الحسن العسکری علیہم السلام فی سنۃ اثنتین و ثمانین بعد المأتین فکلمتھا من وراء حجاب وسئلتھا عن دینھا فسمت لی من تأتم بہ ثم قالت فلان بن الحسن -

یعنی ۲۸۲ھ میں میں حکیمہ بنت محمد بن علی الرضا ابوالحسن العسکری کی خدمت میں حاضر ہوا
اور پس پردہ سے اُنسے باتیں کیں اور میں نے اُنسے اسمائے ائمہ کی بابت سوال کیا
اور اُنھوں نے نام بتائے پھر کہا کہ فلان ابن الحسن۔

فقلت لها جعلنی الله فداك معاینة او خبرا فقالت خبرا عن ابی محمد کتب به الی امه
فقلت لها فاین المولود فقالت مستور فقلت فالی من یفزع الشیعة فقالت
الی الجدة ام ابی محمد علیه السلام فقلت لها اقتدی ممن فی وصیه الی المراة
حاصل مطلب یہ ہے کہ میں نے عرض کیا کہ امامت حضرت حجت بن الحسن کو آپ نے
نص کے طور پر سنا ہے یا بطور اخبار کے۔ فرمایا۔ ابی محمد سے بطور اخبار سنا ہے کہ اُن کی
امامت کی نسبت اُن کی مادر گرامی کو لکھدیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ وہ مولود کہاں ہے
فرمایا۔ پردۂ غیب میں پوشیدہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آجکل شیعہ احکام کس سے
حاصل کریں۔ اور جب کسی مشکل میں پڑیں تو کہاں پناہ لیں۔ فرمایا کہ اُسکی جدہ
والدہ امام حسن عسکری کی طرف رجوع کریں میں نے عرض کیا کہ وہ تو عورت ہیں ہم کسکی اقتدا کریں
فقالت اقتدی بالحسین بن علی بن ابی طالب ان الحسین بن علی اوصی
الی اخته زینب بنت علی بن ابی طالب فی الظاهر وکان ما یخرج عن
علی ابن الحسین ثم قالت انکم قوم اصحاب اخبار اما رویتم ان التاسع
من ولدی الحسین یقسم میراثه وهو فی الحیوة۔ (ترجمہ۔ فرمایا حسین
بن علیؑ کی اقتدا کرو۔ آپ نے بظاہر اپنی بہن زینبؑ بنت علیؑ کو وصیت کی۔
اور جو چیز حضرت سجادؑ بیان فرماتے ہیں وہ ہی علم ہے جو زینبؑ بنت علیؑ کی
طرف منسوب ہے اور علیؑ بن حسینؑ سے وہ پوشیدہ رہا۔ پھر فرمایا۔ تم گروہ

اصحاب اخبار روایت کرتے ہو کہ حسینؑ کا نوان فرزند میراث حالت زندگی مین تقسیم کرے گا۔)۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ اُس زمانہ مین جناب زینبؑ کی نیابت مسلم تھی۔ اور حضرت سید الشہداءؑ نے علوم آپ کو سپرد فرما دئے تھے تاکہ وہ آپ سے منقول ہون اور حضرت سجادؑ سالم رہین۔ جناب سید الساجدین کا اس محترمہ سے احکام نقل کرنا اسکا منافی نہین ہی کہ آپ تمام علوم کا مجموعہ نہ تھے بلکہ حضرت سجادؑ کے وجود مقدس کی حفاظت اِسی طریق سے ہو سکتی تھی۔ **دویم**۔ بازار کوفہ و مجلس یزید مین آپ کا خطبے پڑھنا اور یزید و بنی امیہ کی برائیون کو ایسی حالت مین طشت از بام کرنا بغیر تصرفات تکوینیہ کے ممکن نہین۔ **سویم**۔ یہ بات بھی آپ کی نیابت پر شاہد ہی کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ بلکہ بعض امورات مین تو آپ کو اختیار کلی دے دیا تھا۔ جیسا بعض جگہ قبل ازین اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہی **چہارم**۔ اس سے بھی نیابت کی تائید ہوتی ہی کہ اسقدر مصائب و شدائد کا متحمل ہونا اُسی کا کام ہی جو ملکات قدسیہ کا مجموعہ ہو اور جسپر تائید ربانی ہو۔

خصوصیت اسی و چہارم۔ اوصاف پسندیدہ مین سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ اپنی شان و عزت کو قائم رکھے اور اُسکی حفاظت کرے۔ کسی کو اسکی خوبیون سے انکار نہین ہو سکتا۔ کیونکہ بغیر اسکے شرف و حقوق و نظام بشر محفوظ نہین رہ سکتے۔ چنانچہ اکثر احکام واجبات و مستحبات۔ مثل کفن و دفن و دیت وغیرہ اسی حکمت پر مبنی ہین۔ ان احکام کے ذریعہ سے نہ صرف زندگی مین بلکہ مرنے پر بھی ایک قسم کی شان قائم رکھی گئی ہی۔ ارشاد ہوا ہی۔ حرمۃ المومن میتاً کحرمتہ حیّاً۔

(مومن مردہ کی عزت ویسی ہی کرو جیسے زندہ کی) اگر اپنی شان قائم رکھنے کے لئے مال صرف کرنے کا موقع ہو تو اس سے بھی دریغ نکرنا چاہیے۔ وہی مال بہتر ہے جو ایسے کاموں مین صرف ہو۔ چنانچہ ارشاد ہی۔ خیر المال ما صین بہ العرض۔ (وہ مال بہتر ہی جس سے آبرو کی حفاظت ہو)۔ ایسا بھی ہوتا ہی کہ اس مطلب کے حاصل کرنے کے لئے لوگ اپنی جان فدا کردیتے ہین۔ حضرت سید الشہدا فرماتے ہین۔ الموت اولی من رکوب العار۔ (ذلت کی زندگی سے موت بہتر ہی) حضرت کے ارشاد کا ماحصل یہ ہی کہ اپنی عزت کی حفاظت کے لئے کسی چیز سے دریغ نکرنا چاہیے۔ اکثر اشخاص اسی صفت کی وجہ سے مقامات بلند پر پہونچے ہین۔ چنانچہ مریم بنت عمران نے اسی صفت کی سبب سے درجۂ طہارت حاصل کیا۔ اور ملائکہ نے آپ کو اس منصب کی بشارت دی۔ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ۔ (اور جسوقت فرشتون نے کہا کہ اے مریم یقیناً اللہ نے تمکو چن لیا اور تم کو پاک قرار دیا اور تم کو زمانہ بھر کی عورتون سے برگزیدہ قرار دیا۔ اسی طرح حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اس مرتبہ سے مشرف ہوئین سب سے زیادہ یہ صفت حضرت زینبؑ سے ظاہر ہوئی جس موقع پر آپ کی شان یا عزت پر حملہ کیا گیا وہین آپ خاموش نہین رہین۔ بلکہ اپنے خاندانی شرف اور بنی امیہ کے عیب ظاہر فرماکر مدافعہ کیا۔ مجلس یزید مین تو آپ نے انتہائی مجاہدہ فرمایا جس سے تمام اہل دربار حیران ہوگئے۔

اشارہ۔ حفظ شرف مین جو مجاہدے آپ نے فرمائے اور جو درجات اسکی وجہ سے آپ کو ملے انکے بیان سے زبان قاصر ہی۔ اول۔ آپ نے شرف محمدی کی حفاظت کی

معلوم نہین اسکا کسقدر اجر آپ کو ملیگا۔ دوئم۔ قیامت تک کل نفوس کے لئے سبب ہدایت ہوئین۔ اسیوجہ سے گویا آپ نے اُنکا احیا کیا۔ اگر آپ ایسا نکرتین تو خیالات بنی امیہ کی بموجب خاندان رسول ؐ سے ایک شخص بھی باقی نہ رہتا اور اسلام مضمحل ہوجاتا۔ پس اُس روز سے قیامت تک جتنے مومنین پیدا ہونگے وہ نتیجہ ہین آپ کے اور آپ کے برادر مظلوم کے مجاہدات کے۔ اس عمل کا اجر بھی بیان نہین ہوسکتا۔ البتہ یہ ارشاد باری ہے۔ من احیاھا فکانما احیی الناس جمیعا۔ (جس شخص نے زندہ کیا اُسکو گویا کہ زندہ کیا سب آدمیون کو) اب ناظرین خود اس ثواب کا اندازہ کرلین۔ سوئم۔ آپ تمام انبیا کے حفظ مراتب کا باعث ہوئین۔ کیونکہ سب انبیا کی غرض ایک ہی تھی۔ اگر وہ فوت ہوجاتی تو جو تکلیفین انھون نے اُٹھائی تھین وہ ضایع جاتین۔ چہارم۔ آپ کے لئے تمام عالم رحمات الٰہی ہوگیا۔ ومن جاھد فینا لنھدینھم سبلنا۔ (جو شخص ہمارے بارہ مین جہاد کرے البتہ ہم اُسکو اپنے راستون کی ہدایت کرینگے۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ جسطرح چاہین اس سے فیض حاصل کرین اور جو کچھ چاہین کسیکو عطا کرین۔

اشارہ۔ جس کسیکو کوئی حاجت دینی یا دنیوی پیش آئے اور وہ آپ کی طرف رجوع کرے تو انشاء اللہ وہ ہرگز مایوس نہوگا۔ کیونکہ حاجت روائی بمنزلہ رحم کے ہے اور عطا کرنا رحمت خاص ہے۔ اور یہ مخدرہ ان دونون باتون پر قادر ہے۔ پس کسی طرح ممکن نہین ہے کہ آپ کے آستانۂ مبارک سے کوئی نا امید پھرے۔ چونکہ آپ خاندان محمدیؐ سے ہین اسلیے جود وکرم آپ کے خمیر مین ہے۔

علاوہ اسکے آپ جن مصائب کی متحمل ہوئین اُن مین ہر مصیبت کے لئے جُدا جُدا

دینا و آخرت مین صلہ عطا ہوا جنکی تفصیل اگرچہ مشکل ہی مگر مختصراً عرض کی جاتی ہی۔
آپ نے اس عالم مین تمام علاقون کو ترک کردیا اور اُنسے دور ہوگئین اسکے بدلے مین
یہ عطا ہوا کہ اگر کوئی شخص دنیا مین اپنے علائق سے دور ہوگیا ہو تو آپ کے توسل سے
یہ دوری دور ہوجائیگی۔ اسیطرح عالم برزخ و محشر مین جنکے علائق قطع ہو گئے ہونگے
وہ صاحب علاقہ ہوجائینگے۔ آپ کے غربت اختیار کرنے کی وجہ سے غربائے دنیا و برزخ
و محشر کو غربت سے نجات ہوگی۔ آپ تشنگی کی اسلیے متحمل ہوئین کہ اس عالم کے پیاسون
کو سیراب کریں۔ اور تشنگان محشر کو جام کوثر عنایت فرماکر اُنکی پیاس دفع کرین۔ آپنے
اپنے دو فرزندون کی شہادت اسلیے گوارا فرمائی کہ اگر کسی کے فرزند نہو اور آپ سے
متوسل ہوکر خدا سے فرزند طلب کرے تو حق سبحانہ تعالیٰ اُسے صاحب فرزند کریگا۔
اور بروز محشر گنہگار نوجوانون کی یہ معظمہ شفاعت فرمائیگی۔ آپ بھوک کی متحمل ہوئین
اسلیئے کہ اس عالم کے بھوکون کو کھانے سے اور گرسنگان محشر کو طعام بہشت سے سیر
فرمائین۔ آپ کو دشمنون کا خوف لاحق ہوا۔ تاکہ اپنے متوسلین اور غلامون کے ہر
خوف کو دنیا و آخرت مین دفع کرین۔ آپ کے مال و اسباب کے لُٹنے کا یہ بدلا ملا کہ دنیا
کے مسکینون کو آپ کے توسل سے مال و اسباب اور آخرت مین ان لوگون کو امان
ملے جنکے اعمال لٹ گئے ہونگے۔ یعنی جن لوگون کو شیطان نے فریب دیکر اُن کے
اعمال حسنہ غارت کردیے ہونگے۔ آپ نے گرفتاری اسلیئے برداشت کی کہ یہان کے
مظلومون کو نجات دین۔ اور آخرت مین جو لوگ گرفتار مظالم ہین اُنھین رہا فرمائین
آگ کی سوزش برداشت کرنیکی وجہ سے آپ سوختگان عالم کو دنیا مین اور گنہگارونکو
آخرت مین آتش جہنم سے بچائینگی۔ اسیر ہوکر آپ اسیران دنیا و عقبیٰ کی رہائی کا باعث

ہوئین۔ آپ کے شانون مین ریسمان بندھنے سے وہ لوگ آزاد ہوئے جو سلاسل دینوی واخروی مین جکڑے ہوے ہین۔ آپنے تازیانون اور نوک نیزہ کی تکلیفون کا تحمل کیا تاکہ دنیا مین جو لوگ ظالمون کے پنجون مین گرفتار ہین اُنھین اور آخرت مین عاصیون کو فرشتون کی سختیون اور عذاب سے نجات دلائین۔ آپ کوچہ و بازار مین بے پردہ تشہیر کی گئین تاکہ آپ اپنے متوسلین کو دنیا و عقبی کی فضیحت ورسوائی سے بچائین۔ آپ نے بنی امیہ کے طرح طرح کے ظلمون کو برداشت کر کے اپنے متوسلین کو دنیا و آخرت کے عذابون سے محفوظ رکھا۔ دشمنون سے آپ نے جواب و سوال کئے اور آپ کو اسکا صدمہ ہوا۔ آپ اپنے غلامون کو سوال قبر سے بچائینگی۔ آپ کی تمام حرکات و سکنات کے لئے علیحدہ علیحدہ اجر و مکافات دنیاوی واخروی ہین۔ جس کسیکی جو حاجت ہو اُس حاجت کی مناسب آپ کی کسی مصیبت کا واسطہ دیکر اگر درگاہ خدا مین دعا کی جائیگی تو انشاء اللہ ضرور درجۂ اجابت حاصل کریگی۔

اشارہ۔ اخبار و آثار سے ظاہر ہوتا ہی کہ عالم کی عورتون مین سب سے زیادہ فاضل چار عورتین ہین۔ مریم بنت عمران۔ جو عفت و طہارت کی وجہ سے اس درجہ پر پہونچین۔ آسیہؑ بنت مزاحم نے دین کی شان کی حفاظت کی اور فرعون سے تبرا کیا۔ خدیجہ بنت خویلد نے شان محمدیؐ کو قائم رکھا اور اپنا تمام مال دین کی راہ مین صرف کیا۔ صدیقۂ کبریٰ فاطمہ زہرا فضائل و مناقب کی وجہ سے سب سے گوئے سبقت لے گئین۔ لیکن جب جناب زینب کا مقابلہ آسیہؑ و مریمؑ و خدیجہ سے کیا جاتا ہی تو کہنا پڑتا ہے کہ آپ ان تینون سے افضل ہین۔ چنانچہ آپ کے بہت سے کمالات کا بیان ہو چکا ہی جنسے اس بات کی تائید ہوتی ہی۔ شرافت نسبی آپ کی ان تینون معظمات سے

بڑھی ہوئی ہے۔ آپ کی عفت و عصمت حیطۂ تصور سے خارج ہے۔ آپ کے مقام ایمانی کی نسبت یہی کہنا کافی ہے کہ آپ ثمر نخل ایمان تھین اور بقائے دین ایمان کا باعث ہوئین۔ آپ کے پاس جو کچھ مال و اسباب تھا وہ سب راہ خدا مین دیدیا۔ حتی کہ مروی ہے۔ دخلت زینب علی ابن زیاد وھی تستر وجھہا بکمہا لان قناعہا قد اخذ منہا۔ (جناب زینبؑ ابن زیاد کے دربار مین اس حالت سے گئین کہ اپنے چہرہ کو اپنے آستین سے چھپائے تھین کیونکہ انکا مقنع اشقیا نے لے لیا تھا)

اشارہ۔ جناب عالم جلیل صاحب کبریت احمر اپنے بعض نوشتہ جات مین تحریر فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ مین نے خواب مین دیکھا کہ کوئی واعظ منبر پر اسیری اہلبیت کا ذکر کر رہا ہے۔ اثنائے بیان مین یہ بھی کہا کہ مجھے معلوم نہین کہ اہلِ بیت اُسوقت روکشادہ تھے یا پردہ مین۔ مین نے دیکھا کہ جناب صدیقۂ صغریٰ حضرت زینبؑ مع تمام اسیرون کے زیر منبر موجود ہین۔ مین نے اُس واعظ سے کہا کہ وہ خود یہان موجود ہین انسے سوال کرتا ہون۔ چنانچہ مین نے دریافت کیا تو اُس معظمہ نے ام کلثوم یا اور کسی بی بی سے فرمایا کہ ہم پردہ مین تھے۔ مگر ہمارے لباس درست نہ تھے

اشارہ۔ بعض کوتاہ نظر صرف اسلئے کہ قرآن مجید مین حضرت مریم کا ذکر موجود ہے مگر صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہ زہرا کا ذکر نہین کیا گیا حضرت مریم کو بتول عذرا پر فضیلت دیتے ہین۔ وہ یہ نہین جانتے کہ بلاضرورت عورتون کا ذکر کرنا عرب و قوانین اسلامیہ کے خلاف ہے۔ چونکہ یہود نے حضرت مریم پر بہتان لگا کر اُنھین رسوا کرنا چاہا تھا۔ لہذا ضرورت تھی کہ خداوند عالم اُنکے فضائل کا اظہار کرکے اُنکی عفت و عصمت کی گواہی دے۔ لیکن حضرت فاطمہ زہرا ایسے اتہام سے بالکل بری تھین۔

لہذا قرآن میں بالتصریح آپکا نام لیکر ذکر نہیں کیا گیا۔ لیکن کنایہ و اشارہ کے طور پر بہت جگہ قرآن میں آپکا ذکر موجود ہی۔ جیسے یہ آیہ شریفہ۔ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ۔ (اُسنے دو دریا بہا دیے وہ باہم ملتے ہیں)۔ دوسری آیت یہ ہی۔ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔ ترجمہ۔ وہی تو ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جنپر اللہ نے انعام کیا ہے کہ بعض پیغمبروں میں سے ہیں اور بعض صدیقوں میں سے ہیں اور بعض شہدا میں سے ہیں اور بعض صلحا میں سے ہونگے۔ علاوہ ان آیتوں کے قرآن کریم میں اور بہت سی آیات حضرت فاطمہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ فضائل اس لیے بیان کردئے گئے ہیں کہ رحلت رسول مقبول کے بعد آپ پر کیا کیا ظلم و ستم کیے گئے۔ جن منافقوں نے یہ ظلم کیے وہ اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم فاطمہ کے فضائل سے واقف نہ تھے۔

خصوصیت سی و پنجم۔ دین کی حفاظت کرنا بھی ایک فضیلت ہے کیونکہ انسان کے حقوق کی حفاظت دین ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہی۔ دین کی حفاظت درحقیقت عام آدمیوں کی اصلاح ہی۔ انبیا کو جو شرافت و سیادت حاصل ہی اُسکی وجہ یہی ہی کہ وہ دین کے محافظ ہوتے ہیں۔ عقلاً ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ حفاظت دین میں کوشش کرے۔ جو شخص جسقدر زیادہ کوشش اس معاملہ میں کرے گا اسیقدر اُسے دوسروں پر فضیلت ہو گی۔ اور اسی طرح جو دین زیادہ مکمل اور جامع ہو گا اسیقدر اُسکی حفاظت کی زیادہ ضرورت ہو گی۔ پس اگر اسلام کے امور معاش و معاد و سیاسیات و عبادات کی جامعیت پر نظر کیجائے

تو ماننا پڑیگا کہ اسلام اور دینون سے افضل و مکمل ہی۔ جو اسکی ترویج مین کوشش کرے
وہ بھی دوسرون سے افضل ہوگا۔ عقلاً ہر شخص پر واجب ہی کہ جہانتک اُسکی قدرت
ہو قوانین اسلام کی حفاظت کرے۔ جہاد و دفاع واجب ہونے مین بھی یہی حکمت ہی۔
جب یہ بات معلوم ہو چکی تو ہم کہتے ہین کہ حضرت زینبؑ نے جو خدمات کربلا مین دین
اسلام کی انجام دین اُن کی وجہ سے آپ حامیِ دین و مذہب ہین۔ آپ نے ایک
جماعت کثیر کو اُس محنت و مشقت سے بچا دیا جو اُنھین حفظ دین مین کرنی چاہیے تھی۔
کیونکہ دین و مذہب پر جو حملہ ہوا تھا اُسکا دفاع علیحدہ علیحدہ ہر شخص پر واجب تھا۔
مگر دختر شیر خدا نے ایسا دفاع کیا کہ قیامت تک دین باقی اور برقرار رہے گا۔
لہذا آپ نے خود صدمات اُٹھا کر دوسرون کو زحمت سے بچا دیا۔

اشارہ۔ جناب رسولخداؐ و جناب سید الشہدأ و جناب زینبؑ کی ارواح مقدسہ پر
یہ دیکھکر کیسا صدمہ گذرتا ہوگا کہ جس دین کی حفاظت کے لیے ان حضرات نے ایسے
صدمات اُٹھائے۔ اور جس درخت کو اپنے خون سے سینچ کر سرسبز کیا۔ آج وہی دین مضمحل
ہو رہا ہی اور کوئی خیال نہین کرتا دین اسلام بازیچہ اطفال بنا لیا گیا اور کوئی نہین بولتا
اصلاح کے پردہ مین مسلمان ہی اسلام کو زخمی اور ضعیف کر رہے ہین۔ مگر کسیکو
اس دین پر رحم نہین آتا۔ کسی کو عورتون کا پردہ موقوف ہوجانے کی فکر ہی کیونکہ اُنکے
خیال مین یہی مسلمانون کی ترقی کا مانع ہی۔ دوسرے کو تقسیم میراث کے قواعد شرعیہ
کو ترمیم کرنے کی کوشش۔ کیونکہ اسی سے مسلمانون مین افلاس ترقی کر رہا ہے۔
غرض ہر شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانا چاہتا ہی مسلمانون۔ امام حسینؑ کے
مصائب اور جناب زینبؑ کے شدائد پر غور کرو۔ ان حضرات نے صرف حفاظت اسلام

کے لئے یہ تکلیفین گوارا کی تھین۔ خدا کے لئے اُنکی محنتون کو ضایع و برباد نہ کرو۔ اور غفلت سے آنکھین کھولکر۔ یا علیؑ کہکر کھڑے ہو جاؤ۔

خصوصیت سی و ششم۔ پیغمبر یا امام کی حفاظت کرنا بھی داخل عبادت ہی۔ عقلاً بھی یہ واجب ہی کیونکہ نظام عالم اُنکے وجود سے وابستہ ہوتا ہی اور یہ قلب عالم و قطب بنی آدم ہین۔ انکے وجود سے عالم کو فیض پہونچا کرتا ہی۔ پیغمبر یا امام کی حفاظت کرنا گویا دین کی حفاظت کرنا ہی۔ اور دین کی حفاظت سے انسانون کے حقوق محفوظ رہتے ہین۔ لہذا انکا محافظ کئی وجہ سے مستحق ثواب ہی۔ **اوّل**۔ بوجہ حفظ عالم۔ **دویم**۔ بوجہ محافظت دین۔ **سویم**۔ بسبب نگہداری اولیاے خدا۔ انہین سے ہر ایک کا ثواب سوائے خدا کے کسیکو معلوم نہین اسی لیے ارشاد ہوا ہی کہ شب ہجرت کو جو ثواب امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کو عطا ہوا۔ اگر اُسے تمام اہل عالم پر تقسیم کیا جاے تو ہر شخص داخل بہشت ہو گا۔ کیونکہ اُس شب کو آپ نے پیغمبر کی حفاظت فرمائی تھی۔

حضرت زینبؑ سلام اللہ علیہا نے حتی المقدور دو امامون کی۔ اور اگر حضرت امام محمد باقرؑ کو بھی شامل کیا جاے تو تین امامون کی حفاظت فرمائی۔ اول۔ حضرت سید الشہدؑ کی اُسوقت حفاظت کی جبکہ علی اکبرؑ نے گھوڑے سے گرکر آواز دی۔ یا ابتاہ علیك منی السلام (اے بابا میرا آپ کو سلام پہونچے)۔ جب یہ آواز خیمہ مین پہونچی اور پہلے سے جناب زینبؑ کو اُس محبت کا حال معلوم تھا جو امام حسینؑ کو علی اکبر کے ساتھ تھی۔ پس آپ کو خوف ہوا کہ جس وقت بھائی کی نظر علی اکبر کے جسد پارہ پارہ پر پڑیگی تو نہ معلوم آپ کا کیا حال ہو۔ آپ نے حفظ برادر کے لیے یہ تدبیر کی کہ اپنے آپ کو بہت جلد حضرت سے پہلے قتل گاہ مین پہونچایا۔ حالانکہ حضرت رہوار پر سوار تھے اور آپ پیدل

تشریف لے گئین۔ جب جناب سید الشہداءؑ کی نظر خواہر غمدیدہ پر پڑی تو بوجہ غیرت ناموس داری آپکا خیال ادھر منتقل ہوگیا۔ اور بہن کو خیمہ مین پہونچاکر واپس گئے۔ درحقیقت یہ تدبیر تھی جسنے حضرت کو غش نہ آنے دیا۔

اشارہ۔ امام حسینؑ کی محبت علی اکبرؑ کے ساتھ صرف باپ ور بیٹے کی محبت نہ تھی بلکہ بوجہ ان کمالات علی اکبرؑ کے تھی جنکے مداح دشمن تک تھے چنانچہ معاویہ کہا کرتا تھا کہ خلافت کے لیے علی بن الحسینؑ موزون ہین اور ہمیشہ آپ کی تعریف کیا کرتا تھا۔ پس امام حسینؑ کو علی اکبر کے ساتھ کئی وجہ سے محبت تھی۔ اول۔ پدر و پسر ہین جو محبت ہوتی ہی۔ دویم بسبب ان کمالات کے جنکی وجہ سے آپ مین امامت کی لیاقت تھی۔ از انجملہ وہ الفاظ تھے جنکے ذریعہ سے راستہ مین آپ نے امام مظلوم کو تسلی دی تھی۔ جبکہ راہ مین امام حسینؑ خواب ہولناک دیکھکر بیدار ہوئے اور گریہ فرمایا۔ علی اکبرؑ کے استفسار حال پر حضرت نے اُس خواب کو بیان فرمایا۔ علی اکبرؑ نے تسلّی دینے کی غرض سے سوال کیا۔ کہ کیون بابا۔ ہم حق پر بھی ہین۔ حضرت نے جواب مین ارشاد کیا۔ اے فرزند ہم حق پر ہین اور حق ہمارے ساتھ ہی۔ عرض کیا کہ اگر ایسا ہی تو پھر ہمین موت کا کچھ خوف نہین ہی۔ از روے بصیرت اگر اس کلام پر غور کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ یہ ذات مقدس توحید اور یقین کے کس درجہ پر پہونچی ہوئی تھی۔ سید الشہداؑ نے یہ سنکر آپ کے حق مین دعائے خیر فرمائی۔

اشارہ۔ یہ سوال وجواب بہت مشابہت رکھتے ہین۔ ان سوالات وجوابات سے جو مابین جناب امیرؑ و جناب رسولخداؐ ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ بالائے منبر فضائل ماہ رمضان ارشاد فرمارہے تھے۔ آخر مین آپ نے شہادت امیر المومنین کی خبر دی۔ یہ سُنکر

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ یا حضرت مین اپنے دین پر بھی قائم رہونگا۔ ارشاد ہوا۔ اُسوقت بھی تم اسی دین پر ہو گے۔ عرض کیا۔ اب مجھے بالکل خوف نہین ہے۔ ان سوالات وجوابات سے امیر المومنین کے بھی مقام توحید کا اظہار ہوتا ہے۔ سویم۔ اسوجہ سے امام حسینؑ کو علی اکبر سے محبت تھی کہ آپ کے پدر بزرگوار کے ہمنام تھے۔ چہارم۔ اس لئے کہ آپ اپنے جد جناب رسولخداؐ کے نائب اور ہم صورت تھے جسکا مفصل بیان ہو چکا۔

دویم۔ علاوہ امام حسینؑ کے جناب زینبؑ نے کئی موقعون پر حضرت سید الساجدین کی حفاظت کی۔ اول۔ جبکہ لوٹنے کے لئے لشکر شقاوت اثر داخل خیام حسینی ہوا۔ تو شمر ملعون نے ارادہ کیا کہ امام زین العابدین کو بھی قتل کردے۔ مگر حضرت زینبؑ نے اسقدر گریہ کیا کہ وہ ملعون اپنے ارادہ سے باز رہا۔ دویم۔ خیمہ جلتے وقت اگر جناب زینبؑ نہ ہوتین تو بیمار کربلا جل کر خاک ہو جاتے۔ سویم۔ اُسوقت جبکہ اسیران اہل بیت قتلگاہ سے گذر رہے تھے۔ حضرت زینبؑ ایسی حالت سے اپنے مظلوم برادر کو وداع کر رہی تھین کہ دیکھنے والون کے بھی دل شق ہوتے تھے۔ اس اثنا مین آپکی نظر حضرت سجاد پر پڑی تو دیکھا طوق وزنجیر پہنے آپ اونٹ پر بیٹھے ہین اور ایسی حالت متغیر ہی کہ حضرت زینبؑ کو اندیشہ ہوا کہ فرط رنج وقلق سے کہین آپ کی روح نہ پرواز کر جائے۔ آپ گریہ وزاری کو ترک کرکے اپنے بھتیجے کی طرف متوجہ ہوئین اور بہ نظر تسلی فرمایا۔ مالی اریك تجود بنفسك یا بقیۃ الماضین (اے یادگار گذشتگان مین دیکھتی ہون کہ تمھاری روح نکلی جاتی ہے) اس کے بعد حدیث ام ایمن بیان فرمائی۔ ان تدبیرون سے آپنے سید الساجدینؑ کی حفاظت کی۔

چونکہ حدیث ام ایمن کا یہاں ذکر آیا ہو جو مضامین عالیہ پر مشتمل ہو۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہو کہ اصل حدیث یہاں نقل کر دیجائے تاکہ ناظرین کے ازدیاد ایمان و بصیرت کا باعث ہو

حدثتنی ام ایمن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ زار منزل فاطمۃ فی یوم من الا یام فعملت لہ حریرۃ و اتاہ علی علیہ السلام بطبق فیہ تمر ثم قالت ام ایمن فاتیتھم بعس فیہ لبن و زبد فاکل رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ و علی ع وفاطمۃ والحسن والحسین من تلک الحریرۃ وشرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و شربوا من ذلک اللبن ثم اکل و اکلوا من ذلک التمر والزبد ثم غسل رسول اللہ علیہ و آلہ یدہ و علی یصب علیھا الماء فلما فرغ من غسل یدہ مسح وجھہ ثم نظر الی علیؑ و فاطمۃ والحسنؑ والحسینؑ نظرا عرفنا منہ السرور فی وجھہ فرمق بطرفہ نحو السماء ملیًّا ثم وجہ وجھہ نحو القبلہ و بسط یدیہ یدعو ثم خرّ ساجدًا و ھو ینشج فاطال النشوج و علا نحیبہ وجرت دموعہ ثم رفع راسہ و اطرق الی الارض و دموعہ تقطر کانھا صبوب المطر فحزنت فاطمۃ و علیؑ والحسنؑ والحسینؑ و حزنت معھم لما رأینا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وھبناہ ان نسئلہ حتی اذا طال ذلک قال لہ علی علیہ السلام و قالت لہ فاطمۃ ما یبکیک یا رسول اللہ لا ابکی اللہ عینیک فقد اقرح قلوبنا ما نری من حالک فقال یا اخی و قال المزاحم وابن عبد الوارث فی حدیثہ ھھنا فقال یا حبیبی انی سررت بکم سرورًا ما سررت مثلہ قط و انی لانظر الیکم و احمد اللہ علے نعمتہ علی فیکم اذ ھبط علی جبرئیل فقال یا محمد ان اللہ تبارک و تعالیٰ اطلع علی ما فی

نفسك وعرف سرورك باخيك وابنتك وسبطيك فاكمل بك النعمة وهناك
العطية بان جعلهم وذريا تهم ومحبيهم وشيعتهم معك فى الجنة لا يفرق بينك
وبينهم يحيون كما تحيى ويعطون كما تعطى حتى ترضى وفوق الرضى على بلوى
كثيرة تنالهم فى الدنيا ومكاره نصيبهم بايدى اناس ينتحلون ملتك و
ويزعمون انهم من امتك براء من الله ومنك خبطا خبطا وقتلا قتلا شتى
مصارعهم نائية قبورهم خيرة من الله لهم ولك فيهم فاحمد الله عز وجل
على خيرته وارض بقضائه فحمدت الله ورضيت بقضائه بما اختاره لكم
ثم قال جبرئيل يا محمد ان اخاك مضطهد بعدك مغلوب وعلى امتك متعوب
من اعدائك ثم مقتول بعدك يقتله اشر الخلق والخليقه واشقى البرية
نظير عاقر الناقة ببلد تكون هجرته اليه وهو مغرس شيعته وشيعة ولده
وفيه ايضا على كل حال يكثر بلويهم ويعظم مصابهم وان سبطك هذا
واوما بيده الى الحسين مقتول فى عصابة من ذريتك واهل بيتك و
اخيار من امتك بضفة الفرات بارض تدعى كربلاء من اجلها يكثر
الكرب والبلاء على اعدائك واعداء ذريتك فى اليوم الذى لا ينقضى كربه
ولا تفنى حسرته وهى اطهر بقاع الارض واعظمها حرمة وانها لمن بطحاء
الجنة فاذا كان ذلك اليوم الذى يقتل فيه سبطك واهله واحاطت بهم
كتائب اهل الكفر واللعنة تزعزعت الارض من اقطارها ومادت الجبال
وكثر اضطرابها واصطفقت البحار بامواجها وماجت السموات باهلها
غضبا لك يا محمد ولذريتك واستعظاما لما ينتهك من حرمتك

ولسمر ما يكافئ به ذريتك وعترتك ولا يبقى شئ من ذلك الا يستاذن الله
عز وجل فى نصرة اهلك المستضعفين المظلومين الذين هم حجة الله على
خلقه بعدك فيوحى الله الى السموات والارض والجبال والبحار ومن فيهن انى
انا الله الملك القادر الذى لا يفوته هارب ولا يعجزه ممتنع وانا اقدر فيه على
الاستار والانتقام وعزتى وجلالى لاعذبن من وتر رسولى وصفيى وانتهك
حرمته وقتل عترته واستحل حرمته فاذا برزت تلك العصابة الى
مضاجعها تولى الله عز وجل قبض ارواحها بيده وهبط الى الارض ملائكة
من السماء السابعة معهم انية من الياقوت والزمرد مملوة من ماء
الحيوٰة وحلل من حلل الجنة وطيب من طيب الجنة فغسلوا اجثتهم بذالك
الماء والبسوها الحلل وحنطوها بذلك الطيب وصلى الملائكة صفا صفا ثم
يبعث الله قوما من امتك لا يعرفنهم الكفار ولم يشركوا فى تلك الدماء
بقول ولا فعل ولا نية فيوارون اجسامهم ويقيمون رسما لقبر سيد الشهدا
بتلك البطحاء يكون علما لاهل الحق وسببا للمؤمنين الى الفوز وتحفه ملائكة
من كل سماء مأة الف ملك فى كل يوم وليلة ويصلون عليه ويسبحون الله
عنده ويستغفرون الله لزواره ويكتبون اسماء من ياتيه زائرا من امتك
متقربا الى الله واليك بذلك واسماء ابائهم وعشايرهم وبلدانهم ويوسمون
بميسهم نور عرش الله هذا زائر قبر سيد الشهداء وابن خير الانبياء
فاذا كان يوم القيمة سطع فى وجوههم من اثر ذلك الميسم نور تغشى منه
الابصار يدل عليهم ويعرفون به وكانى بك يا محمد بينى وبين ميكائيل

وعلی آما منا ومعنا من ملائکۃ اللہ ما لا یحصی عددہ ونحن نلتقط من ذلک المیسم فی وجہہ من بین الخلائق حتی ینجیہم اللہ من ہول ذلک الیوم وشدائدہ وذلک حکم اللہ وعطاءہ لمن زار قبرک یا محمد او قبر اخیک او قبر سبطیک لا یرید بہ غیر اللہ عز وجل وسیجد اناس حقت علیہم من اللہ اللعنۃ والسخط ان یعفو رسم ذلک القبر ویمحوا اثرہ فلا یجعل اللہ تبارک وتعالی لہم الی ذلک سبیلا ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ فہذا ابکانی واحزننی

ماحصل اس حدیث کا یہ ہے کہ زینبؑ نے فرمایا۔ مجھسے ام ایمن نے بیان کیا کہ ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ خانہ جناب سیدہؑ میں تشریف لائے۔ فاطمہ زہراؑ نے آنحضرتؐ کے لئے حریرہ تیار کیا۔ اور علی مرتضیؑ نے خرما کا ایک طبق پیش کیا۔ اور مین نے ایک پیالہ دودھ اور مکھن کا آپ کے سامنے رکھا۔ جناب رسول خداؐ وعلی مرتضیؑ وفاطمہؑ وحسنینؑ نے یہ سب چیزین تناول فرمائین۔ بعدہٗ حضرت علیؑ نے آپ کے ہاتھ دھولائے۔ جب آنحضرتؐ نے ہاتھ دھونے سے فراغت پائی تو اپنے ہاتھون کو روے اقدس پر پھیرا اور محبت آمیز نظرون سے ان سب کی طرف دیکھنے لگے۔ یہانتک کہ خوشی وخورمی کے آثار آپ کے روے مبارک پر ظاہر ہونے لگے۔ اسکے بعد آنحضرت نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور پھر روبقبلہ ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔ اور سجدہ کے لئے خاک پر جھک گئے۔ حالت سجدہ مین آپ نے رونا شروع کیا۔ جب سجدہ سے سر اُٹھایا تو آپ کی آنکھون سے آنسو جاری تھے۔ تمام اہل بیت کو اور مجھے یہ دیکھکر رنج وملال ہوا۔ مگر یہ مجال نہ تھی کہ آنحضرتؐ سے کچھ دریافت کرین۔ کچھ عرصہ کے بعد علی مرتضیؑ وفاطمہ زہراؑ نے

عرض کیا کہ خدا آپ کی آنکھون کو گریان نہ کرے اسوقت حضور کے اس رونیکا کیا سبب ہی
فرمایا۔ اے بھائی (دوسری روایت کی بموجب اے حبیب) اسوقت تم سب کے یہان
موجود ہونے سے مین بہت خوش و خورم تھا اور ایسی خوشی مجھے کبھی پہلے نہ ہوئی تھی۔
مین تم سب کو دیکھکر خدا کا شکر بجالاتا تھا۔ ناگاہ جبرئیل نے نازل ہو کر کہا حق سبحانہ
و تعالیٰ آپ کی سرور و شادمانی سے مطلع ہوا۔ اور آپ پر اپنی نعمت کو تمام کیا۔
اور یہ مقرر کر دیا ہی کہ یہ سب اور انکی ذریات اور انکے دوست و شیعہ و پیرو بہشت مین
جائین۔ اور آپ مین اور ان مین جدائی نہو۔ جو کچھ آپ کو عطا ہوگا وہی انھین بھی ملیگا
مگر ان کو بیشمار مصائب رونما ہونگے۔ دنیا مین انھین ایسے لوگون سے اذیت پہونچیگی
جو آپ کے دین کو باطلانہ اپنی طرف نسبت دینگے۔ اور یہ لوگ خیال کرینگے کہ وہ آپکی امت
مین ہین۔ حالانکہ پروردگار عالم اور آپ اُن سے بیزار ہونگے۔ یہ لوگ آپ کے اہل بیت
مین سے ایک ایک کو قتل کرینگے۔ اور اُن کی (اہلِ بیت کی) قبرین بھی جدا جدا ہونگی۔
خدائے تعالیٰ نے یہ مصیبت انکے لیے مقرر کر دی ہے تاکہ ان کے درجات بلند کیے جائین۔
پس جو کچھ خداوند عالم نے ان کے لئے قرار دیا ہی اُسکی سپاس گذاری کر کے قضائے الٰہی
پر راضی اور خوشنود رہئیے۔ مین نے یہی کیا۔ پھر جبرئیل نے کہا۔ یا محمدؐ۔ آپ کے بھائی
علیؑ کو آپ کے بعد اشقیائے امت اِسلیئے مقہور و مغلوب و مقتول کرینگے کہ وہ (علی)
تقویت دین اور قانون الٰہی کی محافظت کرینگے۔ بدترین و شقی ترین شخص اُس شہر
مین شہید کریگا جو اُن کی ہجرت گاہ ہوگا (یعنی شہر کوفہ)۔ علی کا قاتل مثل اُسکے
ہوگا جسنے ناقہ صالح کو پے کیا تھا۔ وہ شہر اُسکے فرزندون کے شیعوں کا مخزن ہوگا۔
آپ کا یہ نواسہ حسین اپنے فرزندون اور اہل بیت ابرار نیکوکارانِ امت کی ایک

جماعت کے ساتھ نہر فرات کے کنارہ زمین کربلا پر قتل ہوگا۔ حسینؑ کے شہید کرنے کی وجہ سے آپ کے اور آپ کی ذریت کے دشمنون کے لئے کرب وبلا اور حزن واندوہ اُس روز بہت ہوگا جس دن کے حزن واندوہ کی کوئی حد نہو گی۔ یہ زمین کربلا حرمت مین اور زمینون سے افضل اور بہشت کے مساوی ہوگی۔ جس دن آپ کے اس نواسہ اور اسکے ساتھیون کو شہید کرکے سپاہ کفر یہان مقیم ہوگی تو زمین اور تمام پہاڑ لرزان ہونگے۔ دریاؤن مین بوجہ اضطراب موجین اٹھینگی آسمان اور اہلِ آسمان پریشانی کی حالت مین ہونگے۔ یہ خدا کے غصہ اور غضب کا نشان ہوگا کہ امت نے آپ کی اور آپ کی ذریت کی ہتک حرمت کا کچھ خیال نکیا۔ ہر مخلوق خدا کے قاہر کی درگاہ مین عرض کریگی کہ اہلبیت کی مدد کرے جو بعد رسول حجت خدا ہین۔ پس حق سبحانہ وتعالیٰ آسمانون۔ زمینون۔ پہاڑون پر اور جو ان مین ساکن ہین وحی کرے گا کہ مین شہنشاہ قاہر ہون اور کوئی میری سلطنت سے باہر نہین بھاگ سکتا اور کوئی مجھے منع نہین کرسکتا جس وقت جس سے چاہون انتقام لے سکتا ہون۔ مین اپنی عزت وجلال کی قسم کھاکر کہتا ہون کہ مین اس گروہ پر عذاب نازل کرونگا جسنے میرے برگزیدہ فرزند رسولؐ کو قتل کیا جسکا خون کسی خون کے برابر نہین۔ عہد شکنی کرکے اُنکی حرمت وحشمت کو برباد کیا اور اُسکے اہلِ بیت پر ظلم وستم کئے۔ مین انپر ایسا عذاب نازل کرونگا کہ اس سے پہلے کسی پر ایسا عذاب نازل نہوا ہوگا۔ اُسوقت تمام اہلِ زمین وآسمان باواز بلند ان لوگون پر لعنت کرینگے جنھون نے آپکی عترت پر ظلم وستم کئے۔ جب ان برگزیدگان خدا کی شہادت کا وقت ہوگا تو پروردگار عالم خود اپنے دستِ قدرت سے اُنکی روح قبض فرمائیگا۔ ساتون آسمانون کے فرشتے یاقوت وزمرد کے ظروف مین

آب حیات بھرے ہوئے۔ اور جنت کی خوشبویات اور حلّے لیکر آئینگے۔ اور ان اجسام مطہرہ کو غسل وکفن وحنوط دیکر نماز پڑھینگے۔ اُسوقت خداوند عالم ایک ایسے گروہ کو ظاہر کریگا جو نہ اس خون مین اور نہ اِس مشورہ مین شریک ہوگا۔ وہ گروہ اِن مقدس لاشون کو دفن کرکے قبرین بنایگا تاکہ اہلِ حق کے لئے نشان وعلامت ہوجائے اور مومنون کے لئے سبب رستگاری وآمرزش گناہان ہو۔ ہر روز ستر سو ہزار فرشتے آسمان سے آکر زیارت کرینگے۔ اور تسبیح وتہلیل کے بعد اس مرقد منور کی زیارت کرنے والون کے لئے دعائے بخشش کرینگے۔ اور جولوگ صرف تقرب خدا کے لئے وہان آئینگے اُن کے اور اُنکے والدین اور عزیزون اور شہرونکے نام تحریر کرینگے۔ اور نور عرش خدا سے اُنکی پیشانیون پر نشان کردینگے کہ یہ شخص بہترین شہید وپسر بہترین پیغمبر کا زیارت کرنے والا ہی۔ بروز قیامت اس نشان سے ایسا نور ساطع ہوگا کہ دیکھنے والون کی آنکھین خیرہ ہونگی۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ یا محمدؐ گویا مین دیکھ رہا ہون کہ آپ میرے اور میکائیل کے درمیان اور علیؑ ہمارے آگے ہین۔ اور ہمارے ہمراہ اس قدر فرشتے ہین جنکا شمار سوائے خدا کے کوئی نہین جانتا۔ اُس نور کے ذریعہ سے جو اُن کی پیشانیون سے ظاہر ہوگا ہم زوارانِ حسینؑ کو چنکر علیحدہ کرینگے اور خدائے بزرگ اُنھین ہیبت قیامت سے نجات دیگا۔ آپ کی اور آپ کے بھائی علیؑ وحسنینؑ کی قبرون کی زیارت کرنے کا یہ اجر ہی۔ بشرطیکہ یہ زیارت ریا اور مکر سے خالی ہو۔ عنقریب ایک جماعت پیدا ہوگی جو خدا کی لعنت کی سزاوار ہوگی اور جو یہ سعی وکوشش کریگی کہ اس قبر کو نابود کرکے ضریح مقدس کو بھی اُکھاڑ دے۔ لیکن خدا اُنکی یہ آرزو پوری نکریگا۔ اس قبر کے مٹانے مین جتنی کوشش کی جائیگی اُتنا ہی اس

قبر مبارک کا جاہ وجلال روز بہ روز نمایان ہوگا۔ یہ فرماکر رسولخدا نے فرمایا کہ میرے رونے کی یہی وجہ ہے۔

جناب زینب کبریٰ نے فرمایا کہ جب میرے پدر بزرگوار ابن ملجم لعنۃ اللہ علیہ کی ضربت سے زخمی ہوکر دولت سرا مین تشریف لائے تو مین خدمت مین مصروف تھی۔ مین نے عرض کیا۔ یا حضرت ام ایمن نے فلان حدیث مجھسے نقل کی تھی مین چاہتی ہون کہ اُس حدیث کو آپ کی زبان مبارک سے سنون۔ فرمایا۔ اے دختر حدیث تو اُسی طرح ہی جو ام ایمن نے بیان کی۔ گویا مین دیکھ رہا ہون کہ اسی شہر کوفہ مین تم اور زنان ودختران اہلِ بیت ذلت وخواری کے ساتھ اسیر ہو اور جبرا لوگ تمھین لے جارہے ہین۔ دیکھو اُسوقت عنان صبر ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے قسم ہے اُس خدائے بزرگ کی جسنے دانہ کو شگافتہ کیا کہ سوائے تمھارے اور تمھارے دوستون اور شیعون کے کوئی خدا کا دوست نہین۔ جناب رسولخدا نے جس روز یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی تو شیطان بہت خوش ہوکر اپنے حواریون سے کہتا تھا کہ اے گروہ شیاطین۔ جو دشمنی مجھے بنی آدم کے ساتھ تھی اور چاہتا تھا کہ یہ سب کے سب داخل نار ہون۔ آج وہ آرزو پوری ہوتی معلوم ہوتی ہی۔ کیونکہ سوائے ولایت علی مرتضیٰ و دوستی اہلبیت نجات ممکن نہین۔ لہذا اب بھی کوشش کرو کہ لوگ شک وشبہ مین گرفتار ہوکر دوستی اہلبیت سے دست بردار ہون۔ حضرت نے فرمایا۔ اے زینب شیطان نے سچ کہا کہ بغیر تمھاری دوستی کے نجات ناممکن ہی۔ تمھارے دشمن کا کوئی عمل نیک مقبول نہین۔

جب حضرت زینبؑ نے یہ حدیث علی بن الحسینؑ سے بیان کی تو حضرت سجاد نے فرمایا۔

خذہ الیک اما لو ضربت فی طلبہ آباط الابل حولا لکان قلیلا۔

(ترجمہ- اس حدیث کو یاد رکھو- اگر اسکی جستجو مین ایک سال تک بھی پہلوے شتر سے پانون باندھے جائین تو بھی کم ہی-

واضح ہو کہ یہ حدیث مبارک بعض مسایل شریفہ و اخبار غیبیہ پر مشتمل ہی- جنکی شرح کرنا مجھ جیسے بے علم کی لیاقت سے باہر ہی- صرف چند امور کی طرف اشارہ کیا جاتا ہی- تاکہ اہلِ بصیرت کو لطف حاصل ہو- اس حدیث مین غیب کی یہ خبر دی گئی ہے کہ شہدا دفن کئے جائینگے اور دفن کرنے والے صالح و نیکوکار ہونگے اور قتل کرنے والونکے گروہ سے نہونگے- یہ بھی خبر دی گئی ہی کہ اس قبر پر علامت عالی بنائی جائیگی جو کبھی نہ مٹ سکیگی- پھر ظاہر کیا گیا ہی کہ بعض منافقین (مثل متوکل عباسی کے) اس نشان قبر کے مٹانے کی کوشش کرینگے مگر کامیاب نہونگے- یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ روز بہ روز اس قبر کی جلالت مین اضافہ ہوگا- جیسا کہ ظاہر ہے- اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہی کہ کوفہ حضرت علیؑ کا ہجرت گاہ ہوگا اور اہلبیت پر جو کچھ مصائب گذرینگے وہ یہین واقع ہونگے- اسکی بھی خبر دی گئی ہی کہ فرات کے کنارے زمین کربلا پر امام حسینؑ شہید ہونگے- اور آپ کی قبر منور زیارت گاہ ہوگی- اور اسی طرح قبر مقدسہ جناب رسولخدا و امیرالمومنین و حسنینؑ کی زیارت کے لئے لوگ آیا کرینگے- شہر کوفہ مین اہلِ بیت کے اسیر ہونیکی نسبت بھی خبر دی گئی ہی- یہ تمام اخبار غیبیہ ہین شیعون کی جو فضیلت اس حدیث مین بیان ہوئی ہی وہ اور حدیثون سے زیادہ ہی- زمین کربلا کی فضیلت کعبہ پر اس فقرہ سے ثابت ہوتی ہی- وهي اطهر بقاع الارض واعظمها حرمة وانها لمن بطحاء الجنة (یہ زمین حرمت مین اور زمینون سے برتر بہشت کے مساوی ہوگی)- قولہ اللہ تبض

اُمرواحجابید ہ (خدا اپنے دست قدرت سے اُنکی ارواح قبض کرے گا) سے یہ ظاہر ہے
کہ شہدائے کربلا کے درجات کسقدر بلند تھے کہ ملائکہ و ملک الموت کی بھی وہان رسائی نہ تھی
خدائے عالم نے بلاواسطہ اُن کی ارواح طیبہ اپنے دستِ قدرت سے قبض فرمائین۔
چہارم۔ ابن زیاد ملعون نے جب دربار مین بیمار کربلا سے گفتگو کی اور آپ نے اُسے
دندان شکن جوابات دئے تو اُس ملعون نے آپ کے قتل کا حکم دیا۔ جناب زینب اپنے بیمار
بھتیجے سے لپٹ کر کہنے لگین کہ جب تک مین زندہ ہون ہرگز اسے نچھوڑونگی۔ بلکہ آپ
سید سجاد پر فدا ہونے کے لئے آمادہ تھین۔ یہ دیکھکر ابن زیاد آپ کے قتل سے باز رہا۔
اشارہ۔ امام کی حفاظت کل موجودات کی نگہداری ہے جسکی توضیح اس طرح ہوسکتی ہے
کہ امام عالم امکان کا قلب ہوتا ہے جسکی مثال ایسی ہے جیسے بدن مین روح ہوا کرتی ہے
تمام موجودات کا وجود وجود امام کے طفیل سے ہوتا ہے وبہ رزق الوریٰ وبہ ینزل
الغیث وبہ یمسک السماء ان تقع علے الارض۔ (اُسی کی وجہ سے مخلوقات کو
رزق پہونچتا ہے اور اُسی کی وجہ سے مینہ برستا ہے اور اُسی کی وجہ سے آسمان زمین پر
گرنے سے رُکا ہوا ہے)۔ اگر بدن سے روح نکل جائے تو جسم بیکار ہوجاتا ہے۔ اگر امام نہو
تو تمام عالم درہم برہم ہوجائے۔ حضرت امام حسین ع کی مصلحت خاص تھی کہ کربلا مین
اپنے ہمراہ سید سجاد کو لائے۔ حالانکہ آپ بشدت بیمار تھے۔ وہ مصلحت تھی کہ بسبب
ان ظلمون کے جو بنی امیہ سے ظاہر ہونگے ایسا نہو کہ وہ زمین مین غرق ہوجائین یا
اور کسی قسم کا عذاب نازل ہو۔ چونکہ وجود حضرت سید الساجدین ع عذاب نازل ہونے کا
مانع تھا۔ لہذا دریائے رحمت حسین ع نے نہ چاہا کہ آپ کے دشمنون پر بھی اس دنیا مین
عذاب نازل ہو۔ اسلیے آپ سید سجاد کو اپنے ہمراہ لائے کہ آپ کے سبب سے نزول

عذاب سے امن رہے۔ یا رحمتہ اللہ الواسعہ۔ یا ابا عبد اللہ۔ دوستاں را کجا کنی محروم + تو کہ با دشمنان نظر داری + جب اس غریق بحر مودت اور آپ کے اور حضرت زینب کے غلام کی جانکنی کا وقت ہو۔ اُسوقت اس گنہگار کی بھی امداد فرمایئے۔

بہرحال حضرت زینبؑ نے امام کی حفاظت کر کے تمام موجودات عالم کی نگہداری فرمائی۔ معلوم نہین کہ خلاق عالم آپ کے اس عمل کی کیا جزا دیگا۔

خصوصیت سی و ہفتم۔ امر بمعروف و نہی از منکر بھی فضائل نفسانیہ و عادات جلیلہ مین داخل ہی۔ جسکا مطلب یہ ہی کہ اچھی باتون کا حکم دے اور بری باتون سے منع کرے۔ یہ بات فروع دین اسلام مین داخل ہی اور عقلاً و شرعاً قابل تعریف ہے۔ جس گروہ نے ترقی کی وہ انھین دو باتون کی بدولت۔ اور جس نے انسے روگردانی کی اُسی گروہ کا تنزل ہوا۔ چنانچہ اس پر یہ بات شاہد ہی کہ انھین باتون کی بدولت باوجود بیشمار مشکلات اور کثرت مخالفت کے اسلام نے تیئیس ۲۳ برس مین کتنی ترقی کی۔ اسی لئے ارشاد ہی کہ جب تک یہ امت امر بمعروف و نہی از منکر کرتی رہیگی ترقی پاتی رہیگی اور جب اس نکتہ سے غفلت اختیار کی تو رو بہ تنزل ہو گی۔ قرآن مجید مین مختلف موقعون پر اسکا حکم دیا گیا ہی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہی۔ وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ۔ (اور لازم ہے کہ تم مین کچھ ایسے لوگ ہون جو نیکی کی طرف بلائین اور اچھی باتون کا حکم دین اور بری باتون سے منع کرین) دوسری جگہ ارشاد ہی۔ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ۔ (ترجمہ اور مومن مرد اور مومن عورتین ایک دوسرے کے حامی ہوا کرتے ہین

وہ نیکی کا حکم دیتے ہین اور بدی سے منع کرتے ہین) جناب رسالت مآب ؐ فرماتے ہین
والذی نفسی بیدہ ما انفق من نفقۃ احب من قول الخیر۔ (قسم ہے
مجھے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میرا نفس ہے کوئی صرف قول خیر سے بہتر نہین ہے)۔
امیر المومنین حضرت علیؑ کا ارشاد ہے۔ وما اعمال البر کلھا والجھاد فی سبیل اللہ
عند الامر بالمعروف والنھی عن المنکر الا کنفطۃ فی بحر لجی۔ (تمام اعمال خیر
اور جہاد فی سبیل اللہ سے کوئی عمل امر بالمعروف و نہی از منکر سے بہتر نہین ہے اگرچہ
مثل ایک نقطے کے ہو جو دریاے ذخار مین ہو آخر حدیث مین امر بمعروف و نہی از منکر کو
تمام اعمال خیر پر فضیلت دی گئی ہے۔ کیونکہ امر بمعروف سے کل عباد تونکا احیاء ہوتا ہے۔
امر بمعروف کی دو قسمین ہین۔ قولی و فعلی۔ قولی اُسے کہتے ہین کہ زبانی گفتگو سے دوسرونکو
امور خیر کی ترغیب و تحریص دے اور بری باتون سے منع کرے۔ فعلی وہ ہے کہ اپنی رفتار و کردار سے
خود امر بمعروف و نہی از منکر کرے۔ یہ قسم پہلی قسم سے افضل و اشرف ہے۔ کیونکہ پہلی قسم مین
یہ ممکن ہے کہ واعظ جن باتونکا حکم دوسرون کو دے رہا ہو اُنکا خود عامل نہ ہو۔ اور جن سے
منع کرتا ہو خود اُنھین کرتا ہو۔ اس قسم کے اشخاص عقاب و عتاب الٰہی کے مستحق ہین
اور قرآن مین ایسے لوگون کی بُرائی کی گئی ہے۔ ایسے لوگون کی آواز بالکل بے اثر
ہوتی ہے۔ واعظون کو لازم ہے کہ اُنھین باتونکا حکم کرین جنکے وہ خود عامل ہون۔
ورنہ دیگران را نصیحت و خود را فضیحت کے مصداق ہونگے۔

آجکل جو مسلمانون پر مصائب کی گھٹا چھا رہی ہے اُسکی وجہ یہی ہے کہ اُنھون نے امر بمعروف
و نہی از منکر کو ترک کر دیا۔ اس زمانہ مین معروف منکر اور منکر معروف ہو گیا۔ خود ساختہ
مسائل جاری ہو گئے۔ ہر شخص کو مفسر قرآن ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور اپنے مطلب کے موافق

آیات کے معنی تصنیف کر لئے جاتے ہین۔ امور غیر مشروعہ کا ارتکاب بے حقیقت بات سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً۔ خلاف حکم خدا اور رسول داڑھی منڈانے کا عام رواج ہی نہین بلکہ اسپر اصرار ہے۔ شاید یہ کہنا بیجا نہو گا کہ اسوقت داڑھی منڈانی ہی علامت اسلام ہے حالانکہ جناب رسولخدا ص کا کھلا ہوا ارشاد ہے کہ جسنے ایک مرتبہ داڑھی منڈوائی اُسنے گویا حرم مکہ مین اپنی مان کے ساتھ زنا کیا۔ ایسے ہی مشرکون اور غیر مسلمون کے ہاتھون کی مس کی ہوئی تراشیا کھانے سے کچھ پرہیز نہین کیا جاتا۔ الغرض اس زمانہ مین ہر شخص آزاد ہے جو چاہے کرے۔ ان زمانہ مین اسلام ویسا ہی مضمحل ہو گیا جیسا سلطنت بنی امیہ کے زمانہ مین تھا۔ لیکن اُسوقت امام حسین علیہ السلام موجود تھے جنھون نے امر بمعروف و نہی از منکر کی وجہ سے اپنی جان اسلام پر قربان کر دی۔ آپ کے بعد حضرت صدیقۂ صغریٰ جناب زینب کبریٰ نے قولاً و فعلاً ہر موقع پر امر بمعروف و نہی از منکر فرمائی۔ درحقیقت ان دونون بھائی بہنون نے ہمت کر کے اسلام کو پنجہ اعدا سے بچایا۔ چنانچہ مجلس یزید مین یہود و نصاریٰ و مجوس کے سامنے آپ نے جو خطبہ پڑھا تھا اُس مین آپ نے حقائت اسلام اور بنی امیہ کے عیبون اور برائیون کو ظاہر کر کے اس سلطنت کی بنیاد کو ہلا دیا۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ اس زمانہ مین ایک شخص بھی ایسا نہ نکلیگا جو امام زمان کا حقیقی یاور و ناصر ثابت ہو سکے۔ حالانکہ ظہور امام کا زبانی اشتیاق ظاہر کرنے والے بہت نکلین گے۔ درد اسلام کی وجہ سے موضوع کتاب سے دور چلا گیا۔ امید ہے کہ ناظرین معاف کرینگے۔

اجمالاً یہ ہے کہ حضرت زینبؑ کسی وقت اور کسی مصیبت مین اس سے غافل نہین رہین۔ واقعہ کربلا سے روز قیامت تک جتنے مومنین ہونگے وہ آپ ہی کے امر بمعروف و نہی از منکر

کا نتیجہ ہونگے۔ خداوندا ہم کو توفیق عطا فرما کہ ہم امر بمعروف ونہی از منکر کرین اور ہمارے براوران ایمانی کو گوش شنوا عنایت کر۔ اور ہم سبکو اسی دین پر ثابت قدم رکھ۔

خصوصیت سی و ہشتم۔ واضح ہو کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے زمین کربلا کو اور زمینون پر فضیلت و برتری کرامت فرمائی۔ اس وجہ سے کہ یہان دین مبین زندہ ہوا۔ جب زمین کعبہ نے بیت اللہ اور جاے امن ہونے کے سبب سے اور زمینون پر اظہار فضیلت کر کے فخر ومباہات کیا۔ تو درگاہ رب العزت سے اُسے خطاب عتاب آمیز ہوا کہ خاموش رہ تجھسے افضل و بہتر زمین کربلا ہی۔ زمین کربلا کے افضل ہونے کا جو راز ہے وہ ظاہر ہے اگر واقعہ کربلا نہ ہوتا اور حضرت سید الشہدا شہید نہ ہوتے اور اس مظلومیت کے ساتھ وہان دفن نہ ہوتے۔ تو بنی امیہ کے افعال قبیحہ کی وجہ سے ایک موحد بھی نہ رہتا جو خدا کی پرستش کرتا۔ اور نہ کوئی حج کعبہ کی طرف متوجہ ہوتا۔ چونکہ اس سرزمین پر دین خدا زندہ ہوا اسلیے اسے چند بزرگیان عطا ہوئین۔ **اول**۔ یہ زمین مدفن ثار اللہ ہوئی۔ **دوئم**۔ درجات بلند ہونے کی باعث ہوئی۔ چنانچہ کوئی پیغمبر یا وصی ایسا نہین ہوا جسے اس سرزمین پر آنے کا حکم نہ ہوا ہو۔ تاکہ تقرب خدا حاصل کرے۔ جناب ختمی مرتبت شب معراج کو اور حضرت علیؑ جنگ صفین کے وقت یہان تشریف لائے۔ **سوئم**۔ گنہگارون کے لئے یہ زمین جاے پناہ ہے۔ چنانچہ دوستداران محمدؐ وآل محمدؐ اگر گنہگار ہون اور وہ کربلا مین رہین تو بدون حساب بلکہ بدون عقاب محشر داخل بہشت ہونگے۔ **چہارم**۔ یہ ارض پاک بہشت کے بہترین درجات مین ہوگی۔ **پنجم**۔ تمام ائمۂ معصومین خاک کربلا مین دفن ہونگے۔ اور ہر امام کی قبر مین اس خاک کا فرش کیا گیا۔

ششم۔ دعا قبول ہونے کی جگہ ہی۔ ہفتم۔ بروز عاشورا اس ارض مقدس کی خاک خون شہدا کے ساتھ مخلوط ہوے۔ ہوا کے ذریعہ سے یہ خاک جہان پہونچی وہین مسجد بنی۔ (کتاب سعادات ناصری) مین ملا دربندی علیہ الرحمہ نے لکھا ہی کہ جہان کہین یہ خاک یا قطرۂ خون امام حسینؑ پہونچکر زمین پر گرا وہین مسجد کی بنا ہوئی۔ اس سے یہ خیال نکرنا چاہیے کہ ہر مسجد ایسی ہی جگہ بنی۔ کیونکہ اگر یہ کلیہ مان لیا جاے تو قبل از شہادت امام حسینؑ جو مساجد بنین اُنپر یہ قاعدہ جاری نہوگا۔ بات یہ ہے کہ ہر مسجد کے لئے ایسی جگہ بنا ہونا لازم نہین جہان قطرۂ خون حسین یا خاک پہونچی ہو بلکہ جہان یہ قطرہ گرا یا خاک پہونچی وہان لازمی طور سے مسجد بنی ہشتم۔ اس خاک پاک کو شفاے امراض قرار دیا گیا۔ نہم۔ انبیا کی زیارت گاہ اور طواف کرنے کی جگہ ہی اگر کعبہ کا طواف سال مین صرف ایک مرتبہ کیا جاتا ہی۔ تو کربلا کا طواف تمام سال ہر وقت ہوتا ہی خصوصًا شب جمعہ مین خاص ثواب ہی۔ دہم۔ خاک کربلا عذاب قبر کی مانع ہی۔ یہان انھین دس فضیلتون کے بیان پر اکتفا کی جاتی ہی۔ عقیلۃ القریش جناب زینبؑ کو کربلا مین کئی درجات ملے۔ اول۔ آپ نے وہی مقامات و درجات حاصل کئے جو دیگر انبیا و اوصیا نے اس زمین جنت مکان پر آکر تحصیل کئے تھے۔ دویم۔ آپ کو وہ ثوابات بھی ملے جو یہان کے زائرون کے لئے مقرر ہین۔ سویم۔ وہ کرامات و مقامات خاص عطا ہوے جو آپ کے اور بعض اہل بیت کے لیے معین تھے۔ اور وہ کئی مقامات ہین جو مختصر طور سے بیان کئے جاتے ہین۔ اول۔ بموجب اس آیہ کریمہ کے اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَرَحۡمَۃٌ۔ یہی ہین وہ جن پر اُن کے

پروردگار کی طرف سے صلوات ورحمت ہی)۔ حق تعالی کی طرف سے مخصوص صلوات کی آپ مستحق ہوئین۔ اس بزرگی مین آپ اپنے جد بزرگوار جناب پیغمبر خداصؐ کی شریک ہین۔ حسب آیہ وافی ہدایہ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی۔ (تحقیق کہ اللہ اور ملائکہ نبی پر صلوات بھیجتے ہین) جب خلاق عالم آپ پر صلوات بھیجتا ہی تو فرشتے بھی صلوات بھیجتے ہین۔ اور چونکہ آپ آل محمد مین بھی داخل ہین اسلیے مومنین بھی آپ پر صلوات بھیجتے ہین۔ دوئم۔ آیۂ مذکور کی بموجب آپ مورد رحمات وعنایات الٰہی ہوئین۔ چونکہ یہ محترمہ مورد رحمات ربانی ہین اسلیے طالبین رحمت کے لیے آپ سے توسل کرنا ضرور ہے۔ سوئم۔ اس آیہ کے موافق آپ ہدایت یافتون کے زمرہ مین شامل ہین۔

اس مقام ودرجہ مین آپ تمام انبیا کی شریک ہین۔ کیونکہ انبیا کو جو دوسرے آدمیون پر سیادت ہی وہ ہدایت کرنے کی وجہ سے ہی۔ بلکہ یہ مقام مقامات مخصوصہ مین سے ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہی۔ انا ھدیناہ السبیل۔ (ہمنے انھین راستہ کی ہدایت کی)۔ دوسری جگہ فرماتا ہی۔ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ۔ (یقیناً جسکو تم چاہو راہ پر نہین لاسکتے لیکن اللہ جسکو چاہے راہ پر لے آئے)۔ چہارم۔ آپ ایسے مقام ودرجہ پر پہونچین کہ جو بشر کے تصور مین بھی نہین آسکتا۔ بموجب اس قول پروردگار کے۔ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ (سوائے اسکے نہین کہ صبر کرنے والون کو انکی اجر بلاحساب پورے (پورے) دیے جائینگے)۔

واضح ہو کہ اس معظمہ کا صبر جس طرح حیطہ تصور سے خارج ہی اسی طرح اس صبر کے

ثوابون کا بھی اندازہ نہین ہو سکتا - لہذا شفاعت گنہگاران و حاجت روائی متوسلین وغیرہ بمقابلہ آپ کے درجات کے بہت کم رہتے ہین - یہ سب باتین محدود اور آپ کے درجات غیر محدود ہین - صرف ایک حدیث لکھنے کے بعد جسمین میدان محشر مین جناب فاطمہ زہرا کے تشریف لانیکا بیان ہی یہ خصوصیت ختم کی جاتی ہے ،

عن ابن عباس قال اذا کان یوم القیامۃ نادی منادیا معشر الخلائق غضوا ابصارکم حتیٰ تمر فاطمۃ بنت محمد فتکون اول من تکسے وتستقبلہا من الفردوس اثنتی عشر الف حوراء ولم تستقبلوا احد اقبلہا ولا احدا بعدھا علی نجائب من یاقوت اجنحتہا وازمتہا اللؤلؤ علیہما رحائل من در علی کل رحالۃ منہا نمرق من سندس ورکائبہا زبرجد فیجوزون بہا الصراط حتی ینتجون بہا الی الفردوس فتباشر بہا اہل الجنان وفی الجنان الفردوس قصور ابیض وقصور صفر من لؤلؤ من غرہ واحد وان فی القصور البیض لسبعین الف دار بمنازل محمد وال محمد فتجلس علی کرسی من نور ویجلسون حولہا ویبعث الیہا ملک لم یبعث الی احد بعدھا فیقول ان ربک یقرئک السلام ویقول سلنی اعطاک فتقول قد اتم علیّ نعمتہ وھنائی کرامتہ واباحتے اسألہ ولدی وذریتی ومن یودھم فیعطیہا اللہ ذریتہا وولدھا ومن یودھم لہا وحفظہم فیہا فتقول الحمد للہ الذی اذھب عنی الحزن واقر لعینی قال جعفر کان ابی یقول کان بن عباس اذا ذکر ھذا الحدیث تلا ھذہ الآیہ والذین امنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم -

(ترجمہ- ابن عباس سے منقول ہی کہ جب روز قیامت ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا
کہ اے گروہ خلائق اپنی آنکھون کو بند کرلو کہ فاطمہؑ بنت محمدؐ گذر جائین- آپ لباس
پہنے ہوے ہونگی اور جنت کی بارہ ہزار وہ حورین آپکا استقبال کرینگی کہ جنھون نے
نہ پہلے کسیکا استقبال کیا ہوگا اور نہ آیندہ کرینگے- وہ ان ناقون پر سوار ہونگی
جنکے پر یاقوت سرخ کے اور باگین موتیون کی- اُن کی کاٹھیان بھی موتیون- رکابین
زبرجد کی ہونگی- ہر کاٹھی پر سندس کی چادر ہوگی- پس اس شان سے وہ صراط سے
گذر کر داخل فردوس ہونگی- اہلِ جنت اُن کو بشارت دینگے اور صحن فردوس مین کچھ
مکانات سفید اور کچھ زرد ایک ڈال موتیون کے ہونگے- سفید محلات مین ستر ہزار
مکانات محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے ہونگے- پس جناب سیدہ کرسیِ نور پر متمکن اور آپ کے
چارون طرف وہی حورین ہونگی- اور سامنے ایک فرشتہ کھڑا ہوگا جو پہلے کسی کے
سامنے استادہ نہین ہوا اور نہ آیندہ استادہ ہوگا- وہ عرض کریگا کہ پروردگار عالم
آپ پر سلام بھیجتا ہی اور فرماتا ہی کہ تم مجھسے سوال کرو تا کہ مین عطا کرون- جناب سیدہ
فرمائینگی خداوند عالم نے اپنی نعمتون کو مجھپر تمام کردیا اور اپنی کرامتون کو مجھپر گوارا اور
مباح کیا- مین اپنی اولاد اور ذریت اور اُن کے دوستون کی نسبت سوال کرتی ہون
پس پروردگار عالم اُن کو اور اُنکی ذریت و اولاد اور اُن کے دوستونکو عطا کریگا-
اور اُن کی حفاظت کریگا- پس جناب سیدہ عرض کرینگی- اُس خدا کی حمد کرتی ہون
جسنے میرے حزن کو دور کرکے میری آنکھون کو ٹھنڈا کردیا- امام جعفر صادقؑ
فرماتے ہین کہ میرے پدر بزرگوار فرمایا کرتے تھے- جب ابن عباس اس حدیث کا
ذکر کرتے تھے تو اس آیہ مبارکہ کو تلاوت فرماتے تھے- وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ

ذُرِّیَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ۔ (ترجمہ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد نے ایمان مین اُنکی پیروی کی اُنکی اولاد کو بھی ہم اُنکے ساتھ ملادینگے) حضرت ابن عباسؓ نے کے آیت تلاوت کرنے سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ حضرت زینبؑ و ام کلثومؑ دختران فاطمہ زہرا بھی اُس جلالت کے ساتھ اپنی مادر عالی مقدار کی خدمت مین حاضر ہونگی۔ اور نیز سادات بنی فاطمہ اور انکے دوست بھی بہشت عنبر سرشت مین اپنی جدہ کی خدمت مین موجود ہونگے۔

اے ارحم الراحمین۔ بروز محشر جب حضرت فاطمہ زہرا اور زینب کبریٰ عزت و جلال کے ساتھ داخل عرصۂ محشر ہون۔ اور جب یہ گنہگارونکی شفاعت فرمائین تو اس بدترین خلائق وغریق بحر معاصی کو بھی انکی شفاعت سے محروم نفرمانا۔

خصوصیت سی ونہم۔ (ان حالات کا بیان جن مین حضرت زینبؑ کو بعض انبیائے عظام سے مشابہت ہی) اس سے پہلے کئی مرتبہ یہ بیان ہو چکا ہی کہ جناب زینبؑ مین ایسی استعداد و قابلیت تھی جسکا علم سوائے خدا کے کسی کو نہین۔ آپکا اسقدر مصائب کا برداشت کرنا ہی اس امر کی کافی دلیل ہو کہ آپ کو کس قدر بلند درجات عطا ہوے ہونگے۔ اس موقع پر ہم آپ کے مصائب کا مقابلہ بعض انبیائے عظام کے مصائب سے کرنا چاہتے ہین۔

اگر حضرت آدم مفارقت بہشت و حوا و مصیبت ہابیل مین مبتلا ہوئے۔ تو یہ مظلومہ مفارقت حرم جد و مادر و برادرین مین مبتلا ہوئی جو بہشت سے افضل تھے۔ اپنے برادر مظلوم سے جدا ہونے کے علاوہ اُنھین اپنی آنکھون سے شہید ہوتے دیکھا۔ آدم نے صرف ایک داغ ہابیل کا اُٹھایا۔ مگر آپ نے دو ہابیل اپنے ہاتھ سے راہ خدا مین قربان کر دیے۔

نوحؑ کو اگر اپنی قوم کے ہاتھ سے تکلیف پہونچی اور پنجتن پاک کی برکت سے نجات ملی تو حضرتِ زینبؑ کو اہلِ کوفہ و شام سے اذیت پہونچی جو قوم نوح سے بدتر تھے۔

حضرتِ ابراہیمؑ آتش نمرود میں ڈالے گئے اور مامور ہوئے کہ اپنے فرزند کو اپنے ہاتھ سے قربانی کریں۔

یہ معظمہ ایسی آگ میں مبتلا ہوئیں جو آتش نمرود سے بدتر تھی۔ جبکہ بروز عاشورا خیموں میں آگ لگادی گئی تھی۔ جب ابراہیم پر آگ گلزار ہوئی تھی اسوقت انھیں کسی بیمار یا بچوں کی فکر نہ تھی زینبؑ کو اس آتش زنی کے وقت تمام بی بیوں اور بچوں اور اپنے بیمار بھتیجے کی فکر تھی۔ ابراہیمؑ نے اپنے فرزند اسماعیل کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا چاہا تھا۔ مگر اس معظمہ نے دو اسماعیلؑ اپنے ہاتھ سے اسلحۂ جنگ سے آراستہ کرکے قربان گاہ میں روانہ کردئے۔

یعقوبؑ نے یوسفؑ کی جدائی کا صدمہ اٹھایا اور مفارقت یوسفؑ میں روتے روتے آپ نابینا ہوگئے۔ اور آخر میں یوسفؑ کا وصال ہوا۔ یہ مظلومہ اپنے دو فرزندوں کے فراق میں مبتلا ہوئی۔ جو رشک یوسفؑ تھے۔ علاوہ ان کے چھ بھائی اور چند جوانانِ بنی ہاشم جنکا دنیا میں عدیل و نظیر نہ تھا آنکھوں کے آگے شہید ہوکر ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئے۔ مگر آپ نے ہر حال میں صبر کیا۔

موسیٰؑ کو فرعون و قارون کے ہاتھ سے تکلیف پہونچی۔ بالآخر انپر نفرین کی اور وہ عذاب میں مبتلا ہوئے۔ اس معظمہ کو پسر زانیہ ابن زیاد و یزید ملعون سے تکلیف پہونچی۔ جو دونوں فرعون و قارون سے بدتر تھے۔ مگر باوجود اسقدر تکلیفیں اٹھانے کے آپ نے بددعا نہ کی اور ہر وقت شاکر رہیں۔

زکریا کو ارہ سے اذیت پہونچائی گئی۔ آپ کو اسقدر تازیانے لگائے گئے اور نیزوں کی نوکوں سے تکلیف دی گئی کہ پشت و سر زخمی تھے۔

یحییٰؑ کا سر قلم کر کے سلطان کے سامنے لایا گیا۔ اس مظلومہ کو سر برادر کے ساتھ اسیر کر کے داخل مجلس یزید کیا گیا۔

جرجیس اور دیگر پیغمبروں کو تکلیفیں پہونچا کر قتل کیا گیا۔ اس مخدرہ کو سخت سے سخت اذیتیں دیکر اسیر کیا گیا۔ ہر مصیبت ایسی تھی جو قتل سے زیادہ تکلیف دہ تھی۔

سلیمانؑ کو ایک دیو کے ہاتھ سے تکلیف پہونچی۔ آپ نے بھی زندان ابن زیاد اور خرابہ شام میں تکلیفیں اٹھائیں۔

جناب رسالت مآب ص کی پیشانیِ مبارک پتھر سے مجروح کی گئی۔ آپ نے بھی کثرت حزن والم کی وجہ سے چوب محمل پر اپنا سر مارا اور سر زخمی ہو گیا۔ کوفہ میں آپ کے سامنے ام حجام ملعونہ نے بھی آپکے برادر مظلوم کے سر بریدہ پر پتھر مارا۔ اگر جناب رسولخدا ص کا دانت شکستہ ہوا تو آپ کے کان زخمی کئے گئے۔ اگر آنحضرتؐ کے سر مبارک پر مشرکین نے خاک وغیرہ ڈالی۔ تو اہلِ شام نے خاکستر گرم اور جلتی ہوئی لکڑی کے ٹکڑے آپ پر پھینکے۔ اگر جناب رسول اکرم کو ہذیان کی تہمت لگائی گئی۔ تو آپ کی نسبت کہا گیا۔ کذبت یا عدو اللہ (اے دشمن خدا تو نے جھوٹ بولا)۔

جناب زینبؑ کی مصیبت اپنے پدر و مادر و برادر کے مصائب سے بھی مشابہت بہت رکھتی ہے۔ مثلاً۔ جناب امیرؑ کی گردن میں ریسمان ڈال کر مسجد میں لے گئے اس مظلومہ کے بھی بازو اور گردن میں ریسمانِ ظلم باندھی گئی۔ اور اسی حالت سے

مجلس ابن زیاد و یزید مین گئین۔
آپ کی مادر عالیمقدار صدیقہ کبریٰ کو تازیانہ اور غلاف شمشیر سے اذیت پہونچائی گئی۔
جناب زینبؑ کو بھی تازیانون اور نوک نیزہ سے تکلیف دی گئی جسطرح حضرت فاطمہ زہرا کی قبر مخفی ہے اسی طرح جناب زینبؑ کے مدفن کا ٹھیک پتہ معلوم نہین۔
حسن مجتبیٰ کی طرح آپ کو بھی زخم زبانی پہونچائے گئے۔ امام حسنؑ کا جگر مبارک زہر دغا سے پارہ پارہ ہوا۔
حضرت زینب کا جگر بھی نوجوانون اور بچون کے داغون سے ٹکڑے ٹکڑے تھا۔ چونکہ تمام مصائب مین آپ جناب سید الشہداؑ کے شریک تھین۔ اسلئے جو داغ امام حسینؑ کو پہونچا وہ آپکے دل پر بھی ہوا اور جو مصیبت امام حسینؑ پر پڑی وہ آپ کی اس خواہر غمدیدہ پر بھی پڑی۔
جبکہ آپ بھائی کی مصیبتون مین شریک تھین تو اجر و ثواب مین بھی شریک ہین جو اجر متوسلین امام حسینؑ کو عطا ہوگا وہی ثواب اُسے بھی ملیگا جو جناب زینب سے توسل رکھیگا۔
کوکب آسمان عفت و طہارت جناب صدیقہ صغریٰ حضرت زینبؑ کے فضائل لکھنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونون خطبے بھی نقل کر دئے جائین جو آپنے بازار کوفہ اور مجلس یزید ملعون مین ارشاد فرمائے تھے۔ بہ لحاظ فصاحت و بلاغت یہ خطبے اس قابل تھے کہ ان کی مفصل شرح کی جاتی۔ لیکن یہ امر میری استعداد و لیاقت سے بہت بالاتر ہے۔ اگر کسی اہل علم نے توجہ کی تو ممکن ہے کہ انکی شرح لکھی جائے یہ ترجمے میری فرمائش سے جناب مولوی سید انوار الحسن صاحب مدرس عربی ہائی اسکول امروہہ ضلع مراد آباد نے فرمائے ہین۔ جو نہایت شکریہ کے ساتھ خطبون کے ہمراہ درج کئے جاتے ہین۔

خطبہ جناب زینبؑ جو آپ نے بازار کوفہ میں ارشاد فرمایا

الحمد للہ والصلوٰۃ علےٰ ابی محمد وآلہ الطیبین الاخیار۔ اما بعد یا اھل الکوفہ یا اھل الختل والغدر والخذل والمکر اتبکون فلا رقات الدمعة ولا ھدات الزفرة فانما مثلکم کمثل التی نقضت غزلھا من بعد قوة انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم الا وھل فیکم الا الصلف النطف والصدر الشنف والکذب وملق الاماء وغمز الاعداء اوکمرعی علےٰ دمنة اوکفضة علےٰ ملحودة الاساء ما قدمت لکم انفسکم ان سخط اللہ علیکم وفی العذاب انتم خالدون اتبکون وتنحبون اخی اجل واللہ فابکوا فانکم احری بالبکاء فابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا فقد بلیتم بعارھا ومنیتم بشنارھا ولن ترحضوھا بغسل بعدھا ابدا وانی ترحضون قتل سلیل خاتم النبوہ ومعدن الرسالہ وسید شباب اھل الجنة و ملاذ حربکم ومعاذ حزبکم ومقر سلمکم واساس کلمتکم ومفزع نازلتکم ومنار حجتکم ومدرة سنتکم والمرجع عند مقاتلتکم الا ساء ما قدمتم لانفسکم وساء ما تذرون لیوم بعثکم وبعدا لکم وسحقا وتعسا ونکسا نکسا لقد خاب السعی وتبت الایدی وخسرت الصفقة فبؤتم لغضب من اللہ وضربت علیکم الذلة والمسکنة ویلکم یا اھل الکوفة اتدرون ای کبد لمحمد فریتم وای عھد نکثتم وای کریمة له ابرزتم وای دم له سفکتم وای حرمة له ھتکتم لقد جئتم شیئا ادًّا تکاد السمٰوات

یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدًا لقد جئتم بھا شوھاء خرقاء صلخاء عنقاء فقماء کطلاع الارض وملاء السماء افعجبتم ان مطرت السماء دما ولعذاب الاخرۃ اخزی وھم لا ینصرون فلا یستخفنکم المھل فانہ عزوجل لا یحفزہ البدار ولا یخاف علیہ فوت الثار وان ربکم لبالمرصاد۔

ترجمہ۔ حمد خدا کے لئے ہے اور میرے باپ محمدؐ اور اُن کی آل پاک و برگزیدہ پر رحمت خدا نازل ہو۔ اما بعد۔ اے کوفیو۔ دغا بازو۔ مکارو۔ تم کیا روتے ہو (خدا کرے) تمھارے آنسو کبھی نہ رکیں اور تمھاری آہ وبکا کبھی نہ موقوف ہو۔ تمھاری مثال اس عورت کی طرح ہے جو اپنا دھاگا مضبوط بٹ کر توڑ ڈالے تم اپنی قسمون کو آپس مین مکر و فریب کا حیلہ قرار دیتے ہو۔ تم حسد و بدی اور لونڈیون کی خوشامد اور دشمنون سے چغلخوری کرنے کے سوا کچھ نہین رکھتے۔ گویا تم گھورے کے چراگاہ ہو (اوپر خوشنما سبزہ اور نیچے گندگی) یا اُس چاندی کی مثل ہو جس سے کسی قبر کو سجایا گیا ہو (بظاہر چمک دمک اور بباطن تاریکی)۔ ہان تمھارے نفسون نے بُرے اعمال پیش کئے ہین جن کے سبب خدا تمپر غضبناک ہے اور تم ہمیشہ عذاب مین مبتلا رہوگے۔ تم کیا روتے اور نالہ و فغان کرتے ہو۔ ہان قسم خدا کی زیادہ روؤ اور کم ہنسو۔ تمپر وہ دھبہ لگا ہے جسے تم دھوکر دور نہین کر سکتے۔ اور فرزند خاتم الانبیا کے قتل کا دھبہ کیونکر دھو ؤگے۔ (وہ فرزند رسولؐ) جو سردار جوانانِ جنت۔ تمھارا جائے پناہ۔ تمھارے لئے محل امن۔ تمھاری ہدایت کے لیے دلیل واضح اور تمھارا رہنما تھا۔ ہان تمنے بدکرداری کا بڑا بوجھ اُٹھایا (خدا کرے) تم برباد اور ہلاک ہوجاؤ۔ یقیناً تمھاری کوشش و تدبیر ضایع اور تمھاری کمائی اکارت ہوئی

اور تم غضب خدا مین گرفتار اور ذلیل و خوار ہوے۔ اے کوفیو۔ تمھارا برا ہو۔ تمنے رسولخدا کے جگر کو چاک کرڈالا اور اُن کی محترم ذریت کو (گھرون سے) باہر نکالا اور کیسی کچھ خونریزی اور بیحرمتی کی۔ بیشک تم ایک ایسے امر عظیم اور کار سخت اور فعل بد کے مرتکب ہوئے ہو جس کی سختی اور برائی سے زمین و آسمان پر ہو جائینگے کیا تم آسمان سے خون برسنے کا تعجب کرتے ہو۔ (ابھی کیا ہی) یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ تر ذلیل کرنے والا ہی۔ (خدا نے اسوقت جو تمھین ڈھیل دے رکھی ہی اسپر نہ پھولنا) یہ ڈھیل تم کو عمل خیر سے باز نہ رکھے۔ خدا جلد گرفت کر لینے سے شرماتا نہین ہی نہ اُسکی بابت یہ اندیشہ ہی کہ جہنم اسکے حکم کی تعمیل نہ کریگا۔ اور بیشک تمھارا پروردگار گھات مین ہی۔

خطبہ حضرت زینبؑ جو آپ نے مجلس یزید ملعون مین ارشاد کیا

منقول ہی کہ جب اہلحرم داخل دربار یزید ہوے تو وہ ملعون شطرنج کھیلنے اور شراب پینے مین مصروف تھا اور دیر تک اہلبیت کی طرف متوجہ نہوا۔ اہل حرم رسن بستہ کھڑے رہے۔ اسکے بعد وہ ملعون چوب بید سے سرحسینؑ کے لب و دندان کے ساتھ گستاخی کرنے لگا جو طشت طلا مین رکھا تھا۔ جب حضرت زینبؑ نے یہ ملاحظہ فرمایا تو یزید ملعون کو مخاطب کرکے یہ خطبہ پڑھا۔ کیونکہ نصرت دین اور جہاد لسانی کا یہی وقت تھا آپ نے ارشاد کیا۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی جدی سید المرسلین صدق اللہ کذلک یقول ثم کان عاقبۃ الذین اساؤ السوئی ان کذبوا بایات اللہ وکانوا بہا یستہزؤن۔ اظننت یا یزید حین اخذت علینا

اقطار الارض وضيقت علينا آفاق السماء فاصبحنا لك فى اسارى نساق
اليك سوقاً فى اقطار وانت علينا ذو اقتدار ان بنا من الله هواناً۔ وعليك
منه كرامة وامتناناً وان ذلك لعظم خطرك وجلالة قدرك۔ فشمخت
بانفك ونظرت فى عطفك تضرب صدرملك فرحاً۔ وتنقض مذروبك
مرحاً۔ حين رايت الدنيا لك ملكنا وخلص لك سلطاننا فمهلاً مهلاً
لا تطشى جهلاً انسيت قول الله عز وجل ولا تحسبن الذين كفروا انما
نملى لهم خير لانفسهم انما نملى لهم ليزدادوا اثماً ولهم عذاب
مهين امن العدل يا بن الطلقا تخديرك حرائرك وامائك وسوقك
بنات رسول الله سبايا قد هتكت ستورهن وابديت وجوههن
تحدوا بهن الاعداء من بلد الى بلد ويستشرفهن اهل المناقل
ويتبرزن لاهل المناهل وتيصفح وجوههن القريب والبعيد و
الغائب والشهيد والوضيع والشريف والدنى والرفيع ليس معهن
من رجالهن ولى ولا من حماتهن حميم رحى عتوا منك على الله
وجحود الرسول الله ودفعاً لما جاء به من عند الله ولا عزومنك
ولا عجب من فعلك والى يرتجى مراقبة من لفظ فواه اكباد الشهداء
ونبت لحمه بدماء السعداء ونصب الحرب لسيد الانبياء وجمع
الاحزاب وشهر الحراب وهز السيوف فى وجه رسول الله صلى الله
عليه واله اشد العرب لله جحوداً وانكرهم رسولاً واظهرهم لعدوانا
واعناهم على الرب كفراً وطغياناً الا انها نتيجة خلال الكفر وصب

بجر حرا فی الصدر لقتلی یوم بدر ولا فلا یستبطی فی بغضنا اهل البیت
من کان نظره الینا شنفا واشنانا واحنا واضغانا یظهر کفره برسوله
ویفصح ذلك بلسانه وهو یقول فرحا بقتل ولده وسبی ذریته غیر
متحوب ولا مستعظم لاهلوا واستهلوا فرحا ولقالوا یا یزید لا تشل
منتحیا علی ثنایا ابی عبد الله وکان مقبل رسول الله صلی الله علیه
واله ینکتها بمخصرته قد التمع السرور بوجهه لعمری لقد نکات
القرحه واستاصلت الشافة باراقتك دم سید شباب اهل الجنة
وابن یعسوب العرب وشمس ال عبد المطلب وهتفت باشیاخك وتقربت
بدمه الی الکفرة من اسلافك ثم صرخت بنداءك ولعمری لقد ناديتهم
لو شهدوك ووشیکا تشهدهم وان تشهدوك ولیود یمینك کما زعمت
شلت بك عن مرفقها وجذت واحببت امك لم تحملك واباك لم یلدك
حین تصیر الی سخط الله ومخاصمك رسول الله صلی الله علیه واله
اللهم خذ بحقنا وانتقم من ظالمنا واحلل غضبك بمن سفك دمائنا
ونقض ذمارنا وقتل حماتنا وهتك عنا سدولنا وفعلت فعلتك التی
فعلت وما فریت الا جلدك وما جزرت الا لحمك وستردعلی رسول الله
بما تحملت من ذریته وانتهکت من حرمته وسفکت من دماء عترته و
لحمته حیث یجمع به شملهم ویلم به شعثهم وینتقم من ظالمهم
ویاخذ لهم بحقهم من اعدائهم فلا یستفزنك الفرح بقتله ولا تحسبن
الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون فرحین

بما اتیهم الله من فضله وحسبك بالله ولیا وحاکما وبرسول الله صلی الله علیه واله خصما وبجبریل ظهیرا وسیعلم من بواك ومكنك من رقاب المسلمین ان بئس للظالمین بدلا وانکم شر مکانا واضل سبیلا وما استصغاری قدرك ولا استعظامی تقریعك توهما لا سجاع الخطاب فیك بعد ان ترکت عیون المسلمین به عبری وصدورهم عند ذکره حری فتلك قلوب قاسیة ونفوس طاغیة واجسام محشوة بسخط الله ولعنة الرسول قد عشش فیه الشیطان وفرخ ومن هنالك مثلك درج ما درج ونهض و العجب کل العجب تقتل الاتقیاء واسباط الانبیاء وسلیل الاوصیاء بایدی الطلقاء الخبیثة ونسل العهرة الفجرة تنطف اکفهم من دمائنا وتتحلب افواههم من لحومنا وللجثث الزاکیة علی الجبوب الضاحیة تنتابها العواسل وتعفرها الفراعل فلئن اتخذتنا مغنما لتجدنا وشیکا مغرما حین لا تجد الا ما قدمت یداك وما الله بظلام للعبید فالی الله المشتکی والمعول والیه الملجاء والمؤمل ثم کد کیدك واجهد جهدك فوالذی شرفنا بالوحی والکتاب والنبوة ولا تنجاب لا تدرك امدنا ولا تبلغ غایتنا ولا تمحو ذکرنا ولا یرحض عنك عارها وهل رایك الا فند وایامك الا عدد وجمعك الا بدد یوم ینادی المنادی الا لعن الله الظالم العادی والحمد لله الذی حکم لاولیائه بالسعادة وختم لاصفیائه ببلوغ الارادة ونقلهم الی الرحمة والرافة والرضوان والمغفرة ولم یشق بهم غیرك ولا ابتلی بهم سواك ونسئله ان یکمل بهم الاجر ویجزل

لھم الثواب والذخر ونسئلہ حسن الخلافۃ وجمیل الانابۃ انہ رحیم ود ود۔
ترجمہ۔ حمد خدا کے لئے ہی جو دنیا والونکا پروردگار ہی۔ اور خدا میرے جدا پنے رسول
اور اُن کی آل پر رحمت نازل کرے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے سچ فرمایا ہو۔ ثم کان
عاقبۃ الذین اساءو السوایٰ ان کذبوا بایات اللہ وکانوا بھا یستھزءون
یعنی بدکارون کا انجام یہ ہوا کہ خدا کی نشانیون کو اُنھون نے جھٹلایا اور آپ کے ساتھ
تمسخر کرتے تھے۔ اے یزید۔ جب تونے زمین وآسمان کو ہمارے لئے تنگ
کر دیا۔ اور ہم قیدیون کی طرح پھرائے گئے۔ توکیا تونے یہ سمجھ لیا کہ خدا نے
ہم کو ذلیل اور تجھکو باعزت کیا ہو۔ اور یہ جو کچھ واقع ہوا اسلئے ہوا کہ تو بیش خدا
قدرو منزلت رکھتا ہے۔ جب تونے دیکھا کہ تیرے لئے اسباب دنیا فراہم اور
کارہاے دنیا درست ہو گئے۔ اور ہمارا ملک تیرے لئے صاف اور ہماری سلطنت
خالص ہو گئی تو تو شاد و مسرور و متکبر و مغرور ہو گیا۔ ذرا ٹھہر جا۔ جامہ سے باہر نہو۔
کیا تو فرمان الٰہی کو بھول گیا۔ ولا تحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر
لانفسہم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مّھین
یعنی یہ خیال نکرو کہ کافرون کو ہمارا ڈھیل دیدینا اُن کے لئے اچھا ہے۔
ہم نے انھین صرف ڈھیل دی ہو کہ وہ اور زیادہ گناہون مین مبتلا ہون
انکے لئے ذلیل کرنے والا عذاب مہیا ہی۔ اے پسر آزاد کردگان۔ کیا یہی انصاف ہو
کہ تو اپنی ازواج اور کنیزون کو پردے مین بٹھائے اور دختران رسول خدا کو قید
کرکے دبے مقنع وچادر کھلے مُنہ پھرائے۔ جنکو دشمن شہر بشہر لئے پھرتے ہین
اور آنے جانے والے لوگ اُنکا تماشہ دیکھتے ہین۔ ہر قریب و بعید شریف ورذیل

انکے چہرون پر نظر ڈالتا ہے۔ مردون مین سے ان کے ساتھ نہ کوئی سرپرست رہا نہ کوئی حفاظت کرنے والا دوست۔ ان لوگون سے کیا امید ہوسکتی ہی جنھون نے شرفا کے کلیجے چبائے اور شہدا کے خون سے جن کا گوشت اگا۔ جو شخص ہمکو کراہت وکینہ کی نظر سے دیکھتا ہو وہ ہم اہلبیت کی دشمنی مین کیون تاخیر کریگا۔ پھر (اس تمام ظلم وستم کے بعد) تو سردار جوانان اہل جنت کے دانتون پر اپنی چھڑی لگاکر نہایت بے باکانہ کہتا ہی (کہ اگر آج میرے بزرگ ہوتے اور عترت رسول پر میری فتحیابی دیکھتے) توخوشی کے نعرے بلند کرتے اور کہتے اے یزید (تو نے ہمارا بدلہ خوب لیا) تو لنجا نہو۔ اور تو یہ کیون نہ کہیگا اسلیے کہ تو نے (ہمارے دل کا) زخم چھیل ڈالا اور ذریت رسول وخاندان عبدالمطلب کے ستارون کی خونریزی کرکے بیخ وبنیاد اکھاڑ ڈالی۔ تو اپنے بزرگون کو پکارتا ہی اور اپنے خیال مین سمجھتا ہی کہ تو انھین بلا رہا ہی۔ (گھبرا نہین) تو (بھی) عنقریب انھین کی گھاٹ اتریگا اور آرزو کریگا کہ (کاش) تو لنجا اور گونگا ہوتا۔ اور (تیری اس آرزو سے) کچھ نہوگا۔ جو کچھ تو نے کہا کہا اور جو کچھ کیا کیا۔ بار الہا۔ توہمارا حق دلا اور ہم پر ظلم کرنے والے سے ہمارا بدلہ لے۔ اور جنھون نے ہمارا خون بہایا اور ہماری حمایت کرنے والون کو قتل کیا ان پر اپنا غضب نازل کر۔ (اے یزید) خدا کی قسم تو نے (کسیکا کچھ نہین بگاڑا بلکہ خود) اپنا ہی پوست چاک چاک اور اپنا ہی گوشت پارہ پارہ کیا ہی۔ ذریت رسول کی خونریزی اور آپکی عترت کی بے حرمتی کے گناہ کا بوجھ لیکر تو رسول کے سامنے (عرصہ محشر مین) حاضر ہوگا۔ جہان خدا ان کو دلجمعی اور اطمینان عطا فرمائیگا اور ان کا حق دلائیگا جو لوگ راہ خدا مین مارے گئے ہین۔ ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہین اور اپنے

پروردگار کے پاس رزق پاتے ہین۔ (اے یزید) تیرے لئے خدا جیسا حاکم اور
محمد مصطفےٰ جیسے دشمن اور (تجھسے انتقام لینے ہین) جبرئیل جیسے (انکے مددگار) کافی ہین
جس شخص نے تیرے لئے اسباب دنیا درست کئے اور تجھے مسلمانون کا مالک بنایا
اُسے عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ ظلم کرنے والون کی بُری جزا ہے۔ اور یہ کہ تم
(یزید و حسینؑ دونون) مین سے کسکا مقام بڑا اور کسکا لشکر کمزور ہے۔ اگر حوادث
روزگار نے مجھے تجھسے کلام کرنے پر مجبور کردیا ہے تو مجھے کچھ پروا نہین ہین تیرے مرتبہ
کو حقیر اور تیری ملامت و سرزنش کو گران سمجھتی ہون لیکن ہماری آنکھین گریان
اور سینے سوزان ہین۔ (غلامی کی قید سے ہمارے) آزاد کئے ہوئے گروہ شیطانی
کے ہاتون خدا کی شریف فوج کا قتل ہوجانا نہایت عجیب ہے۔ (دشمنون کے)
ان ہاتون سے ہمارے خون ٹپک رہے ہین۔ اور دہنون سے ہمارے گوشت بہتے ہین
اور (شہدا کی) ان پاک و پاکیزہ لاشون پر (جانوران صحرائی) بھیڑیے اور بجو برابر
آتے جاتے ہین اگر (اب) تو نے ہم کو اپنا مال غنیمت بنایا ہے تو عنقریب تاوان
(یعنی اپنے لئے آفت و بلا) پائیگا۔ جبکہ تو اپنے کیفر کردار کے سوا کچھ نہ دیکھے گا۔
اور تیرا پروردگار بندون پر ظلم کرنے والا نہین ہے۔ پس خدا ہی سے ہم شکایت
کرتے ہین اور اُسی پر ہمارا بھروسہ ہے (جہانتک تجھسے بن پڑے) تو اپنی تدبیر
اور کوشش اچھی طرح کرلے۔ خدا کی قسم تو ہمارا ذکر محو اور ہماری وحی کو مٹا نہین سکتا
اور نہ ہماری (یادگار کی) درازی مدت کو تو پا سکتا ہے۔ اور نہ (اپنے دامن سے
ان مظالم کا ناپاک دہبہ اور) انکا عیب دہو سکتا ہے۔ تیری رائے سُست اور تیری
زندگی کے دن قلیل اور تیری جماعت پراگندہ ہوجانے والی ہے۔ اس دن جبکہ

پکارنے والا پکاریگا۔ الالعنۃ اللہ علی الظالمین۔ (ظالمون پر خدا کی لعنت ہو) حمد اُس خدا کے لیئے ہے جس نے ہمارے اول کا سعادت پر اور ہمارے آخر کا شہادت و رحمت پر خاتمہ کیا۔ اور ہم خدا سے سوال کرتے ہین کہ وہ انھین ثواب کامل اور اُن کے مراتب مین زیادتی عطا فرمائے۔ اور ہماری خلافت کو اچھا کرے۔ بیشک وہ بڑا رحم کرنے والا اور مہربان ہو۔ اور خدا ہم کو کافی اور ہمارا اچھا وکیل ہے۔

RARE
نادر
दुर्लभ
952